

الصلوة والسلام عليك يا نور الله

مسئلہ علم غیب و توسل

تصنیف

شیخ القرآن

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک

کی کتاب

وجودِ باری تعالیٰ

کے ساتویں باب میں اٹھائے گئے

مسئلہ ظلم خمیس و تسلسل

کامدلل علمی و تحقیقی جائزہ

از قلم

پیر طریقت ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

سابق صوبائی وزیر برائے مذہبی امور

اوقاف پنجاب

ناشر

عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	مسئلہ علم غیب و توسل
مصنف	پیر طریقت ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری
بار	سوم
تعداد	گیارہ سو
سال طباعت	اگست 2007ء
قیمت	130 روپے

ناشر

عمدة البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور

فون نمبر آفس: 042-8428922 0300-4826678
0300-7991693

عرض ناشر

محترم قارئین کرام..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جیسا کہ جناب کے علم میں پہلے ہی آچکا ہے کہ عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور مستظلاً ادارہ کا وجود بالخصوص اس غرض سے معرض وجود میں لایا گیا ہے کہ حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری مدظلہ العالی کی تمام تصانیف کو بحسن و خوبی اشاعت کیساتھ مارکیٹ میں لائے تو اسی سلسلے کی پہلی کتاب اہم ترین موضوع پر ”جہاد اسلامی“ شائع کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ اب یہ عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور کی طرف سے دوسری اشاعت موسومہ ”فضائل اہل بیت“ جو نام سے ہی ظاہر ہے کہ اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حضور نذرانہ عقیدت قرآن و حدیث کی روشنی میں ہدیہ قارئین ہے۔ الحمد للہ ہمارے ادارے کی طرف سے انتہائی مختصر مدت میں یہ چوتھی کتاب علمی و تحقیقی جائزہ جو کہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک صاحب کی کتاب وجود باری تعالیٰ کے ساتویں باب میں اٹھائے گئے مسئلہ علم غیب و توسل کا انتہائی تحقیقی اور مدلل جواب حضرت قبلہ مفتی صاحب نے اس کتاب میں مسئلہ شرک اور توحید، علم غیب و توسل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت سے تحریر فرمایا۔ جو کہ عمدۃ البیان پبلشرز لاہور کو طباعت کرنے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ رب ذوالجلال والا کرام اس علمی و تحقیقی کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے۔

وارا کین عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور کیلئے توشہء آخرت بنائے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام مع الاکرام

خیر اندیش

ڈاکٹر احمد سعید قادری

مینجنگ ڈائریکٹر عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ)

ماڈل ٹاؤن لاہور

تعارف مصنف

پیر طریقت ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب تو ایسی شخصیت ہیں۔ جو کہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ لیکن میری سوچ میں جناب کی زندگی سے متعلق کچھ اہم معلومات موجود ہیں جن پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اکثر و بیشتر عام انسان کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اس بین الاقوامی شہرت یافتہ شخصیت کی بنیادی تعلیم کون سی خوش نصیب درس گاہ میں ہوئی کہ جس نے ایسے عظیم انسان تخلیق کئے۔ ہر انسان کی سب سے پہلی درس گاہ اُس کی ماں کی گود ہی ہوتی ہے۔ جتنی وہ گود مقدس و مکرم ہوگی اتنی ہی اُس کی اولاد کی تربیت اعلیٰ ہوگی آپ آج کسی بھی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یقیناً آپ کی نظر سے بڑی بڑی شخصیات کے تذکرے ضرور گزرتے ہوں گے۔ وہاں ان شخصیات کی تربیت کی پہلی بنیادی چیز اور عظیم درس گاہ ”ماں کی گود“ کے ہی ثمرات ملتے ہیں جو کہ ایک عام انسان کو عظیم انسان بنانے میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت میں اُس پہلی درس گاہ کی تربیت کے ہی اثرات ہیں کہ آپ بہترین عالم دین باعمل، بہترین مفتی، بہترین مدرس، بہترین محقق و مصنف، بہترین شیخ الطریقت و شیخ التفسیر اور بہترین شیخ الحدیث ہیں آپ کی طبع شریف میں انتہائی نرمی، حلم بردباری برداشت اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے آپ سابق صوبائی وزیر برائے مذہبی امور و اوقاف پنجاب اور بانی و مہتمم جامعہ رضویہ (ٹرسٹ) سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور

ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف اور قرآن مجید کے مترجم بھی ہیں اب جناب حضرت صاحب کی بنیادی تعلیم کے متعلق تفصیلی معلومات پیش کرتا ہوں تاکہ قارئین کو علم ہو جائے کہ آپ نے تعلیم و تربیت اور روحانی تربیت کہاں سے حاصل کی۔

ولادت: آپ کے آباؤ اجداد سادات و شرفاء بخارا سے ہیں جو حضرت سید جلال الدین بخاری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بخاری سے کشمیر آئے پھر اوج شریف ضلع بہاولپور آکر آباد ہوئے۔ آپ کی ولادت موضع کچی لعل نزد اوج شریف تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ میں بروز جمعرات مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو خدا بخش علیہ الرحمۃ کے گھر میں ہوئی۔ آپ کے دادا بزرگوار محمد موسیٰ علیہ الرحمۃ اور پردادا محمد جوہر علیہ الرحمۃ تھے۔

ابتدائی تعلیم: آپ نے سب سے پہلے ناظرہ قرآن مجید اپنے پڑوسی بزرگ عالم مولانا غلام نبی خورشیدی علیہ الرحمۃ سے عرصہ تین چار ماہ میں پڑھ کر مکمل کیا۔ اس کے بعد آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول موضع بن والا میں حاصل کی اور مڈل تک کی تعلیم کے لئے موضع لکس کے گورنمنٹ سکول میں داخلہ لیا وہاں سے مڈل کا امتحان انتہائی اعلیٰ پوزیشن میں پاس کیا بعد ازاں دیگر دینی تعلیم کے لئے مخدوم حسن محمود بن غلام میراں شاہ کے گاؤں جمال الدین والی علاقہ صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں استاذ العلماء والفصحاء حضرت علامہ حکیم غلام رسول علیہ الرحمۃ سے اکتساب فیض کیا اور ان سے آپ نے درس نظامی کی ابتدائی کتب کے ساتھ شرح تہذیب قطبی کے اوائل شرح وقایہ اولین، اصول الشاشی، نور الانوار اور علم طب کی میزان طب، طب اکبر و موجز وغیرہ پڑھیں۔

۱۹۵۸ء میں ڈیرہ غازی خان میں استاذ العلماء علامہ مولانا غلام جہانیاں صاحب سے نور الانوار، شرح جامی، مولانا عبدالغفور صاحب سے قطبی، میر قطبی، ملا جلال، حمد اللہ شرح وقایہ اخیرین، میبذی التصریح، اقلیدس، مشکوٰۃ شریف، جلالین ہدایہ اولین، حسامی، مقامات حریری، حماسہ، متنہی، تصوف، لواحجامی، لوا مع جامی اور مثنوی شریف پڑھیں۔

۱۹۶۱ء ملتان میں غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے مدرسہ انوار العلوم میں داخلہ لیا۔ استاذ العلماء جناب مولانا عبدالکریم سے تفسیرات احمدیہ پڑھی اور حضرت مفتی امید علی خاں صاحب سے توضیح و تلوح، مسلم الثبوت و ہدایہ اخیرین پڑھیں۔

پھر مفتی اعظم حضرت مفتی سید مسعود علی قادری سے جلالین و علم میراث پڑھا اور فتویٰ نویسی سیکھی۔ آخر میں حضرت علامہ قبلہ کاظمی شاہ صاحب سے مناظرہ رشیدیہ، شرح عقائد، خیالی اور دورہ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت علم حاصل کی۔

عملی زندگی کا آغاز: علوم و فنون اور فتویٰ نویسی کے علم سے فراغت کے بعد قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی نظر عنایت و التفات نے بطور نائب مفتی آپ ہی کا انتخاب فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی حکومت پاکستان نے قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بہاولپور یونیورسٹی میں بطور پروفیسر حدیث مقرر فرمایا تو قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے جن قابل ترین تلامذہ کو بہاولپور ساتھ لے جانے کے لئے منتخب فرمایا ان میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب نے بہاولپور یونیورسٹی سے

1965-1966ء میں ایم اے اسلامک لاء یعنی تخصص فی الفقہ والقانون الاسلامی کی سند حاصل کی اور حضرت قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرمان پر اپنی مادر علمی مدرسہ انوار العلوم واپس آکر استاذ الحدیث، مفتی و صدر شعبہ افتاء کے فرائض سنبھالے۔ 1977ء میں حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کی خواہش پر قبلہ مفتی صاحب جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور شیخ الحدیث و شیخ الادب العربی مقرر ہوئے اسی دوران صدر انجمن تہذیب الاسلام مین مارکیٹ گلبرگ آپ کو جامعہ مسجد غوثیہ گلبرگ لے آئے۔ جہاں عرصہ 12 سال تک جامع مسجد غوثیہ کے خطیب رہے اور یہاں جامعہ غوثیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا اور 1990ء تک اسی درسگاہ کے ناظم اعلیٰ و شیخ الحدیث رہے اور انتہائی خوش اسلوبی محنت خلوص اور لگن سے کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہم کنار ہوئے۔ بعد ازاں جناب پروفیسر ظہیر الدین احمد بابر نقشبندی قادری نے ماڈل ٹاؤن سوسائٹی سے چار کنال کا رقبہ حاصل کر کے قبلہ مفتی صاحب کے سپرد کیا اور اُن کے پُر خلوص تعاون کے ساتھ آپ نے ماڈل ٹاؤن سنٹرل کمرشل مارکیٹ میں اپنی ذاتی دینی درسگاہ کا آغاز فرمایا جو کہ تقریباً عرصہ 17 سال سے انتہائی کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ جامعہ رضویہ ٹرسٹ سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن میں درج ذیل شعبہ جات کی انتہائی کامیابی کے ساتھ سرپرستی فرما رہے ہیں۔ یہ جامعہ رضویہ ایک ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے مینجنگ ٹرسٹی حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب آپ کے بڑے بیٹے ڈاکٹر احمد سعید قادری ڈپٹی میمنجنگ ٹرسٹی اور جناب پروفیسر ظہیر الدین احمد بابر سیکرٹری جنرل ہیں حضرت قبلہ مفتی صاحب کے

دوسرے صاحبزادے جناب علامہ محمد وحید قادری جامعہ کے ناظم اعلیٰ، تعلیمات و مالیات ہیں۔ شعبہ جات:- شعبہ تحفیظ القرآن، شعبہ تجوید و قراءت، شعبہ درس نظامی، شعبہ کمپیوٹر لیب، شعبہ تخصص فی الفقہ والحدیث والقانون الاسلامی اور شعبہ نشر و اشاعت شامل ہیں حضرت قبلہ مفتی ڈاکٹر غلام سرور قادری کی جتنی بھی تصانیف ہوگی ان کی اشاعت کے لیے مستقلاً عمدہ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور کے نام سے ادارہ معرض وجود میں لایا گیا ہے جس کے زیر اہتمام آپ کی تمام تصانیف اشاعت ہوگی اور وہی ادارہ آپ کی تمام مطبوعات کے حقوق کا تحفظ کرے گا۔ آپ کی تصانیف تقریباً 55 کے قریب ہیں جن میں خاص اہمیت کا حامل ترجمہ قرآن مجید، عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن ہے جو کہ اس صدی کا ایک عظیم الشان تجدیدی کارنامہ ہے جلد چھپ کر منظر عام پر آ رہا ہے۔ انشاء اللہ ایمان افروز اور تحقیقی شاہکار و تصانیف خود مطالعہ کریں اور عزیز واقارب میں تحفہ پیش کریں یہ آپ کی سعادت ہوگی اور اس سے خیر و برکت کا وافر حصہ نصیب میں آئے گا انشاء اللہ۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں!

- (1)۔ درود و سلام و شان خیر الانام ﷺ
- (2)۔ رد امکان کذب باری تعالیٰ
- (3)۔ مقام علم و علماء
- (4)۔ شرح "الفصل الموهبیہ"
- (5)۔ خلافت اسلامیہ اور مغربی جمہوریت
- (6)۔ معجزہ شق القمر
- (7)۔ قاضی اور سربراہ مملکت
- (8)۔ بیعت کی اہمیت و ضرورت
- (9)۔ مسئلہ ایصال ثواب
- (10)۔ مسئلہ تصویر (تصویر کا جواز)

(47)۔ اسلام میں داڑھی کی شرعی حیثیت (48)۔ تحفہ ملکہ

(49)۔ تہتر اسلامی فرقے اور ان کی تاریخ و عقائد (50)۔ تین اہم مسئلے (حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا

(51)۔ تحفہ مومن نمازی کے آگے سے گزرنے نماز کے بعد دعا

(52)۔ شدید غصہ کی طلاق (53) قیام تعظیم

(54)۔ تنزیہ الغفار عن تکذیب الاشرار (55) شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ردامکان کذب)

ان درج بالا کتب کے علاوہ حضرت کا ماہانہ مجلہ ماہنامہ البر لاہور کے نام

سے عرصہ ۷ سال مکمل اور اٹھارویں سال کا آغاز ہو چکا ہے جو کہ امت مسلمہ کے لئے

بالخصوص شائع ہو رہا ہے انتہائی اہم موضوعات پر مضامین، تبصرے اور حالات حاضرہ

پر ادارے اور لوگوں کے برنس کی تشہیر اس کے حسن و قدر میں اضافے کا باعث ہو رہی

ہے آج ہی اخبار ہا کر یا بک اسٹالز سے نام لے کر ماہنامہ البر لاہور طلب فرمائیں تا

کہ آپ اپنے گھریلو ماحول کو دینی، روحانی اور اصلاحی پہلو میں خود کفیل بنائیں۔ یوں تو

آپ کی ہر کتاب علم کا ایک خزانہ ہے مگر وہ کتابیں جو آپ نے کسی کے جواب میں

”علمی و تحقیقی جائزہ“ کے نام سے لکھیں یا کسی کی علمی و تحقیقی اغلاط کی نشاندہی میں لکھیں

خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں مثلاً ”درود و سلام شان خیر الانام“ جناب جسٹس تقی عثمانی

دیوبندی عالم کے جواب میں لکھی گئی اور ”ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک کی کتاب توحید اور

وجود باری تعالیٰ کا علمی و تحقیقی جائزہ“ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے آپ کی کتب ایک

(11)۔ ندائے یامحمد یا رسول اللہ ﷺ (12)۔ نماز سے متعلق تین اہم مسئلے

(13)۔ پروفیسر طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ (14)۔ تفسیر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

(15)۔ شدید غصہ میں دی گئی طلاق کا شرعی حکم (16)۔ تفسیر بسم اللہ الرحمن الرحیم

(17)۔ مسئلہ صلوٰۃ و سلام قبل اذان (18)۔ اسلام میں ٹیکسوں کی شرعی حیثیت

(19)۔ سورۃ یس مع اردو ترجمہ و تفسیر (20)۔ حج اور قربانی

(21)۔ عید اسلام (22)۔ نجات الوالدین الکریمین

(23)۔ معرفت خداوندی (24)۔ پردہ کی شرعی حیثیت

(25)۔ سورۃ ملک مع ترجمہ و تفسیر (26)۔ ذکر و وسیلہ

(27)۔ الشاہ احمد رضا بریلوی (28)۔ عالم برزخ

(29)۔ مسئلہ علم غیب و وسیلہ (30)۔ الوطائف القادریہ

(31)۔ قرآن کیسے جمع ہوا؟ (32)۔ فضائل اہل بیت

(33)۔ مجموعہ حیات اولیاء (34)۔ عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن

(35)۔ شرح جامی کا اردو ترجمہ (36)۔ حالات امام بخاری علیہ الرحمۃ

(37)۔ مسئلہ رفع یدین (38)۔ جہاد اسلامی (اردو۔ انگلش)

(39)۔ معجزات مصطفیٰ ﷺ (40)۔ مسائل و فضائل زکوٰۃ و صدقات (اردو۔ انگلش)

(41)۔ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (42)۔ اسلام کا قانون شہادت

(43)۔ معاشیات نظام مصطفیٰ ﷺ (44)۔ لباس مسنون

(45)۔ ایکشن یا سلیکشن (46)۔ علماء اور حکمرانوں کے درمیان تعلق کی اہمیت

بحر بے کراں ہیں دینی روحانی اصلاحی علم حق کے متلاشی ان کتب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ ۱۹۹۸ء میں آپ نے علم نحو کی مشہور کتاب الکافیہ کی عربی شرح الوافیہ پر چار جلدوں پر مشتمل عربی میں تحقیق و تخریج لکھی الکافیہ جو کہ پورے عالم اسلام کے دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی عربی زبان میں شرح فرما کر پنجاب یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی (دکٹورہ) کی ڈگری حاصل کی۔ نیز طبیہ کالج لاہور میں چار سالہ طب کا کورس کر کے گورنمنٹ سے طبیب کی ڈگری بھی حاصل کی۔

علمی و دینی ذوق:۔ آپ کے علمی و دینی ذوق کا یہ حال ہے کہ اپنی آبائی زمینیں اور مکانات جو آپ کے ورثے میں آئی تھیں سب بیچ کر مدرسہ اور لائبریری پر خرچ کر دیا اور سارا دن لائبریری میں بیٹھ کر مطالعہ اور تحریر و تدریس میں مصروف رہتے ہیں اور اپنے صاحبزادوں کو بھی اسی لائن پر چلایا آپ کے بڑے صاحبزادے احمد سعید قادری ہومیوڈاکٹر اور بہترین عالم ہیں جامعہ کے وائس چانسلر اور درس نظامی پڑھاتے ہیں اور دوسرے صاحبزادے علامہ محمد وحید قادری درس نظامی کے فاضل اور یونیورسٹی سے ایم۔ اے ہیں وہ بھی جامعہ کے استاذ و ناظم اعلیٰ و تعلیمات ہیں اور تیسرے صاحبزادے علامہ محمود سعید قادری درس نظامی سے فارغ و انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد سے ایل ایل بی لاء اینڈ شریعہ ہیں چوتھے بیٹے محمد حماد قادری نے ایف۔ اے کے بعد درس نظامی شروع کیا جو درس نظامی کے دوسرے سال میں زیر تعلیم ہیں اور پانچویں سب سے چھوٹے بیٹے محمد باذل قادری قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔

تفصیل غیر ملکی تبلیغی دورے، مناظرے:۔ قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب مصنف کتب کثیرہ، دینی خدمات کے جذبے سے اکثر تبلیغی دورے فرماتے رہتے ہیں۔ صدر جنرل ضیاء الحق شہید کے زمانہ میں آپ نے چین کا انتہائی کامیاب سرکاری دورہ کیا۔ جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کی درخواست پر آپ جنوبی افریقہ کے کئی دورے کر چکے ہیں بلکہ ۱۹۸۶ء میں جنوبی افریقہ کے دورے کے دوران (شہر کپ ٹاؤن) مرزائیوں کے ساتھ تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا آخر میں مرزائی لیڈر سلیمان ابراہیم لا جواب ہو کر مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا اور اس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح کے کئی مناظروں میں حضرت کاظمی علیہ الرحمۃ نے آپ کو بھیجا تو ان کی دعا سے ہمیشہ آپ کامیاب و فتیاب رہے۔

(لیڈی سمٹھ) میں دیوبندی مولانا عبد الرزاق سے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر مناظرہ ہوا جس پر انہوں نے اقرار کیا کہ واقعی یہ عبارات گستاخانہ و کفریہ ہیں اس مناظرہ کی بھی کیسٹ موجود ہے آپ برطانیہ کا بھی چار دفعہ تبلیغی دورہ کر چکے ہیں ایک موقع پر آپ سلطان باہوٹرسٹ یو۔ کے ٹھہرے ہوئے تھے کہ مرزا طاہر احمد نے (جنگ) لندن میں ختم نبوت کے حوالے سے ایک بیان دیا جس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے اسے بھی مناظرہ کا چیلنج کیا جو کہ برطانیہ (جنگ) اخبار کی شہہ سُرخ سے یہ خبر شائع ہوئی جس پر مرزا طاہر احمد نے مناظرہ کرنے اور گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اسی طرح آپ متحدہ عرب امارات کئی مرتبہ تبلیغی دورے فرما چکے ہیں۔ یورپین ممالک جرمنی، ہالینڈ، انگلینڈ، ساؤتھ افریقہ اور متحدہ عرب امارات کے بھی دورے کر چکے ہیں ان ممالک کے علاوہ تقریباً اکثر ممالک میں

آپ کے کثیر تعداد میں مریدین ہیں علاوہ ازیں پاکستان میں بھی ارادتمندوں کا ایک وسیع حلقہ موجود ہے چونکہ کویت میں حلقہء ارادت ہے وہاں ایک مرتبہ تشریف لے گئے تو دورہ کویت کے دوران کویت کے سابق وزیر برائے مذہبی امور شیخ طریقت علامہ سید یوسف ہاشم الرفاعی جو دین اسلام اور خصوصاً مسلک اہل سنت کی مثالی خدمات سرانجام دے رہے ہیں ان کی موجودگی میں قبلہ مفتی صاحب نے عربی میں خطاب فرمایا اور اعلیٰ حضرت کے کچھ نعتیہ کلام حدائق بخشش کا بھی عربی میں ترجمہ کر کے اس کی تشریح فرمائی۔ جس پر قبلہ رفاعی صاحب بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام حدائق بخشش کا عربی ترجمہ فرمادیں۔ جو کہ مسلک حق اہل سنت کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور اہل عرب اس سے خوب استفادہ کر سکیں گے آپ نے پاکستان میں بھی کئی مناظرے کئے جبکہ چیچہ وطنی میں ایک مشہور عیسائی پادری سعید المسیح سے کئی دن مناظرہ کیا آخر میں وہ بھی آپ کے علمی دلائل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا اور توبہ کر کے مشرف باسلام ہو گیا جو عیسائی پادری تائب ہوا اُس کا نام احمد سعید رکھا گیا آج کل وہ کراچی میں ایک مبلغ اسلام کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہا ہے علاوہ ازیں موضع کبیر میں دربار شریف حضرت پناہ سے ملحقہ مسجد میں ایک قابض دیوبندی خطیب نے مناظرے کا چیلنج کیا جب حضرت مفتی صاحب علماء اہل سنت کی معیت میں وہاں پہنچے تو مذکورہ مولوی صاحب میدان سے بھاگ گئے۔ آخر میں ۱۲ بزرگوں کے اسماء گرامی جن سے آپ کو خلافت ملی ہے۔

شریعت و طریقت کی سندیں و خلافتیں

- ۱۔ حضرت قبلہ سید احمد سعید کاظمی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ و قادریہ و نقشبندیہ و سہروردیہ کی خلافت۔
- ۲۔ استاذ العلماء و شیخ طریقت حضرت غلام جہانیاں علیہ الرحمہ (ڈیروی) سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ چشتیہ معینیہ، فریدیہ کی خلافت۔
- ۳۔ مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ کی خلافت۔
- ۴۔ شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مظہریہ مجددیہ کی خلافت۔
- ۵۔ مفتی عرب و عجم قطب مدینہ منورہ ضیاء الامۃ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ کی و سلسلہ اشرفیہ کچھوچھو شریف و سلسلہ بہانیہ کی اور حضرت قطب مدینہ کو حضرت سیدنا علی حسین اشرفی کچھوچھو شریف علیہ الرحمہ اور امام یوسف بن اسماعیل بہانی علیہ الرحمہ سے براہ راست خلافت حاصل تھی۔
- ۶۔ استاذ العلماء فقیہ امت حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں علیہ الرحمہ (لاہوری) سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ و خفییہ (شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ) کی خلافت۔
- ۷۔ حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین بغدادی علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت۔

فہرست

۸۔ شیخ الاسلام حضرت امام محمد بن زکریا مدنی انصاری (مدینہ منورہ) سے علوم

شریعت کے ساتھ چاروں سلسلوں کی خلافت۔

۹۔ شیخ الاسلام حضرت امام سید محمد بن سید علوی مالکی مکی (مکہ مکرمہ) سے

چاروں سلسلوں کے علاوہ جملہ بلاد عرب و عجم کے مشائخ کبار کے جملہ سلاسل شریفہ کی اجازت و خلافت۔

۱۰۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ (فیصل

آبادی) سے خلافت۔

۱۱۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان سیدی ابوبركات سید احمد الوری رحمۃ اللہ علیہ لاہور

سے خلافت۔

۱۲۔ سلطان الفقراء والصوفیہ حضرت غلام رسول ریاض آبادی (ماتانی) خلیفہ

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ سے خلافت۔ یہ تھیں آپ سے متعلق معلوماتی گزشتات جو کہ ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں۔

اللہ رب العزت ایسے پاکان امت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی

فرمائے امین

دعا گو

مہینجر عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۱۶	عبدیم القرصتی	۱
۱۷	ڈاکٹر صاحب خدا کے وجود پر یقین نہیں رکھتے	۲
۱۸	منطق کیا ہے؟	۳
۲۰	انکار خدا کی دعوت	۴
۲۱	ڈاکٹر صاحب سوفسطائیہ خیالات رکھتے ہیں	۵
۲۳	کیا وجود باری صرف ترجیحی حیثیت سے ثابت ہے	۶
۲۳	علامہ اقبال پر غلط الزام	۷
۲۴	ڈاکٹر صاحب کفار کی پیروی کرنا	۸
۲۵	اپنے منہ اپنی تردید	۹
۲۶	قرآن کا انکار	۱۰
۲۶	اسلامی فکر	۱۱
۲۷	منطقی تقاضا	۱۲
۲۷	باقی رہ گیا ایک خدا	۱۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۴	کیا انبیاء اور رسول "انسانیت" کی طرف بھیجے گئے؟	۳۰
۱۵	"انسانیت" کا معنی	۳۰
۱۶	ڈاکٹر صاحب نے نہ توحید کا معنی بیان کیا نہ تعریف	۳۲
۱۷	ضرورت تعریف	۳۲
۱۸	توحید کی تعریف	۳۳
۱۹	توحید کے خواص	۳۴
۲۰	قدیم و ازیں وابدی اور واجب الوجود لذاتہ کا مطلب	۳۵
۲۱	توحید کی تین قسمیں	۳۶
۲۲	توحید کی قسموں میں ڈاکٹر صاحب کو مغالطہ	۳۷
۲۳	ڈاکٹر صاحب ابن عبد الوہاب نجدی کے تصور توحید کے پرکار ہیں	۳۷
۲۴	ابن عبد الوہاب نجدی کون تھے؟	۳۸
۲۵	ابن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں امام و صدر علماء دیوبند کے خیالات	۴۲
۲۶	امام ابن تیمیہ	۵۱
۲۷	توحید کی قسمیں	۵۵
۲۸	وہابی توحید کی اقسام	۵۵
۲۹	اسلامی توحید کی تین قسمیں	۵۷
۳۰	(۱) توحید ذاتی	۵۷
۳۱	(۲) توحید صفاتی	۵۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۲	(۳) توحید فعلی	۵۹
۳۳	توحید ربوبیت کے بیان میں ڈاکٹر صاحب کی غلط فہمی	۶۰
۳۴	ڈاکٹر صاحب قسموں کا مطلب بھی نہیں سمجھتے	۶۰
۳۵	(۱) توحید ربوبیت	۶۱
۳۶	(۲) توحید علمی و خبری	۶۲
۳۷	(۳) توحید ارادی طلبی	۶۳
۳۸	نقشہ توحید	۶۴
۳۹	کیا اللہ تعالیٰ کی کوئی ایسی صفات ہیں جن میں کوئی اور شریک ہو سکتا ہے۔	۶۴
۴۰	ڈاکٹر صاحب خود شرک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔	۶۵
۴۱	عقیدہ اہلسنت	۶۶
۴۲	امام احمد رضاؒ کا عقیدہ	۶۸
۴۳	ڈاکٹر صاحب کے مغالطہ کا سبب	۶۹
۴۴	مسئلہ علم غیب	۷۱
۴۵	غیب کی تعریف	۷۲
۴۶	غیب کی قسمیں	۷۳
۴۷	اللہ تعالیٰ کے ساتھ کون سا غیب خاص ہے؟	۷۴
۴۸	استخراج مسائل	۷۸
۴۹	بندے غیب جانتے ہیں۔	۷۹
۸۰		

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۰	غیر خدا کے بارے میں علم غیب کا اعتقاد شرک نہیں	۸۲
۵۱	صحیح العقیدہ مسلمان کو شرک قرار دینے کی ابتداء	۸۳
۵۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شرک کا فتویٰ	۸۴
۵۳	جاہلیت	۸۵
۵۴	ڈاکٹر صاحب کی بہتان تراشی	۸۸
۵۵	امام اہلسنت اعلیٰ حضرت بریلوی کا عقیدہ	۹۰
۵۶	علم ماکان و مایکون	۹۲
۵۷	اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے علم میں فرق	۹۲
۵۸	امام طیبی کا ارشاد	۹۴
۵۹	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ماکان و مایکون	۹۵
۶۰	علم غیب کے بارے میں اجماعی مسائل	۹۶
۶۱	علم غیب کے بارے میں اختلاف کی نوعیت اور مسلک عرفاء	۹۹
۶۲	قرآن سے ثبوت	۱۰۰
۶۳	امام محمود آلوسی م ۱۲۶۰ھ	۱۰۱
۶۴	علامہ قاضی ثناء اللہ مظہری م ۱۲۲۵ھ	۱۰۲
۶۵	وسعت علوم قرآن	۱۰۳
۶۶	علامہ آلوسی کی تفسیر	۱۰۴
۶۷	شیخ اکبر کا قرآن سے استخراج	۱۰۵
۶۸	الجفر الجامع	۱۰۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۶۹	استخراج مسائل	۱۰۷
۷۰	خفاجی علیہ الرحمۃ	۱۰۸
۷۱	علامہ خفاجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں	۷۲
۷۲	الجفر والجامع	۷۳
۷۳	تفسیر ابن کثیر	۷۴
۷۴	علامہ سید حوی	۷۵
۷۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کل علم اور برائی کا علم دیا گیا	۷۶
۷۶	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین و دنیا و آخرت کی کل جہلاتوں کا علم دیا گیا۔	۷۷
۷۷	قرآن ہر شخص کے لیے برابر واضح نہیں ہے	۷۸
۷۸	علامہ آلوسی کا ارشاد	۷۹
۷۹	علامہ خازن کا ارشاد	۸۰
۸۰	حافظ ابن کثیر	۸۱
۸۱	علامہ زحیلی	۸۲
۸۲	حضرت آدم علیہ السلام اور کل علم	۸۳
۸۳	ماکان و مایکون کا عقیدہ اہل جنت کا عقیدہ ہے	۸۴
۸۴	علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیث و شروح	۸۵
۸۵	رک روشنی میں	۸۶
۸۶	ایک سوال کا جواب	۸۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۸۶	شکل شئی کل علم	۱۴۵
۸۷	شکل و جزوی علوم	۱۴۴
۸۸	شکل شئی کا علم	۱۴۲
۸۹	جو چاہو پوچھو	۱۴۶
۹۰	قیامت تک آنے والے فتنہ گروں کی خبر	۱۴۷
۹۱	گھوڑوں کے رنگ بھی بتا دیئے	۱۴۸
۹۲	ضروری وضاحت	۱۵۰
۹۳	علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۱۵۰
۹۴	اعتراض نمبر ۱ جواب	۱۵۱
۹۵	وحی کی تین صورتیں	۱۵۲
۹۶	اعتراض نمبر ۲	۱۵۵
۹۷	امام رازیؒ	۱۵۷
۹۸	امام اسماعیل حنفیؒ	۱۵۸
۹۹	امام علاؤ الدین البغدادیؒ	۱۵۹
۱۰۰	امام سمیع حلبیؒ	۱۶۰
۱۰۱	نفی اثبات سوکھی	۱۶۰
۱۰۲	امام اہل حق شیخ اکبر محمد الدین بن عربیؒ	۱۶۱
۱۰۳	خزائن النبیہ	۱۶۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۰۴	اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۶۶
۱۰۵	علم تحقیق سے عاری ڈاکٹر	۱۶۷
۱۰۶	تین یا تین	۱۶۷
۱۰۷	دو قابل توجہ	۱۶۸
۱۰۸	حرف استثناء کا قاعدہ	۱۶۸
۱۰۹	کافرانہ عقیدہ	۱۶۹
۱۱۰	دوسرا حصہ	۱۷۰
۱۱۱	ازالہ شبہ	۱۷۱
۱۱۲	شیخ احمد صاوی مالکی مصریؒ	۱۷۱
۱۱۳	تواضع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۷۳
۱۱۴	محمد اکرم اعوان صاحب کا عقیدہ	۱۷۴
۱۱۵	استخراج مسائل	۱۷۵
۱۱۶	تمام غیوب	۱۷۵
۱۱۷	سب سے بڑا غیب	۱۷۶
۱۱۸	اعلیٰ حضرتؒ کی تائید	۱۷۶
۱۱۹	اطلاع اور علم میں فرق	۱۷۸
۱۲۰	اعوان صاحب کی غلط فہمیاں	۱۷۸
۱۲۱	اطلاع سبب علم ہے	۱۷۸
۱۲۲	علم کے تین اسباب	۱۷۹

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۲۰۲	محبت ہو تو اللہ سے	۱۴۲
۲۰۲	ایمان سے محبت	۱۴۳
۲۰۲	چچا سے محبت	۱۴۴
۲۰۳	ماں سے محبت	۱۴۵
۲۰۵	مسئلہ وسیلہ	۱۴۶
۲۰۶	جواب	۱۴۷
۲۰۶	اللہ سے ڈرنا	۱۴۸
۲۰۷	کون سی محبت شرک ہے	۱۴۹
۲۰۷	وسیلہ ڈھونڈنا	۱۵۰
۲۰۷	جاہد دانی سیال اللہ	۱۵۱
۲۰۷	شخصیات کا وسیلہ	۱۵۲
۲۰۸	اعیان و اعراض	۱۵۳
۲۰۸	مفسرین و مفسرین کی رائے	۱۵۴
۲۰۸	علامہ امام احمد عیسیٰ حنفیؒ	۱۵۵
۲۰۹	حافظ شیرازی	۱۵۶
۲۰۹	شاہ ولی اللہ کے والد محترم	۱۵۷
۲۱۰	حاجی امداد اللہ صاحب بریلوی	۱۵۸
۲۱۱	شاہ اسماعیل دہلوی	۱۵۹
۲۱۱	فائدہ بکراۃ امرأ	۱۶۰

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۱۸۰	اعوان صاحب کی دوسری بخش غلطی	۱۲۳
۱۸۱	نبی کی شان بربان اعوان	۱۲۴
۱۸۲	اہمیت تعلیم عقائد	۱۲۵
۱۸۳	آمد برسر مطلب	۱۲۶
۱۸۴	منطقی جواب	۱۲۷
۱۸۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر حاصل ہو گئی	۱۲۸
۱۸۶	رفع تاملی رفع مقدم ہے	۱۲۹
۱۸۸	منسوخ سے استدلال	۱۳۰
۱۸۸	ناسخ و منسوخ سے بے خبر کو واعظ کا حق نہیں	۱۳۱
۱۸۹	قوم کی بد قسمتی	۱۳۲
۱۸۹	بددیانتی	۱۳۳
۱۹۰	شرم تم کو مگر نہیں آتی	۱۳۴
۱۹۲	تفاسیر	۱۳۵
۱۹۶	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ	۱۳۶
۱۹۶	جواب	۱۳۷
۱۹۷	صحابہ کا امتحان	۱۳۸
۱۹۸	صحابہ کا ایمان افروز بیان	۱۳۹
۲۰۰	خط بحث	۱۴۰
۲۰۱	ڈاکٹر صاحب کی وضو کہ بازی	۱۴۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

عرض مصنف

راقم نے کوشش کی ہے کہ اس "تحقیقی جائزہ" میں دلائل کی زبان سے بات کی جائے اور ڈاکٹر صاحب کا ادب احترام بھی ملحوظ رہے، کیونکہ مقصد نہ تو مخالفت برائے مخالفت ہے اور نہ ہی اپنے علمی تفوق کا اظہار بلکہ مقصد صرف اور صرف رضا کے الہی کا حصول اور عامۃ المسلمین کی صحیح رہنمائی ہے۔ اس کے باوجود خطا و نسب ان کا امکان ہے اس لئے اگر کوئی ایسا کلمہ درج کتاب ہو جائے جسے محترم ڈاکٹر صاحب اپنے شایان شان نہ سمجھیں تو راقم ڈاکٹر صاحب سے پیشگی معذرت خواہ ہے کہ اس سے مقصد صرف اظہار حق ہو گا نہ ایذا خاطر شریف۔

منظور ہے گذارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۲۱۲	قرآن متعدد معنی رکھتا ہے	۱۶۱
۲۱۳	اولیاء و سبلہ ہیں	۱۶۲
۲۱۷	استخراج مسائل	۱۶۳
۲۱۵	خطا امام ابن تیمیہ	۱۶۴
۲۱۹	احادیث توسل	۱۶۵
۲۱۹	عمل حضرت آدم	۱۶۶
۲۲۱	مزے کی بات	۱۶۷
۲۲۲	ولادت سے پہلے وسیلہ	۱۶۸
۲۲۷	وصال شریف کے بعد وسیلہ	۱۶۹
۲۲۶	لا علاج امراض سے شفاء	۱۷۰
۲۲۶	قبر انور سے توسل	۱۷۱
۲۲۹	اللہ کے پتے	۱۷۲
۲۳۰	وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شایا اللہ	۱۷۳
۲۳۱	صلوۃ غوثیہ	۱۷۴
۲۳۱	امام شطرنوی	۱۷۵
۲۳۳	امام خمیر الدین الرطبی کا فتویٰ	۱۷۶
۲۳۳	شیخ علماء دیوبند کا فتویٰ	۱۷۷
۲۳۵	امام اہلسنت کا عقیدہ	۱۷۸

وَجْه تَالِيف

محترم ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب کی ایک کتاب ”وجود باری تک اور توحید“ نظر سے گذری۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کو کئی ایک حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ اس کا سواں حصہ جو کتاب کے صفحہ ۲۶۴ سے شروع ہو کر صفحہ ۳۷۷ پر ختم ہوتا ہے، دیکھ کر راقم کو حیرت ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب نے اگرچہ اس حصہ کا عنوان ”توحید“ کے نام سے قائم فرمایا ہے مگر انہوں نے سارا زور فہم توحید کی تحقیق و شرک کی تردید کی بجائے جمہور مسلمین اہل سنت و جماعت کے عقائد پر بے جا اور غیر مضفانہ تنقید پر صرف کر ڈالا ہے جو کیا اہل علم کہلائیو اے کی شان کے لائق ہرگز نہیں ہے

سیقہ یہ ہے علم کے حاملوں کا

تو پھر پوچھنا کیا زبے جا ہوں کا

راقم اس کتاب کے مطالعہ سے پیشتر ڈاکٹر صاحب کو صاحب علم و تحقیق سمجھتا تھا مگر اس کتاب کے مطالعہ سے راقم کو اپنی غلط فہمی کا احساس ہوا اور راقم اسی نتیجہ پر پہنچا کہ ڈاکٹر صاحب ڈاکٹر ٹیٹ ایسی ڈگری رکھنے والی وی پر زور بیانی کا مظاہرہ کرنے اور بہت سے سادہ لوح اُردو و انگریزی خواندہ حضرات کے ہاں ایک عظیم مفکر کہلانے کے باوجود، علم عقائد سے بالعموم اور علم توحید سے بالخصوص ناواقف، غلط فہمیوں کا شکار بلکہ قرآن و سنت اور تعلیمات اسلاف کی روح سے کوسوں دور ہیں۔ بہت شور مینتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ غم نہ نکلا

بلاشبہ عقائد کے معاملہ میں بالعموم اور تصور توحید کے سلسلے میں بالخصوص جس راستہ پر ڈاکٹر صاحب کا مزن ہیں وہ قرآن و سنت اور تعلیمات صحابہ و تابعین و ائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے راستہ سے ہٹ کر ایک سنان تاریک اور نور حق سے محروم راستہ ہے اس راستہ پر چلنے والے پر نور حق کا در کبھی نہیں کھلتا اور اس کے مقدمے میں بھٹکنے کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہے

پڑے ہیں دور تک سنان رستے

ادھر تو بند ہے در روشنی کا

ڈاکٹر صاحب: معاف فرمائیں یہ بات خود ڈاکٹر صاحب کے مسلم امام جناب علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد جناب امام ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ اپنی کتاب اعلام الموقعین میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

من عدل عن طریقہ ذات
الیمین و ذات الشمال فذا لك
المنقطع التائه في بیداء المہالك
والفضلال۔
جو صحابہ کے راستہ سے دائیں و بائیں
پھر گیا پس وہ راہ راست سے کٹ چکا
وہ ہلاکتوں کے جنگل اور گمراہی میں بھٹکے
والاحیران و سرگرداں انسان ہے۔

(اعلام الموقعین ج ۱ ص ۵)

یعنی جو شخص قرآن و سنت اور صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کی تعلیمات سے ہٹ کر دائیں یا بائیں کسی دوسرے راستہ پر چل نکلا وہ راہ راست سے کٹ کر ہلاکتوں اور بربادیوں کے جنگل اور گمراہی میں حیران و سرگرداں انسان قرار پاتا ہے۔

اب یہ بات ہمارے ذمہ ہے کہ ہم قرآن و سنت اور صحابہ و تابعین و اتباع تابعین اور ائمہ دین منین کی تعلیمات کی روشنی میں مدلی طور پر ثابت کریں گے کہ محترم ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب اپنی کتاب مذکور کے حوالہ سے راہ راست سے

ہٹ چکے ہیں بلکہ کتابیں جو انہوں نے جہو مسلمانوں (اہل سنت و جماعت) کے عقائد پر تنقید کا اندازہ دار دکھا ہے وہ انتہاء پسندانہ ہے اور اس سے بڑھکر انتہاء پسندی کیا ہو سکتی ہے کہ جناب نے نہ صرف انہیں مشرک قرار دیا بلکہ دورِ جاہلیت کے مشرکین سے بھی بدتر ہے

رودادِ ستم اور داستانِ خائے فلک
سب کچھ کہیں گے ان سے ملاقات بھی تو ہو

عیدِ افرصتی

پڑھانا، ماہنامہ "البت" کے تحقیقی مضامین لکھنا، افکار کا کام کرنا، جامعہ کے معاملات پر توجہ دینا، اور ترجمہ قرآن کریم لکھنا، اس طرح کی بہت سی مصروفیات کا سامنا رہتا ہے، ڈاکٹر صاحب! کتاب پڑھ کر محسوس ہوا کہ اس کتاب سے بہت سے خال الذہن اور محض اردو یا انگریزی خواندہ سادہ لوح مسلمان نہ صرف سیدھے راستے سے بھٹک جائیں گے بلکہ مسلکِ حق جو جہو مسلمانوں کا مسلک اور قرآن و سنت اور تعلیماتِ اسلاف کا آئینہ دار ہے، کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو جائیں گے، اب اس سے انہیں بچانا ایک بہت بڑا فرض ہے بلکہ وقت کا افضل جہاد ہے۔
خاموش ہوئے ہم تو بھٹک جائیں سادہ لوح

اب چراغوں کو اندھیروں میں جلا رکھنا ہے

لہذا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اس سے توفیق کی طلب کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب کی کتاب کا علمی و تحقیقی جائزہ لکھنا شروع کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہٴ حبیب سے اللہ تعالیٰ اس حقیر سی کوشش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو عائد المسلمین کے لئے عموماً اور متلاشیانِ حق کے لئے خصوصاً منارہ نور

بنائے۔ آمین۔

اور اگر محترم ڈاکٹر صاحب بہ نظر انصاف اسے ملاحظہ فرمائیں تو شاید وہ سیدھے راستے پر لوٹ آئیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اسکی توفیق دے۔ آمین۔

ذیل گے انہیں اور ضرور دیں گے یہی دعا تا یومِ نشور دیں گے
فارغینے: ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب کی ڈاکٹر ٹی کی بڑی ڈگری اپنی جگہ کر
آپ ان کو اگر ان کی کتاب "وجود باری تعالیٰ اور توحید" کی روشنی میں دیکھیں گے تو آپ کو یہ معلوم کر کے سجدہٴ تعجب ہوگا کہ موصوف لوگوں کی نظروں میں بڑے علامہ اور مفکر اسلام ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ایمان کے پہلے رکن "ایمان باللہ" کی نعمت تک سے محروم ہیں۔ یہ محض مخالفانہ تنقید نہیں بلکہ ایک روشن حقیقت ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے وجود پر یقین نہیں رکھتے | قرآنی

آپ کو معلوم کر کے تعجب ہوگا کہ محترم ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب نے "وجود باری تعالیٰ" پر کتاب تو لکھ ڈالی ہے اور دُوسروں کو وجود باری تعالیٰ کا یقین دلانے کے لئے ادھر ادھر سے مواد بھی اکٹھا کر کے کتاب کا پیٹ بھر دیا، مگر ان کا اپنا پیٹ وجود باری تعالیٰ پر یقین سے خالی ہے۔ فارسی زبان میں بزرگوں کا یہ منقولہ محترم ڈاکٹر صاحب پر صادق آتا ہے "دیگرے رانجیت خود رانجیت" کہ دُوسروں کو وجود باری تعالیٰ کو تسلیم کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے یہی مگر خود کو اس کے یقین کی نعمت سے محروم رکھے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی اس حالت پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے کہ اُدھر سے صاحبِ یقین اور اندر سے بے یقین، یہ اہل علم، یہ اہل فکر یہ محقق

اور یہ ڈاکٹر صاحب اہلِ ملت کے لئے مجھ کو ہے ماتم کرنا
ان کی خاطر ہے مجھے بزم میں گر یہ کرنا

پچانچہ ڈاکٹر صاحب چند گفتگوئیں کے عنوان کے تحت یہ سرخی جاتے ہیں۔
 ”کیا خدا کا وجود منطقی طور پر ثابت کیا جاسکتا ہے؟“

منطق کیا ہے؟

منطق ایک علم عقل ہے جس میں کچھ قواعد بنائے جاتے ہیں اور وہ قواعد عقل
 نوعیت کے ہوتے ہیں ان قواعد کے صحیح استعمال سے انسان کی سوچ ٹھوکر نہیں کھا
 سکتی اور جو منطقی گمراہ ہوئے انہوں نے دراصل منطق کے قواعد کا صحیح استعمال ہی نہیں کیا۔
 پچانچہ علامہ مصطفیٰ آفندیؒ نے کشف الظنون میں لکھتے ہیں کہ

المنطق لکونہ حاکما علی
 جمیع العلوم فی الصحة والسقم
 والقوة والضعف سماہ
 الفارابی رئیس العلوم۔
 منطق چونکہ صحت و سقم، قوت اور ضعف
 میں فیصلہ کرنے والا علم و فن ہے اس لئے
 امام فارابیؒ م ۳۲۹ھ نے اس کا نام
 رئیس العلوم رکھا۔

(ج ۲ ص ۱۸۶۲)

یعنی علم منطق ایک ایسا عقلی علم ہے کہ اس کے اصول و قواعد کے صحیح استعمال
 سے انسان پر واضح ہو جاتا ہے کہ صحیح بات کو کنسی ہے اور غلط کو کنسی، قوی کو کنسی ہے
 اور ضعیف کو کنسی۔ اس لئے اس کا نام امام فارابی نے رئیس العلوم رکھا۔

اور امام بوعلی ابن سینا نے اس بنا پر کہ یہ علم علوم کسبہ نظریہ اور عملیہ
 کی تحصیل میں تمیز کا کام دیتا ہے یعنی مقصود بالذات ہونے کی حیثیت سے نہیں
 بلکہ ایک آلہ یا تمیز ہونے کی حیثیت سے، اس کا نام ”خادم العلوم“ رکھا۔

علامہ مصطفیٰ آفندیؒ نے کشف الظنون میں لکھتے ہیں کہ حجۃ الاسلام امام
 غزالی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۰۵ھ نے فرمایا کہ

من لم یعرف المنطق
 فلا ثقتہ فی العلوم
 اصلا وسماء معیار العلم۔
 جو منطق نہیں جانتا علوم میں اس کا ہرگز
 کوئی بھروسہ نہیں اور امام غزالی علیہ الرحمۃ
 نے اس کا نام معیار العلم (علم کی کوئی) رکھا۔
 (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۸۶۲)

اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمانا کہ
 ”وجود باری تعالیٰ پر دلائل تو دیئے جاسکتے ہیں۔ آیات بنیات اور
 براہین تو حشر سے دیئے جاسکتے ہیں لیکن منطقی ثبوت کسی چیز
 کے بارے میں بھی نہیں دیا جاسکتا یعنی اس طرح جیسا کہ ۴ = ۲ + ۲“
 (وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۳۵)

اس کے جواب میں محترم ڈاکٹر صاحب کے حضور تحفہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ
 الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“ ہی پیش کیا جاسکتا ہے اور یا ان کی عقل رفتہ پر ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا
 إِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ“ ہی پڑھا جاسکتا ہے۔

قارئین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اس حد تک یقین
 نہیں رکھتے جس حد تک ۲ + ۲ کے چار ہونے پر۔

اب ڈاکٹر صاحب ارشاد فرمائیں کہ جو شخص قرآن و سنت کے دلائل و براہین
 جن سے آپ اللہ تعالیٰ کی ہستی ثابت کرتے ہیں کو نہیں مانتا اور وہ کہتا ہے کہ
 مجھے منطقی (عقل) دلائل سے خدا تعالیٰ کی ہستی ثابت کر کے دکھاؤ، تو کیا ڈاکٹر
 صاحب اسے یہ جواب دیں گے کہ ”وجود باری تعالیٰ کو منطقی و عقلی دلائل سے اس
 طرح ثابت نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ ۲ + ۲ = ۴؟ اس طرح وجود باری تعالیٰ
 کا کوئی منکر وجود باری تعالیٰ کا قائل ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں میرے خیال میں
 ڈاکٹر صاحب کی یہ بات ”گھر کا بھییدی لنگہ ڈھانے“ کے محاورہ کے مطابق

وجود باری تعالیٰ کا ایک داعی خود ہی اپنی دعوت کی معقولیت کا منکر ہوا جا رہا ہے۔ اور اپنے نظریہ کی عمارت قائم کرنے کے بعد اسے اپنے ہاتھوں خود ہی منہدم کر رہا ہے۔ وہ دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے پراخ سے

انکار خدا کی دعوت

ڈاکٹر صاحب کچھ ایسے گفتگوؤں میں سے پہلے گفتگو ہی دراصل خالی الذہن لوگوں کے یقین کو متزلزل کرنے کو کافی ہے چنانچہ وہ یہ بات لکھنے کے بعد کہ "اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں کوئی ایسی منطقی دلیل نہیں دی جاسکتی جیسے $2+2=4$ " مزید لکھتے ہیں:

"طالب علمی کے زمانہ کے ایک صاحب بہت شوخی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وجود شوخی کا مظاہرہ کر رہے تھے مجھے شرارت ہو بھی۔ ان سے عرض کیا کہ اگر منطقی ثبوت کی ہی بات چل نکلے تو سب سے پہلے ذرا اپنے ذاتی وجود کو ثابت کر دیجئے تو آج شام پائے ہو جائے۔ کہنے لگے اس کے ثبوت کی کیا ضرورت دیکھ لو سامنے کھڑا ہوں مجھے خاکس خمہ سے محسوس کر سکتے ہو۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ کتے ہو کیا میرے وجود میں کوئی شک ہے؟

میں نے کہا جی ہاں شک ہے پہلے تو یہ ثابت کیجئے کہ آپ جاگ رہے ہیں اور خواب کے عالم میں نہیں اور نہ میں خواب کے عالم میں ہوں۔ اسی لئے کہ بہت دفعہ خواب کے عالم میں بھی ایسا ہوا کہ ہم نے بہت یقین کے ساتھ کسی چیز کو بطور ثبوت کے پیش کیا مالاںکہ وہ سب کچھ خواب

ہی تھا اور کسی چیز کا وجود نہیں تھا، حتیٰ کہ اپنی ذات کا وجود اس جگہ نہیں تھا یہاں تک کہ یہ بھی ہوا کہ ہم نے خواب میں اپنے خواب تک کو بیان کیا ہے۔ (وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۵۶)

قارئین! غور فرمائیے کہ ڈاکٹر صاحب کس طرح مختلف انداز سے اس شخص کی توثیق ایمانی و یقینی کو "وجود وجود باری تعالیٰ" پر رکھتا ہے کمزور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اسے پکڑ دے رہے ہیں حتیٰ کہ اسے پکڑ کر رکھ دیا جیسا کہ وہ خود دیکھتے ہیں:

"اس پر وہ صاحب پکڑا گئے کہنے لگے میں تمہیں ایک گھول نہ رسید کرتا ہوں تمہیں خود ہی پتہ چل جائیگا کہ میں موجود ہوں یا نہیں۔ میں نے کہا کہ خواب میں بھی کئی مرتبہ گھولنے بازی ہوئی ہے لیکن وہ خواب ہی ہوتا ہے نہ گھولنے کا وجود ہوتا ہے اور نہ گھول نہ مارنے کا۔" (ص ۲۵۷)

ڈاکٹر صاحب سوفسطائی خیالات لکھتے ہیں

ڈاکٹر صاحب سوفسطائی خیالات لکھتے ہیں کیونکہ تمام حقائق جو اپنے وجود خارجی و عینی کے ساتھ محسوس ہوتے اور دیکھائی دیتے ہیں۔ سب کے سب ڈاکٹر صاحب کے نزدیک محض خواب خیال ہیں۔ چنانچہ ان صاحب کو جو ڈاکٹر صاحب سے بیداری میں بات کر رہے تھے۔ انہیں فرما رہے ہیں کہ وہ اپنا بیدار ہونا ثابت کریں حالانکہ وہ ڈاکٹر صاحب کے سامنے بیٹھے تھے اور بیدار تھے اور ڈاکٹر صاحب انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر بھی انہیں ان کے بیدار ہونے کا یقین نہ تھا اسے محض خواب خیال قرار دینے پر مصر تھے۔ عقائد نفسی میں فراتے ہیں کہ

حقائق الاشیاء ثابت ہیں:

حقائق الاشیاء ثابتہ والعلم اشیاہ کی حقیقتیں ثابت ہیں اور ان کا علم

بہا متحقق خلافاً للوسطائیت۔
محقق ہے بر خلاف وسطائیت۔
اسکے شرح امام علامہ محقق مدنی سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۲۷ھ
فرماتے ہیں کہ

فان منهم من ينكر حقائق الاشياء وينعمانها او هام
وخیالات باطلہ وہم العنادیۃ
(الحی ان قال) والحق انه لا طريق
الح المناظرۃ معهم خصوصاً
الا ادریۃ لا نهم ولا یعترفون
بمعلوم لیثبت به جھول بل
الطریق تعدیہم بالکسار
لیحترقوا او یحترقوا۔
(شرح عقائد ص ۲۲-۲۳)

وسطائے میں سے ایک گروہ حقائق اشیاء
کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ جو کچھ ہمیں
نظر آتا یا محسوس ہوتا ہے سب اولیٰ اور
خیالاتِ باطلہ ہیں اور یہ عناد یہ کہلاتے ہیں
ان کے بعد دوسروں گروہوں کا ذکر کرنے کے
بعد لکھتے ہیں کہ ان تمام وسطائیوں کے
اولاد اور یوں سے بالخصوص مناظرہ و مباحثہ
کرنے کا کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ کبھی معلوم
کو مانستے ہی نہیں جس سے کسی جھول کو ثابت
کیا جائے بلکہ ان سے مباحثہ کا ایک ہی راستہ
ہے وہ یہ کہ ان کو آگ میں ڈالاجائے تاکہ یا تو
اس کے وجود حقیقی کو تسلیم کر لیں یا جہل جائیں۔

جیسا کہ ڈاکٹر صاحب کو اس شخص نے کہا کہ "میں تمہیں گھونسا مارتا ہوں تمہیں درد
ہوگا تو معلوم ہوگا کہ میرا وجود ہے لیکن ڈاکٹر صاحب نے اسے بھی یہ کہہ کر چکرا دیا کہ
خواب میں گھونسنے باری ہوتی ہے۔ اگر وہ امام تفتازانی والا عمل کرتے اور ڈاکٹر صاحب
کو دیالائی سے جلاتے اور ڈاکٹر صاحب درد سے ضرور چلا اٹھتے تب وہ اس شخص کے
وجود کو بیداری کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ مگر انہیں اس بات کا خیال نہ آیا کیوں کہ
انہوں نے شرح عقائد نہیں پڑھی تھی اور امام تفتازانی کے نسخہ کا علم نہیں رکھتے تھے۔

کیا وجود باری صرف ترجیحی حیثیت سے ثابت ہے؟

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ وہ صاحب

"کہنے لگے کہ یہاں یہ دیکھو کہ آیا زائدہ قابل ترجیح بات کیا ہے کہ میں موجود
ہوں یا نہیں، یعنی (MOST PROBABLE) کیا ہے۔ میں نے کہا اب تم
راہ پر آئے پہلے تم ثبوت آگے رہے تھے اب تم یہ پوچھ رہے ہو کہ
دلیل دو۔ اب تم دلیل کی طرف آگئے ہو اور مختلف باتوں میں ترجیح دیکھو
ہے۔ یہی کام ہم وجود باری کے بارے میں بھی کر سکتے ہیں۔ یعنی تو
فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ مختلف باتوں میں سے کون سی بات قابل ترجیح
ہے لیکن کسی بات کا قطعی منطقی ثبوت دینا ناممکن ہے۔" (ص ۲۵)

ہم اس پر "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" کے سوا اور کیا کہہ سکتے
ہیں کہ جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں وجود باری تعالیٰ پر جو دلائل پیش کیے اور ثبوت
پیش کئے اور انہیں قطعی و یقینی طریقہ سے بیان کیا یہاں آخر میں اگر ایسے ڈھیلے ہو گئے
کہ اب ان دلائل کی قطعی منطقی حیثیت سے انحراف و اعراض کر کے انہیں محض ترجیحی حیثیت
پینے پر آ کر آئے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود عدم (ہونے اور نہ ہونے) میں یہ بات قابل ترجیح
ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہے مگر اس پر قطعی منطقی ثبوت دینا ناممکن ہے۔ انا للہ وانا
الیہ راجعون ع

بریں عقل و دانش بے با گر لیت

علامہ اقبال پر غلط الزام ڈاکٹر صاحب نے علامہ اقبال کے درج ذیل شعر

نہری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود

میری نگاہ میں ثابت نہیں وجود سیرا

کو بھی اپنی نا بھی کی وجہ سے اپنے غلط موقف کی تائید میں پیش کر کے علامہ اقبال پر غلط الزام عائد کر دیا کہ وہ بھی کسی چیز کے وجود کو قطعی و منطقی طور پر ثابت نہیں مانتے تھے۔ حالانکہ علامہ کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب ان کے سلام سے سمجھے ہیں بلکہ علامہ اقبال وجود باری تعالیٰ کے منکر سے الزامی طریقہ پر بات کر رہے ہیں جو شخص یہ کہے کہ ”اس کے نزدیک خدا کا وجود ثابت نہیں“ ہم اس سے کہیں گے کہ پھر ہمارے نزدیک تمہارا وجود بھی ثابت نہیں، کیونکہ منکر جو اپنے وجود کو ثابت مانتا ہے کسی کو اس کا خالق تو مانے کا ہی، بس وہی خدا ہوگا۔ اس طرح اسے خدا تعالیٰ کا وجود ماننا لازم ہوگا اور اگر وہ خالق کا وجود نہیں مانے گا تو اس کو مخلوق کے وجود کی بھی نفی کرنا پڑے گی اور مخلوق میں خود منکر کا اپنا وجود بھی ہے اس کی بھی نفی لازم آئے گی لہذا علامہ فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے وجود کا قائل نہیں ہماری نگاہ میں اس کا اپنا وجود بھی ثبوت کا محتاج ہے اور ہمارا دعویٰ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود کا منکر اپنے وجود کو ثابت نہیں کر سکتا۔ علامہ اقبال کا کلام منکر وجود باری تعالیٰ پر الزام ہے جسے ڈاکٹر مفکر غلام مرتضیٰ صاحب نے غلط فہمی سے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں علامہ اقبال کا نقطہ فکر گردان کر ان پر غلط الزام عائد کر دیا ہے کہ وہ بھی وجود باری تعالیٰ کو قطعی و منطقی طور پر ثابت نہیں مانتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کا کفار کی پیروی کرنا ہمیں افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب

نے اشیاء کے حقائق اور موجودات کے وجود کے بارے میں اسلامی مفکرین کی بجائے کفار سائنسدان کی پیروی اختیار فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔

” واضح رہے کہ فلسفہ کی تاریخ میں فلسفیوں کو یہ بات ثابت کرنے میں بہت مشکل آئی کہ ان کا وجود ہے یا نہیں۔ فلسفی اور ریاضی دان نے ڈیکارٹ نے اپنے وجود کے حق میں یہ دلیل دی ہے کہ میں سوچتا ہوں اس لئے میں موجود ہوں۔“ (ص ۲۵)

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب ان الفاظ پر اس بحث کا خاتمہ کرتے ہیں۔ ”حقیقت یہ ہے کہ ثابت تو اپنے وجود کو نہیں کیا جاسکتا، گنجائش کہ کسی اور چیز (وجود باری تعالیٰ) کا منطقی ثبوت لائیں۔“

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۵)

حالانکہ ابھی اسلامی مفکرین کا نقطہ نظر عقائد فلسفی کے حوالہ سے گزرا کہ

”حقائق الاشیاء ثابتہ کہ اشیاء کی حقیقتیں ثابت اور ان کا العلم بها متحقق۔“ علم متحقق و حق ہے۔

اپنے منہ اپنی تردید! ڈاکٹر صاحب کا یہ خیال کہ ”ہم اپنے وجود کو منطقی طور پر ثابت نہیں کر سکتے تو کسی اور چیز اور بالخصوص وجود باری تعالیٰ کو قطعی و منطقی طریقہ کیسے ثابت کر سکتے ہیں“ اپنے منہ اپنی تردید کے مترادف ہے کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی اس کتاب میں متعدد مقامات پر قرآن مجید کے دلائل کو قطعی منطقی دلائل قرار دے کر وجود باری تعالیٰ کو منوانے کی کوشش فرمائی ہے (ملاحظہ ہو)

”وجود باری تعالیٰ پر ایک خاص دلیل ہے اہل فلسفہ اور متکلمین پیش کرتے

چلے آئے ہیں قرآن مجید میں ایک مختلف انداز سے بیان ہوئی ہے دال ان قال تسلسل عقلاً یعنی ہے یکہ انسان اس کے تخیل سے بھی عاجز ہے اس بنا پر لامحالہ سلسلہ علل و اسباب کا نہیں نہ کہیں خاتمہ ہوا ضروری

علمائے ممکن ہی نہیں قرآن مجید میں یہی دلیل پیش کی گئی ہے (اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے قرآن کریم کی سورہ انبیاء آیت ۲۲ - سورہ نمون آیت ۹۱ سورہ حدید آیت ۳ اور سورہ اخلاص نقل فرمائی - (وجود باری تلک اور توحید ص ۱۴۹، ۱۵۰)

ڈاکٹر صاحب نے قرآن مجید میں ان آیتوں میں وجود و توحید باری تلک کے ثبوت میں پیش کئے گئے قرآنی دلائل کو منطقی دلائل اور منطقی اعتبار سے لاجواب دلائل قرار دیا۔

قرآن کا انکار اگر اس بحث کو جا کر بعنوان "کیا خدا کا وجود منطقی طور پر ثابت کیا جاسکتا ہے" ان الفاظ پر ختم کیا کہ

"حقیقت یہ ہے کہ ثابت تو اپنے وجود کو نہیں کیا جاسکتا کجایہ کہ کسی اور چیز

(خدا ہو یا مخلوق) کا منطقی ثبوت لائیں" (وجود باری تلک اور توحید ص ۲۵)

فائزینے۔ غور فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب کی تمام تحقیقات کا انجام کیسا خراب نکلا کہ پہلے تو وجود اور توحید باری تلک کے سلسلے میں قرآن کی متعدد آیتوں سے دلائل پیش کئے اور ان کو منطقی دلائل اور منطقی تقاضے قرار دے دیا ایک بے دین و بے ایمان کا فلسفی نے ڈیکارٹ کے قول کو بنیاد بنا کر آخر میں ایک ایسی بات کر دی جس سے ان سب دلائل پر نہ صرف پانی پھیر دیا بلکہ اپنے ہی پیش کردہ قرآنی دلائل سے اپنا ایمان یقین اٹھا کر اپنے دین و ایمان کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا۔

اسلامی فکر

جناب ڈاکٹر صاحب نے ایک غیر مسلم فلسفی اور ریاضی دان کی فکر کو اختیار کر کے اشیاء کے وجود کو ثابت کرنا مشکل قرار دے ڈالا مگر یہ نہ سوچا کہ اسلامی فکر و تحقیق میں اشیاء کا وجود ثابت ہے۔

عقائد اہم نسفی اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اسلام میں کسی چیز کے وجود

یہی ہر چیز کا نقطہ آغاز ہوگا یعنی وہ علہ العلل یا علہ کل جس پر تمام عینیں ختم ہو جاتی ہیں یہی خلق و پیدائش اور کائنات کے وجود کی اصل علت تھیں قرآن مجید میں یہی منطقی دلیل ایک دو آیتوں میں اس انداز میں مذکور ہے "اس تحریر شریف کے بعد ڈاکٹر صاحب نے قرآن مجید کی سورہ ہود کی آیت ۱۲ اور سورہ نجم کی آیت ۴۲ نقل فرمائی ہے۔ قارئین غور فرمائیں کہ یہاں تو ڈاکٹر صاحب وجود باری تعالیٰ کو قرآن کریم کی دو آیتوں کے حوالہ سے دلیل کے ساتھ ثابت کیا اور قرآن کی ان دونوں دلیلوں کو منطقی دلیلیں ٹھہرایا۔

منطقی تقاضا آگے چل کر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"مذہبہ بالا آیت قرآنیہ (سورہ انبیاء آیت ۴۲ و سورہ بنی اسرائیل آیت ۴۲) سورہ نمون آیت ۹۱) میں (وجود باری تلک اور اس) توحید کی جو دلیل دی گئی ہے اسے تسلیم کی اصطلاح میں یوں ادا کیا جاسکتا ہے کہ عالم کون و مکان معلول ہے اور اس کی علت اولی (باری تلک) کا وجود ایک منطقی تقاضا ہے" (وجود باری تلک اور توحید ص ۱۴۹)

فائزینے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب نے یہاں بھی قرآن کریم کی تینوں آیتوں میں وجود باری تعالیٰ اور اس کی توحید پر قرآن کی تینوں آیتوں میں بیان کئے گئے دلائل کو وجود باری تلک کے لئے ایک منطقی تقاضا قرار دیا۔

باقی رہ گیا ایک خدا اس کے بعد ڈاکٹر صاحب باقی رہ گیا ایک خدا کے

عنوان سے وجود باری تعالیٰ اور توحید کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "تو اس اعتبار سے دیکھا جائے تو منطقی طور پر ایک خدا سے زیادہ کا وجود

کے علم یا ہمت کے تین ذرائع ہیں ایک حواس یعنی حواس سلیمہ دوسرا سچے انسان کی خبر اور تیسرا ذریعہ عقل ہے۔

حواس سلیمہ سے مراد انسان کے حواس خمسہ ہیں اور سلیمہ سے مراد حواس خمسہ کا مستحکم اور مستند ہونا ہے یعنی کانوں میں سننے، آنکھوں میں دیکھنے، ناک میں سونگھنے، زبان میں چکھنے اور ہاتھوں میں چھونے کی قوت صحیح ہونا چاہیے۔ انہیں قوتوں کے استعمال سے ہم چیزوں کے خواص کے بارے میں فیصلے کرتے ہیں اور یہ فیصلے قطعی ہونے ہیں انہیں کوئی شک شبہ نہیں ہوتا۔ خود ڈاکٹر صاحب کو ان کی اہلیہ حضرت آنکھوں سے دیکھ کر کانوں سے ان کی آواز سن کر قطعی طور پر فیصلہ فرماتی ہیں کہ وہ ان کے خاوند ہیں اسی طرح ان کے بچے فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ ان کے ابو (والد) ہیں یہ نہیں کہتے کہ وہ قطعی منطقی طور پر نہیں بلکہ محض ترجیحی بنیاد پر ان کو پہچانتے ہیں اسی طرح اگر ہم اشیاء کے وجود کو اور خود اپنے وجود کو قطعی منطقی طریقہ سے نہ مانیں تو ہم بدو شرعی فرائض و واجبات یا احلال و حرام کے احکام عائد ہوتے ہیں ان کی حیثیت بھی قطعی نہیں ہے گی۔ یوں سارا نظام شرعی مشکوک ہو کر رہ جائیگا۔ اسی طرح مجتہد صادق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں ان چیزوں کی خبر دی جن کا تعلق ایمانیات و اعتقادات سے ہے، ذات باری تعالیٰ ملائکہ جنت اور دوزخ، سب کا وجود قطعی طور پر حق و ثابت ہونے کی بجائے ترجیحی ہونے کی وجہ سے غیر یقینی قرار پائیگا۔ یوں عقیدہ اور ایمان حکم ہونے کی بجائے مترادل ہو کر رہ جائے گا اور یوں دین و مذہب بھی اپنی قطعی حیثیت سے باقی نہیں رہے گا

ہم نشین کہتا ہے کچھ پر دائرہ نہیں مذہب گیا

میں یہ کہتا ہوں کہ بھائی یہ کیا تو سب گیا

پہنچا نہ شرح عقائد میں ہے کہ

والعلم الثابت بخبر الرسول
یضاً ہی ای یثابہ العلم
المثبت بالضرورة كالمحسوس
والمبدیہات والمتواترات
فی التیقن ای عدم احتمال
النقیض والمثبتات ای
عدم احتمال الزوال بتشکیك
المشکک فهو علم بمعنی
الاعتقاد المطابق لاجازم الثابت
والالکان جھلا او ظنا او
تقلیداً۔

(شرح عقائد ص ۲۴ طبع مصر)

اہل نسفی ولفا زانی کے مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سے جو کسی چیز کے وجود یا عدم وجود کا علم حاصل ہوتا ہے وہ ایک ایسا قطعی و یقینی ہوتا ہے کہ ہمیں دانی بھر بھی شک شبہ نہیں ہوتا، اگر ایسی بات نہ ہو یعنی اسی حد تک یقینی و قطعی نہ ہو تو وہ اعتقاد یا عقیدہ نہ ہوگا بلکہ وہ جہل ہوگا یا ظن یا تقلید محض۔ جناب ڈاکٹر صاحب غور فرمائیں کہ اگر ہم ان کی یہ بات کہ اپنا وجود بھی قطعی طور پر ثابت نہیں کر سکتے چہ جائیکہ کسی اور چیز کا، اور یہ کہ ہم جس چیز کے وجود کو ثابت کرتے یا مانتے ہیں وہ محض ترجیحی حیثیت سے مانتے ہیں، صحیح مان لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سچی خبریں جو ہمیں ایمان کی رو سے حق، قطعی اور یقینی ہیں۔ ان سے متعلق ہمارے یقین حکم، جہل یا ظن میں بدل جائے گا۔ ایسی صورت میں ایمان

ایمان نہیں ہے گا بلکہ کفر و نفاق میں بدل جائے گا۔ (معاذ اللہ)
ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب ”وجود باری تعالیٰ اور توحید“ کے ذریعے ”حقیقت
قابل رحم و بچاری قوم کی کوئی عملی خدمت نہیں بلکہ انہیں اعتقادات کے معاملہ میں تشکیک
و تردد میں مبتلا کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔“

اکبر خستہ دل کا حال قابل رحم ہو گیا

اس سے سلوک کیا کہوں تیری نظر نے کیا کیا

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں،

”جتنے انبیاء اور رسول ”انسانیت“ کی طرف بھیجے گئے ان سب نے

توحید کی دعوت دی ہے وہ مسئلہ جس میں انسانیت نے سب سے زیادہ کوتاہی کی ہے
وہ ”توحید“ ہے۔“ (وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۱)

کیا انبیاء اور رسول ”انسانیت“ کی طرف بھیجے گئے؟

ڈاکٹر صاحب کی اس تحریر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسول ”انسانیت“
کی طرف بھیجے اور یہ کہ ”انسانیت“ نے سب سے زیادہ ”توحید“ میں کوتاہی کی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انبیاء اور رسول ”انسانیت“ کی طرف بھیجے گئے؟
اور کیا انسانیت نے سب سے زیادہ توحید میں کوتاہی کی؟

”انسانیت“ کا معنی | اراقم جب ایک طرف ڈاکٹر صاحب کی شہرت اور انہی

ڈگری کو دیکھتا ہے اور دوسری طرف ان کی اس علمی و تحقیقی غفلت کو، تو یہ شاعر
کا یہ شعر بے ساختہ زباں پر آ جاتا ہے۔

گل کھلائے گئے نئے گلشن میں اب باد بہار

رنگ ہو گا جن میں لیکن بونہ ہو گی زمین ہزار

ڈاکٹر صاحب اگر ”انسانیت“ کا مطلب سمجھتے ہوتے تو عبارت مذکورہ میں اس
قد تحقیقی غفلت کے ترکیب نہ ہوتے۔ آئیے ہم ڈاکٹر صاحب کی اس تحقیقی غفلت
سے پردہ اٹھاتے ہیں۔

انسانیت کا معنی | عربی، فارسی اور اردو لغت کی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ

”انسانیت، ان خوبیوں کا نام ہے جو خاص کر انسان میں پائی جاتی ہیں

مثلاً رحمدل، سخاوت اور اچھے اخلاق۔“

(محیط المحيط ص ۱، المنجد ص ۱، اقرب الموارد ج ۱، فرہنگ عید ص ۱، لغت شعری،

فیروز اللغات ص ۹)

یعنی انسان میں اللہ تعالیٰ نے جو خوبیاں رکھی ہیں انسان کا رحمدل ہونا، سخی ہونا
اور اچھے اخلاق والا ہونا، انہی خوبیوں کا نام انسانیت ہے۔

اب جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب سے کوئی پوچھے کہ ان چیزوں کی طرف
رسول یا نبی بھیجے کے کیا معنی ہیں؟ کیا یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھیں کہ ان کی
طرف رسول بھیجے تاکہ وہ ان کا صفایا کریں؟ شاید ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہی نہ تھا کہ وہ
کیا فرما رہے ہیں۔

کہہ رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ

بکھنہ سمجھے خدا کرے کوئی

ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ انبیاء اور رسول انسانیت کی طرف نہیں
انسانوں کی طرف بھیجے گئے تاکہ وہ انہیں تعلیم دیں۔ کاش ڈاکٹر صاحب جب وہ اہل اسلام
اہل سنت و جماعت پر تنقید کرنے سے پہلے اپنی علمی لیاقت و صلاحیت پر ہی نظر ڈال لیتے۔

انسانیت کی حد میں جو بندہ خدا نہیں اس کو جو بے شک کسی کام کا نہیں

ڈاکٹر صاحب نے نہ توحید کا معنی بیان کیا نہ تعریف

محترم ڈاکٹر صاحب نے توحید کی بحث کا آغاز "التوحید" کے عنوان سے کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ "توحید کی تین قسمیں" ہیں۔

مگر انہوں نے اس قدر اہم موضوع کا نہ تو معنی بیان کیا اور نہ ہی اس کی تعریف (Definition) فرمائی حالانکہ "توحید" ایک اہم علم بھی ہے اور ایک اہم موضوع بھی۔

ضرورت تعریف

جبکہ کسی بھی موضوع کی بحث سے پہلے اس کی تعریف ضروری ہے چنانچہ امام قاضی ناصر الدین عابد بن عمر البیضاوی صاحب تفسیر البیضاوی متوفی ۸۵۷ھ اپنی اصول فقہ کی ایک کتاب "نہایت السؤل فی شرح منہاج الاصول" میں لکھتے ہیں کہ

إعلم أنه لا يمكن الخوض في علم من العلوم الا بعد تصور ذلك العلم والتصور يستفاد من التعريفات۔

معلوم ہونا چاہیے کہ علوم میں سے کسی بھی علم میں اس وقت تک غور و خوض ممکن ہی نہیں جب تک اس کا کوئی تصور نہ ہو اور تصور تعریفوں سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

(ج ۱ ص ۵)

امام قاضی بیضاوی نے واضح فرمایا کہ کوئی علم ہو یا کوئی موضوع بحث، اسمیر غور و خوض کرنا ممکن ہی نہیں جب تک کہ اس کا کوئی تصور ذہن میں موجود نہ ہو اور کسی شے کا تصور اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی تعریف (Definition) نہ کی جائے۔

توحید تعریف ہوگی تو اس کا ایک تصور (Idea) ذہن میں آجائیگا اور جب اس کا تصور ذہن میں آجائے گا تو اسمیں غور و خوض کرنا بھی ممکن و آسان ہو جائیگا اور یوں اس پر غور و خوض سے اس کی حقیقت اس کے تمام لوازمات و مناسبات کے ساتھ کھل کر

سامنے آجائے گی۔

رقم کرتا ہوں میں کیا کیا سینہ قرطاس پر
سجھے کوئی اسے یا بالکل نہ سجھے کوئی

توحید کا لغوی معنی | جناب ڈاکٹر صاحب نے تو توحید کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان نہیں فرمایا۔ البتہ ہم بیان کئے دیتے ہیں تاکہ ہماری مدلل گفتگو کی روشنی میں قارئین ڈاکٹر صاحب کی مغالطہ دہی میں نہ آئیں بلکہ انہیں توحید کے صحیح اور غلط تصور کا کچھ اندازہ ہو جائے۔

توحید کا لغوی معنی ہے کسی شے کو ایک قرار دینا یا اسے ایک جاننا، چنانچہ امام ابو الحسن مزاج الدین علی بن عثمان اوسی رحمہ اللہ کا متوفی ۵۶۹ھ کے رسالہ "منظومۃ بدء الأملی فی علم التوحید" کی شرح "صنوء المعالی علی منظومۃ بدء الأملی" مصنفہ علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمہ اللہ علیہ م ۱۲۸۷ھ کے حواشی "تحفة الأعالی" میں ہے:

وأما التوحید لغتاً فهو المحکم بأن الشئ واحد أو العلم بأن الشئ واحد۔

توحید کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو ایک قرار دینا یا کسی شے کو ایک جاننا

(تحفة الأعالی مطبوعہ مصر ص ۷)

یہ تو توحید کے لغوی معنی کی بحث تھی۔ اس کے بعد اس کا اصطلاحی معنی بیان کیا جاتا ہے۔

توحید کی تعریف (DEFINITION) | شریعت کے محاورہ میں

توحید کا معنی یا توحید کی تعریف (Definition) حضرت علامہ محدث
علی بن سلطان محمد قاری رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان کرتے ہیں :
وهو اثبات الوجدانية
للذات الصمدانية .
(ضوء المعالی ص ۱۱)
ذات بے نیاز کے لئے یکتائی ثابت
کرنا توحید ہے ۔

یعنی اللہ تعالیٰ جو ایک ذات بے نیاز ہے، اس کے لئے یکتائی ثابت کرنا یا تسلیم
کرنا توحید کہلاتی ہے ۔

امام جلیل دفاضل نبیل علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ
متن ۱۱۱۱ھ اپنی مشہور کتاب شرح مقاصد میں توحید کی یوں تعریف کرتے ہیں کہ
حقیقت التوحید عدم الشریک
فی الالوهیۃ وخواصہا .
(شرح المقاصد ج ۲ ص ۶۴)
توحید کی حقیقت، الوہیت اور اس کے
خواص میں شریک کا نہ ہونا ہے ۔

یعنی اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں اور ان چیزوں میں
جو الوہیت کے ساتھ خاص ہیں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، توحید کی حقیقت ہے ۔

توحید کے خواص | امام موصوف نے توحید کے خواص کی مثال دیتے ہوئے
فرمایا کہ عالم کی تدبیر کرنا، اجسام کا پسہ پیر کرنا، عبادت کا مستحق ہونا اور جو صفات
اسکی ذات کے ساتھ قائم ہیں ان کا قدیم ہونا، سب کے سب حقیقت توحید
کے خواص میں سے ہیں ۔

امام علامہ عبد الحکیم سیاحی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۶۶ھ جنگ بہت سی تصانیف اور
حواشی میں جو عربی زبان میں علامہ میں معروف مشہور ہیں شرح مواقف پر بھی ان کا حاشیہ ہے

اس میں آپ توحید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اعتقاد الوجدانية ای عدم
مشاركة الغير فی الالوهیۃ .
(حاشیہ علی حکیم علی شرح الموقف ص ۱۱)
وحدانیت کا اعتقاد یعنی الوہیت میں
غیر کی شرکت کا نہ ہونا، توحید ہے ۔

علامہ امام عبد الحکیم سیاحی نے پہلے تو دو نقطوں میں توحید کی تعریف بیان فرما
دی اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی یکتائی کا اعتقاد ہی توحید ہے پھر اسکی تشریح یوں فرمائی
کہ اس بات کا اعتقاد کرنا کہ "اللہ تعالیٰ الوہیت میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے"
یہی توحید ہے ۔

چنانچہ علامہ امام عبد العزیز پرہادی علیہ الرحمۃ نے اس شرح عقائد میں فرماتے ہیں کہ
اصل التوحید عدم الاشتراك
فی صفة الوجوب واما عدم
المشارك في الصنع واستحقاق
العبادة فمن لوازمه .
(نہداس ص ۱۵۵)
اصل توحید صفت وجوب میں کسی کا شریک
نہ ہونا ہے اور رہا صنع اور استحقاق
عبادت میں شریک نہ ہونا تو یہ توحید
کے لوازم میں سے ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ روح توحید اس قدر ہے کہ انسان اس بات کا اعتقاد کرے
کہ واجب (ازل و قدیم اور ابدی) ایک ہی ذات ہے کوئی اس کا شریک نہیں نہ
ذات میں نہ صفات میں اور نہ افعال میں ۔ رہی صفت تخلیق اور استحقاق عبادت
میں شرک کی نفی تو یہ توحید کے لوازم میں سے ہے ۔

قدیم و ازل و ابدی اور واجب الوجود لذاتہ کا مطلب

یہاں قارئین کے فائدہ کے لئے ضمنی طور پر قدیم و ازل و ابدی اور واجب الوجود

لذاتہ کا مطلب بیان کیا جاتا ہے۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں قدیم و ازل کے معنی ہیں جو ہمیشہ سے چلا آ رہا ہو جس کے وجود کی کوئی ابتداء ہی نہ ہو اور ابدی کے معنی ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ چلا جائے گا زمانہ مستقبل میں اس کے وجود کی کوئی انتہاء ہی نہیں ہے اور واجب الوجود لذاتہ کا مطلب ہے جس کی اپنی ذات ہی اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کا ہونا ضروری اور نہ ہونا محال ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۹-۱۳۰ و شرح عقائد مطبوعہ مصر ص ۵۸-۵۹، السامرہ ج ۱ ص ۲۱)

توحید کی تین قسمیں | توحید کی تعریف، جو ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب

نے چھوڑ دی تھی، ہم نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دی، قارئین کرام نے محسوس کر لیا ہو گا کہ ہم نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی بلکہ وہی کہی ہے جو چمک اسلام بزرگین دین نے فرمائی اس سلسلے میں ہر بات کے ساتھ حوالہ بھی پیش کیا ہے جو سند کی حیثیت رکھتا ہے، حوالہ کے بغیر بات کہنا ایسے ہے جیسے سند کے بغیر بات کہنا۔ اور جس بات کی سند نہ ہو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن محترم ڈاکٹر صاحب نے توحید کے سلسلے میں جو فرمایا وہ ایجاد بندہ کے طور پر فرمایا۔

حضرت خود واقعات تصنیف کریں

ہم بیٹھ کے انجمن میں تعریف کریں

جناب ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

”توحید کی تین قسمیں ہیں: توحید ربوبیت، توحید اسماء و صفات

اور توحید الوہیت (عبادت)“

(وہود باری ص ۱۷۱ اور توحید ص ۲۶۵)

توحید کی قسموں میں ڈاکٹر صاحب کو مغالطہ | اس میں شک نہیں کہ توحید کی

تین قسمیں ہیں لیکن توحید کی قسموں میں ڈاکٹر صاحب کو مغالطہ ہوا ہے یہاں یہ عرض کرنا ڈاکٹر صاحب کی شان میں کوئی سوء ادب کرنا مقصود نہیں، ہم تو ان کا بہت ہی احترام کرتے ہیں لہذا ان کی شانِ عالی کے خلاف کچھ کہنے یا لکھنے کا سوش بھی نہیں کئے بلکہ ایک حقیقت واقعہ کا اظہار مقصود ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ”علم توحید“ کسی سے سیکھا یا پڑھا ہی نہیں ہے اگر جناب نے باقاعدہ طور پر ”علم توحید“ پڑھا ہوتا تو انہیں توحید کی قسموں کے سمجھنے اور بیان کرنے میں غلط فہمی نہ ہوتی۔ توحید کے سلسلے میں انہوں نے جو کچھ بھی فرمایا ہے وہ تقریباً وہابی تحریک کے بانی جناب ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید اور اس کی شرح فتح المجید کا ہی چرچہ ہے اور ابن عبد الوہاب نجدی نے اپنے خیالات کی بنیاد امام ابن تیمیہ کے خیالات پر رکھی وہ بھی عقائد میں جہود و مسلمین (اہل سنت) کے عقائد جیسے قرآن و سنت کے مطابق ہیں، سے ہٹ کر نئے عقائد ایجاد کئے اور ابن عبد الوہاب نجدی بھی ان کے پیچھے چل کر امت مسلمہ کے راستے سے الگ راہ اختیار کی پھر ان کی پیروی میں محترم ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب بھی امت مسلمہ کے راستے سے ہٹ گئے ہیں کہ انہوں نے توحید کے بارے میں جو کچھ فرمایا ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید اس کی شرح فتح المجید، پھر ان کے امام ابن تیمیہ کی ہی کتابوں سے مواد نقل کر کے کام چلایا ہے انہوں نے از خود علم توحید پر کوئی تحقیقی کام کیا ہی نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب ابن عبد الوہاب نجدی کے تصور توحید کے پیروکار ہیں

لہذا قارئین کرام کو یاد رکھنا چاہیے کہ جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب

جہور مسلمین (اہل سنت و جماعت) کے جو کس ابن عبد الوہاب نجدی اور ابن تیمیہ کے تصور توحید کے پیروکار ہیں۔ یہ بات ان کے خلاف نہ تو بہتان ہے اور نہ ہی افتراء ہے بلکہ یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے جو اس کتاب کے مطالعہ سے قارئین پر واضح ہو جائیگی۔ ہم اپنی خود آگہی کو نمایاں کر گئے
بس انہیں کے راز کو عیاں کر گئے

ابن عبد الوہاب نجدی کون تھے؟

اس کا نام لیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ان کا کچھ تعارف بھی کر دیا جائے اور اس کے بعد کچھ ابن تیمیہ کا تعارف کرایا جائے گا تاکہ قارئین شرح صدر کے ساتھ اس حقیقت سے باخبر ہو جائیں کہ ڈاکٹر صاحب توحید عقائد میں اُمت مسلمہ سے ہٹ کر دو شخصوں کے خیالات و عقائد کے تابع ہو گئے۔

جناب ابن عبد الوہاب کا نام گرامی محمد اور ان کے والد محترم کا نام گرامی عبد الوہاب تھا۔ اس جناب محمد بن عبد الوہاب نجدی کو ابن عبد الوہاب نجدی کہتے ہیں اور ان کی تحریک کو دہلی تحریک کہتے ہیں یہ تحریک جہور مسلمین (اہل سنت و جماعت) کے عقیدہ حق، جو قرآن و سنت و اسلاف کی تعلیمات کا آئینہ دار ہے، کے خلاف چلائی جس کا آغاز جزیرہ عرب کے شہر صوبہ "نجد" سے ہوا۔ اس لئے اسے دہلی تحریک بھی کہتے ہیں اور نجدی تحریک بھی۔

یہ ابن عبد الوہاب نجدی ریاض کے قریب واقع شہر عیینہ میں ۱۱۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور شہر درعیہ میں ۱۲۰۸ھ / ۱۸۹۳ء میں وفات پائی۔ اس کی تحریک کا عنوان "توحید" تھا مگر اس کی روح انبیاء و اولیاء کی شان میں تنقیص کرنا اور جہور مسلمین (اہل سنت و جماعت) جو انبیاء و اولیاء کے وسیلہ کے قائل ہیں انہیں کافر و مشرک

ٹھہرا کر انہیں واجب القتل ٹھہرانا اور ان کے اموال کو بل قیمت سمجھ کر لوٹ لینا تھا اس سلسلے میں اس نے کتاب التوحید کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کا ہندوستان میں اسماعیل دہلوی نے اردو ترجمہ کر کے اسے تقویت الایمان کے نام سے شائع کیا ان دو کتابوں نے اُمت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا جسکی دوبارہ بحال کے اب کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ درعیہ کے امیر محمد بن سعود جو ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء میں حنیفہ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے وہ ابن عبد الوہاب کے خیالات کے حامی ہو کر اس کے مددگار بن گئے اور سعودی عرب کے موجودہ حکمران محمد بن سعود کی نسل میں سے ہے۔

اس زمانہ کے بے شمار علماء و محدثین نے جناب ابن عبد الوہاب نجدی کے خیالات باطلہ کا رد لکھا جن میں سے خاص کر مکہ مکرمہ کے عظیم فقیہ اپنے زمانہ کے بے مثال عالم دین و محدث، مکہ کے مفتی اعظم حضرت امام السید احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ کا اہم گرامی قابل ذکر ہے آپ ۱۲۳۸ھ مطابق ۱۸۱۶ء مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور اپنے آفتاب علم کے نور سے ایک عالم کو جگمگا دیا دین متین کی مثالی خدمات انجام دیں جن کی عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرپور صدائیں، قرآن و سنت کی سچی فکر سے لبریز گونجیں شاید حرمین شریفین کی منور فضاؤں میں ابھی تک تحلیل نہیں ہوئی ہوگی۔ آپ نے ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۶ء ماہ مینہ سورسینہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضراء کے زیر سایہ قدسیہ داعی اجل کو لبیک کہا اور جنت البقیع شریف میں شہادت فرما ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ

منارِ دولت کو مین ان کو تھی حاصل

ان کے پہلو میں تھا اک حق آگاہ دل

نیز دہلی تحریک کے عروج کے زمانہ میں شام کے مفتی اعظم اور سن قتل کے اسلامی علماء کے چیف جسٹس علامہ امام السید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین دمشقی حنفی اپنے

زمانہ کے بے مثل فقیہ و محدث دہلوی نے بھی دہلوی تحریک کے بارے میں بڑے مختصر
طریقہ سے تعارف کرایا۔ آپ کی ولادت ۱۱۹۸ھ بمطابق ۱۷۸۴ء م اور وفات ۱۲۵۲ھ
بمطابق ۱۸۳۶ء م کو ہوئی۔ آپ کی اسلامی قانون پر عظیم کتاب "رد المحتار علی الدر المختار" ہ
مشہور زمانہ ہے جسے فتاویٰ شامی بھی کہتے ہیں۔ آپ اسمیں حق کے باغیوں اور دین
سے نکلے ہوؤں یعنی خارجیوں کے تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ

كما وقع في زماننا في
اتباع ابن عبد الوهاب الذين
خرجوا من نجد وتغلبوا على
الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب
الحنابلة لكنهم اعتقدوا
انهم هم المسلمون وان من
خالف اعتقادهم مشركون
واستباحوا بذلك قتل اهل
السنة وقتل علماءهم الخ
(فتاویٰ شامی ج ۴ ص ۲۶)

جائز قرار دیا۔

یہ دہلوی تحریک کی حقیقت تھی جسے شام کے مفتی اعظم نے مختصر الفاظ میں بیان
کر دیا۔ مصر کے علماء و فقہاء میں سے اپنے زمانہ کے عظیم مفسر و جلیل القدر محدث
حضرت علامہ امام احمد بن محمد الصادق المصری المالکی الخلوئی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی
دہلوی تحریک کے خلاف آواز بلند کیا۔ آپ کی ولادت ۱۱۴۵ھ بمطابق ۱۷۳۱ء م
اور وفات ۱۲۴۱ھ بمطابق ۱۸۲۵ء م ہوئی۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں

اور تفسیر الجلالین کی شرح بھی لکھی ہے اسمیں لکھتے ہیں کہ

الخوارج الذين يجرؤون
تاويل الكتاب والسنة و
يستحلون بذلك دماء
المسلمين واموالهم كما هو
مشاهد الاذن في نظائرهم
وهم فرقة بارض الحجاز
يقال لهم الوهابية
يحبون انهم على شيء
الا انهم هم الكاذبون
استحوذ عليهم الشيطان
فانساهم ذكر الله اولئك
حزب الشيطان الا ان حزب
الشيطان هم الخاسرون
نسأل الله الصبر ان يقطع
دابهم۔

(حاشیۃ الامام احمد الصاوی علی تفسیر الجلالین ج ۳ ص ۳۰۸،
(سورۃ فاطر)

قارئین نے محسوس کیا ہوگا کہ فتنہ دہابیت یا تحریک دہابیت سے اس زمانہ
کے اکابر علماء و محدثین کس قدر ناراض تھے اور ان کی ناراضگی کی جانتی کیونکہ ایک شخص

اٹھا اور ایک نئے دین کو ایجاد کیا جسکی رد کشی میں پوری امت مسلمہ کو اپنے اور اپنے ماننے والوں کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے کر ان کا قتل عام کر ڈالا، انبیاء علیہم السلام و صحابہ کرام و اولیاء امت کی شان میں تنقیص و توہین کو اپنا مشن بنا لیا اور ان سے طلب شفاعت و توسل کو شرک اکبر (بُت پرستی کے برابر) قرار دیا اس کے اور اسکے حامیوں کے بارے میں یہ اکابر علماء محدثین اور کیا کہتے بلکہ جو کچھ انہوں نے کہا اس سے حقیقتہً تحریک و ہابیت کی خونریزی و قتل مسلمانین و تحیف مسلمانین ایسے جرم کی مذمت کا حق ادا نہیں ہو پایا۔

حقیقت یہ ہے جناب ابن عبدالوہاب نجدی کی توحید کا فلسفہ، اسلام کی توحید کے فلسفہ سے یکسر متضاد ہے، ابن عبدالوہاب نجدی کی توحید کا فلسفہ ظلمات ہی ظلمات ہیں اور اس کے پیڑکار ادھر ہی جارہے ہیں، یہ مطابق قرآن خداوندی، "ظُلُمَاتٍ تَوْفِيقًا فَفَوْقَ بَعْضٍ" ایک پر ایک اندھیرے ہیں

(النور: ۴۰)

چلا ہے فلسفہ لیسکر انہیں سونے ظلمات
خوب ہی تنگ ہوں گے انہیں ماننے والے

ابن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں امام و صد علماء دیوبند خیالات

تاریخ، عترت و اکثر ملک غلام تفسی حسب تصور توحید میں جس شخصیت (ابن عبدالوہاب نجدی) بانی تحریک و ہابیت کے پیروکار ہیں، جیسا کہ ہم آگے چل کر انشاء اللہ دلائل سے ثابت کریں گے ان کے بارے میں علماء دیوبند کے اہم اور دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین جناب علامہ حسین احمد المعروف مدنی صاحب لکھتے ہیں۔

”صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیسرے صدی، نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا ہے اس لئے اس نے اہل سنت و الجماعت سے قتل و قاتل کیا (لڑائی کی) ان کو باجبر اپنے خیالات کی تکلیف دینا رہا (یعنی اپنے عقائد باطلہ کو قبول کرنے پر انہیں سختی سے مجبور کرتا رہا) ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور ضلالت سمجھا گیا (جیسے کافروں کا مال) ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا اہل حرمین مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے باشندوں کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شادہ (سخت آفتیں) پہنچائیں، سلف صالحین (صحابہ تابعین) اور اتباع (تابعین) دائرہ مجتہدین و بزرگان دین کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اسکی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی و خونخوار فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اسکے اتباع (پیروکاروں) سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرضیکہ وجوہات مذکورہ الصدہ کی وجہ سے ان کو اس طائفہ (فرقہ و بابیہ) سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بے شک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیئے۔ وہ (عرب) لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر عداوت نہیں جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔“ (الشہاب الثاقب طبع دیوبند ص ۴)

صدر المدرسین دیوبند اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

”محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ کہ جلد عالم و تمام مسلمانان دیار دنیا بھر کے مسلمان، مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال (زانی کرنا) ان کے اموال ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے چنانچہ علماء اہل حدیث میں سے (نواب صدیق حسن خاں) (بھوپال) نے خود اس کے ترجمہ (حالات) میں ان دونوں کی تصریح کی ہے الخ

(الاشہاب الثاقب طبع دیوبند ص ۴)

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

”وہابیہ تمام (مسلمانوں) کو ادنیٰ شبہ خیالی سے کافر و مشرک کہتے ہیں اور

ان کے اموال وغیرہ کو حلال جانتے ہیں؛ (ص ۴)

صدر المدرسین دیوبند اس کے بعد لکھتے ہیں :

”ابن عبد الوہاب نجدی اور اسکے اتباع (پیروکار) کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ دیگر مومنین موت میں برابر ہیں، اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات ان کو برزخ ہے جو اعدامت (عدم) مسلمانوں کو ثابت ہے بعض ان کے (نجدی حضرات) حفظ جسم نبی کے قائل بلکہ عقائد روح (زندگی کے تصور کے بغیر) اور (ابن عبد الوہاب نجدی کے) متعدد (کئی ایک پیروکاروں) کی زبان سے یہ الفاظ کہیں (دکروں) کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں دربارہ حیات نبوی سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل و تصانیف میں لکھا ہے“

(الاشہاب الثاقب ص ۴)

اس کے بعد جناب صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں۔

”زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و حضوری (حاضری) آستانہ شریف و ملاحظہ روحہ مطہرہ کو یہ طائفہ (فرقہ وہابیہ) بدعت حرام وغیرہ لکھتا ہے اس طرف (روحہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف) اس نیت (زیارت کی نیت) سے سفر کرنا خطورہ و ممنوع جانتا ہے (الان قال) ان (وہابیوں) میں سے بعض سفر زیارت (روحہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو معاذ اللہ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں۔ اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوة و سلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے اور نہ اس (روحہ اقدس) کی طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں“

(الاشہاب الثاقب ص ۴)

پھر لکھتے ہیں۔

”وہابیہ سند شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہزاروں تاویلیں اور گھڑ نیت کرتے ہیں اور قریب قریب انکار شفاعت کے بالکل پہنچ جاتے ہیں“

شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل (برابر) ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تحوڑی سی نفیلت (زمانہ تبلیغ کی مانند) ہیں اور اپنی شقاوت قلبی و ضعف اعتقادی (گمراہی) کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لارہے ہیں، ان (وہابیوں) کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے تو تسلُّ دُعاء میں آپ ذات پاک سے بعد وفات

نا جائز کہتے ہیں۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ، معاذ اللہ، نقل کفر کفر نباشد، اگر ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذاتِ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذاتِ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔
(الشہاب الثاقب ص ۴۷)

پھر لکھتے ہیں:

”وہابیوں کے نزدیک توسل انبیاء علیہم السلام (انبیاء کے وسیلہ سے دعا کرنا) جائز نہیں اولیاء سے تو دیکھتے ہیں۔ پھر الفاظ ”بھی فلاں“ کا استعمال اور بھی زیادہ ان (وہابیوں) کے ہاں سکودہ (حرام) ہے۔ علاوہ ازیں اس قسم کے مدائح (بزرگوں نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نظمیں اور قصیدے لکھے ہیں) وہ جائز نہیں کہتے: (الی ان قال) وہابیہ کے متعدد رسائل اس بارہ میں شائع ہو چکے ہیں کہ وہ صراحۃً (کھلم کھلا) توسل از حضرت سرور کائنات علیہ السلام کو دینے توسل بالاولیاء و بحرام (انبیاء و اولیاء سے وسید پکڑنے) سے منع کرتے ہیں جس کا جی چاہے تحقیق کرے۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۸)

جناب صدر الدرسین والعلوم دیوبند وہابیوں کی کچھ گستاخیاں لکھنے کے بعد شرعی فیصلہ سناتے ہیں کہ

”جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں (جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کا دم پیدا ہو) اگرچہ کہنے والے نے حقارت (گستاخی) کی نیت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔“

(الشہاب الثاقب ص ۴۸)

پھر لکھتے ہیں:

”وہابیہ اشغالِ باطنیہ و اعمالِ صوفیہ، مراقبہ، ذکر و فکر و ارادت و مشیخت و ربط القلب بالشیخ و فنا و بقا و خلوت و غیرہ اعمال کو فضول و لغو و بدعت و ضلالت (گمراہی) شمار کرتے ہیں اور ان اکابر کے اقوال و افعال کو شرک و غیرہ کہتے ہیں اور ان سلاسل (تاریخی و جہشتی و نقشبندی و دہروردی و غیرہ سلسلوں) میں داخل ہونا بھی مکروہ و مستفح (دبا) کہلاتا ہے بھی زائد (شرک) شمار کرتے ہیں چنانچہ جن لوگوں نے دیار نجد (نزدین نجد) کا سفر کیا ہو گا یا ان (وہابیوں) سے اخلاط (میل ملاپ) کیا ہو گا اسکو نجوئی معلوم ہو گا؟“

(الشہاب الثاقب ص ۵۹)

پھر لکھتے ہیں:

”وہابیہ کی خاص اہم کی تقلید کو شرک فی الرسالہ جانتے ہیں اور ان کے اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ دہابیہ جبیشہ استعمال کرتے ہیں اور اسکی وجہ سے مسائل میں وہ وہابیہ کا گردہ اہل سنت و الجماعت کے مخالف ہو گئے چنانچہ غیر مقلدین ہند (ہندوستان کے اہل حدیث کہلانے والے) اسی طائفہ شنیعہ (مخذ سے وہابیوں) کے پیروکار ہیں وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقتِ اظہار دعویٰ حبشی ہونیکا اقرار کرتے ہیں لیکن عمل درآمد ان کا ہرگز مجدد مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے بلکہ وہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالفت فقہ حبشی خیالی کرتے ہیں اسکی وجہ سے فقہ کو چھوڑ دیتے ہیں ان کا بھی مثل غیر مقلدین (اہل حدیث کہلانیا والوں)

کے اکابر امت کی شان میں الفاظ گستاخانہ بے ادبانہ استعمال کرنا
معمول بہ ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۶۲/۶۳)

پھر لکھتے ہیں :

” مثلاً ” الرحمن علی العرش استوی ” وغیرہ آیات میں طائفہ
وہابیہ استواء ظاہری اور جہت وغیرہ ثابت کرتا ہے جسکی وجہ سے
ثبوت جمیت وغیرہ۔ (اللہ تعالیٰ کا جسم دار ہونا) لازم آتا ہے۔
(الشہاب الثاقب ص ۶۴)

اور لکھتے ہیں :

” سُبْحَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ” یا رسول اللہ کہہ کر پکارنے میں وہابیہ
مطلقاً منع کرتے ہیں (الی ان قال) وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں
نکالتے کہہ سکتا ہے کہ ” یا رسول اللہ کہہ کر پکارنے والے کی پکار
اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنوادے یا روحانی قوت سے
آپ سُن لیں اور جملہ انواع (نداء یا رسول اللہ) کو منع کرتے ہیں
چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے کہ وہ ” الصلوٰۃ
والسلام علیک یا رسول اللہ ” کو سخت منع کرتے ہیں اور
اہل حریم (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے باشندوں) پر سخت نفرین کرتے
اس (نداء یا رسول اللہ) اور (الصلوٰۃ والسلام علیک
یا رسول اللہ) کے خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء
(مذاق) اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں۔“

(الشہاب الثاقب ص ۶۵/۶۶ طحطا)

پھر لکھتے ہیں :

” اور وہابیہ وہاں ردوفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی (یا رسول اللہ کہنے
سے) منع کرتے ہیں دو وہبہ سے اولاً یہ کہ استعانت لعلہ تعالیٰ
(غیر اللہ سے مدد چاہنا) ہے اور دوم یہ کہ ان کا اعتقاد ہے کہ انبیاء
علیہم السلام کے واسطے حیات فی القبور ثابت نہیں بلکہ وہ بھی مثل دیگر
مسلمین کے منصف بالجحۃ البرزخیہ اسی مرتبہ سے ہیں پس جو حال
دیگر مومنین کا ہے وہی ان کا ہوگا یہ جملہ عقائد ان (وہابیوں) کے
ان لوگوں پر بخوبی ظاہر و باہر (واضح) ہیں جنہوں نے دیار نجد عرب
کا سفر کیا ہو یا حرمین شریفین میں رہ کر ان (وہابی) لوگوں سے ملاقات
کی ہو یا کسی طرح سے ان کے عقائد پر مطلع ہوا ہو یہ لوگ جب نجد نبوی شریف
میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور ردوفہ اقدس پر حاضر
ہو کر صلوٰۃ و سلام و دعا وغیرہ پڑھا کر وہ (حرام) و بدعت شمار کرتے ہیں
(وہابیوں کے) اپنی افعال خبیثہ و اقوال و اہیہ کی وجہ سے (صحیح العقیدہ
غیر نجدی) اہل عرب کو ان سے نفرت بے شمار ہے۔“
(الشہاب الثاقب ص ۶۷)

پھر لکھتے ہیں :

” وہابیہ، سوائے علم احکام الشرائع (شرعیات کے مسائل کے سوا) جملہ
عادم و سرار حقانی وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں۔“
(الشہاب الثاقب ص ۶۸)

پھر لکھتے ہیں :

” وہابیہ نفس (محض) ذکر ولادت، حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ

و السلام کو قبیح (حرام) و بدعت کہتے ہیں اور علی بن القیاس اذکار و لیلہ کرام (اولیاء اللہ) رحمہ اللہ تعالیٰ (کے تذکرے) کو برا سمجھتے ہیں ؟

(الشہاب الثاقب ص ۷۱)

پھر لکھتے ہیں کہ

” اسی وجہ سے جبکہ وہ (دہا بیس) غلبہ کر کے حرمین شریفین (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) پر حاکم ہو گئے تھے ہزاروں (صحیح العقیدہ اہلسنت) کو تیغ کر کے شہید کیا اور ہزاروں کو سخت ایذا میں پہنچائیں۔“

(الشہاب الثاقب ص ۶۸)

قارئین! علماء دیوبند کے پیرو مرشد و امام، علامہ حسین احمد مدنی صد مدرسین دارالعلوم دیوبند نے جو ابن عبد الوہاب نجدی بانی تحریک دہابیت اور ان کے پیروکاروں کے عقائد و خیالات اور ان کے کارنامے بیان فرمائے بلاشبہ صحیح ہیں، خود مکہ مکرمہ کے اس زمانہ کے مفتی اعظم و محدث حضرت علامہ سید احمد زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ کتاب ”الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ“ میں دہابیوں کے بارے میں اسی طرح لکھا ہے۔

جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ حبیب کا نظریہ توحید اسی نجدی توحید کا منظر ہے اور بلاشبہ یہ نظریہ توحید اس نظریہ توحید کے قطعاً برعکس ہے جو نظریہ توحید ہمیں قرآن و سنت اور اُمت مسلمہ کے اکابر سے ورثہ میں ملا ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے ”توحید“ کے بیان کی آڑ میں اہلسنت پر جو حملے کئے ہیں اور انہیں حصو اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دُور کے مشرکوں سے بھی بدتر شرک قرار دے کر ان کی دل آزاری کا جو سامان مہیا فرمایا ہے، اس پر اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔

کر لئے مشق ستم، عاشقان را چہ غم
دل ہیں سینہ سپر خوب سے خوب تر

امام ابن تیمیہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ جناب

ڈاکٹر صاحب کے ”تصور توحید“ کی بنیاد جناب ابن عبد الوہاب نجدی بانی تحریک دہابیت کے تصور توحید پر ہے اور جناب ابن عبد الوہاب نجدی کے تصور توحید کی بنیاد امام ابن تیمیہ کے تصور توحید پر ہے یہی وجہ ہے کہ جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب نے اپنی کتاب کے حصہ ہفتم میں جو ”التوحید“ کے عنوان سے ہے۔ ابن عبد الوہاب نجدی اور ابن تیمیہ کی کتابوں کے حوالوں پر ہی اکتفا فرمایا، جبکہ ان دونوں حضرات کے افکار جو برسین (اہل سنت و جماعت) اور اُمت مسلمہ کے افکار و عقائد کے قطعاً برعکس تھے، ابن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں تو ہم لکھ چکے کہ اس زمانہ کے علماء نے اسے اور اس کے پیروکاروں کو فرتہ باطلہ و فرتہ لمراد قرار دیا۔

اب جناب ابن تیمیہ کے بارے میں بھی علماء اُمت کے خیالات ملاحظہ فرمائیں۔ امام ابن تیمیہ کا نام احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام احراری الدمشقی، کنیت ابو العباس اور شہرت ”ابن تیمیہ“ کے ساتھ ہے۔ ان کا تولد ۶۶۱ھ مطابق ۱۲۶۲ء م اور وفات قلعہ دمشق میں بحالت قید ۷۲۸ھ میں ہوئی۔

مکہ مکرمہ کے عظیم شان فقیہ و محدث جنہیں دسویں صدی ہجری کے علماء نے ”خاتم الفقہاء و المحدثین“ کا لقب دیا، امام علامہ احمد شہاب الدین بن حجر اہلبیت الکی متوفی ۷۷۴ھ رحمۃ اللہ علیہ۔ ”ابن تیمیہ“ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ ایک ایسا بندہ ہے جسے اللہ واضلہ و اعماہ و اصمہ نے زوا کیا اور اسے گمراہی میں ڈالا

واذله وبذلك صرح الأئمة
الذين بينوا أفساد أحواله
وكذب أقواله ولم يقصر
اعتراضه على متأخرى
الصوفية بل اعترض على
مثل عمر بن الخطاب وعلى بن
طالب رضی اللہ عنہما
والحاصل ان لا یقام بکلامه
وزن بل یرمی فکل وعمر
وحزن ویعتقد فیہ انه
مبتدع ضال ومضل جاهل
غالی عاملہ اللہ بعدلہ و
اجازنا من مثل طریقہ و
عقیدتہ وفعلہ امین ولا زال
یتبع الا کا برحتى تما لأعلیہ
اہل عصرہ ففسقوه وبدوہ
بل کفرہ کثیر منہم فہو
سائر نہانہ یسب الاوصیاء
والذوات ولم یقنع بسبب
الاحیاء حتی حکم بتکفیر
الاموات ولم یکفہ البعرض

اور اسے اندھا اور بہرا بنا دیا اور
اسے ذلیل کیا اور اسی کی صراحت کی ان
ائمہ نے جنہوں نے اس کے فساد احوال
اور کذب اقوال کو بیان کیا، اس کا
اغراض متاخرین ہونیہ تک محدود نہیں
رہا بلکہ اس نے حضرت عمر بن خطاب اور
حضرت علی بن ابی طالب ایسی ہستیوں پر
بھی اعتراض کئے۔ خلاصہ یہ کہ اسکی
باتوں کو کوئی وزن نہ دیا جائے بلکہ انہیں
گہرے گڑبھوں میں پھینک دیا جائے اور
یہ عقیدہ رکھا جائے کہ ابن تیمیہ بدعتی، گمراہ
اور گمراہ کن جاہل، حد سے تجاوز کرنے
والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ انصاف
کے ساتھ معاملہ کرے اور ہمیں اس کے
طریقہ اور اس کے عقیدہ اور اس کے فعل
سے پناہ میں رکھے۔ آمین۔ ابن تیمیہ
ہمیشہ اکابر امت کے پیچھے پڑا رہا حتیٰ کہ
اس کے زمانہ کے لوگ اس پر ٹوٹ
پڑے اور اسے ناسق اور بدعتی قرار
دیا بلکہ ان میں بہت سے علما نے اسے
خارج از اسلام قرار دیا وہ مجرمان

على من تأخر من صالحی
السلف حتى تعدى الحق
الصدرا الاول ومن له اهل
المراتب الفضل وقد ذکر
عمر بن الخطاب فقال ان عمر
له غلطات وبلیات ای
بلیات واخبر عنه بعض
السلف انه ذکر علی بن
ابی طالب رضی اللہ عنہ
بمجلس آخر فقال ان علیا
اخطأ فاکثر من ثلثمائة
مكان ومما خرق فیہ الجماع
قولہ فی علی الطلاق انه
لا یقع علیہ الطلاق بل
علیہ کفارة یمین ولم یقل
بالکفارة احد من المسلمین
قبلہ وان طلاق الحائض
لا یقع وكذا الطلاق فی طهر
جامع فیہ وان الحائض یباح
لہا الطواف بالبيت ولا
کفارة علیہ وان الطلاق

وذوات کو گالیاں دیتا رہا اور زندوں
کو برا کہنے پر قناعت نہ کی بلکہ اس نے
دنیا سے رخصت ہو جانے والے بزرگوں
تک کو کافر کہہ دیا اور اس کے اعتراضات
متاخرین نیک بزرگوں تک ہی محدود نہ
ہوئے بلکہ اس نے پہلے زمانہ (زمانہ صحابہ)
کے حسب فضل بزرگوں پر بھی اعتراضات
کئے اور اس نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عمر سے بھی
زبردست غلطیاں سرزد ہوئیں اور بعض بزرگوں
نے بتایا کہ ایک دوسری محفل میں اس نے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر کرتے ہوئے
کہا کہ حضرت علی نے تین سو سے زیادہ غلطیاں
کیں اور ابن تیمیہ نے جن اجماعی باتوں کا انکار
کیا ان میں سے ایک یہ کہ طلاق کی قسم کھانے
سے طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ گوارہ لازم آئے گا
حالا کہ اس سے پہلے کسی مسلمان عالم نے
یہ بات نہیں کی اور اس نے یہ بھی کہا کہ
حیض والی عورت کی طلاق نہیں ہوتی اور
کہا کہ حسب طہر میں جماع ہوا اس میں طلاق نہ
ہوگی اس نے یہ بھی کہا کہ حیض والی عورت

الثالث يرد الى واحدة وان
مخالف الاجماع لا يكفر ولا
يفسق وان ربا سجانا و
تعالى محل الحوادث وانه
مركب تفتقر ذاته افتقار
الكل للجزء وان القرآن
وان المعالم قديم بالسنوع
وقوله بالجممية والجهة
والانتقال وانه بقدر العرش
لا اصغر ولا اكبر وان
الانبياء غير معصومين وان
رسول الله صلى الله عليه وسلم
لا جاء له ولا يتوسل به
وان انشاء السفر ليس بسبب
الزيارة معصيته لا تقصر
الصلوة فيه وان التوراة
والانجيل لم تبدل الفاظهما
انما بدلت معانيهما .
الافتاوى الحد يثيه ملخصا
ص ۱۱۶ تا ۱۱۷

کے لئے بیت اللہ کا طواف جائز
ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں اور اس
نے یہ بھی کہا کہ تین طلاقیں ایک طلاق
بنے گی اور یہ کہا کہ اجماع کا منکر کافر
ہے نہ ناسق اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ
محل حوادث ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا جسم
مركب ہے اور اسکی ذات ایسے
محتاج ہے جس طرح کُل جزء کا محتاج ہے
اور یہ کہ قرآن حادث ہے اور یہ کہ جہان
قدیم بالنوع ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ
کی جسمیت جہت اور ایک جگہ سے
دوسری جگہ منتقل ہونے کا عقیدہ اختیار
کیا اور یہ کہ اللہ کا جسم عرش کے برابر ہے
نہ اس سے چھوٹا ہے اور نہ بڑا ہے اور یہ
کہ انبیاء علیہم السلام معصوم نہیں اور یہ
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کے ہاں
وہ مقام نہیں کہ آپ کا وسیع پیرا چائے
اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس
کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے اس لئے اس
سفر میں نازک قصر نہ ہوگی اور یہ کہ تورات

اور انجیل کے الفاظ تبدیل نہیں کئے گئے البتہ ان کے معنوں میں تبدیل کی گئی۔

یہ جناب ڈاکٹر صاحب غلام مرتضیٰ صاحب کے پیشوا لوگ ہیں، ابن عبد الوہاب نجدی اور
ابن تیمیہ، جنہیں بعض علماء اہل سنت نے بے دین، گمراہ اور گمراہ کن قرار دیا
لیکن جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب کے ساتویں حصہ کے ”توحید“ جیسے اہم موضوع
کو امت مسلمہ کے صحیح احق علماء و محدثین و مفکرین کے عقائد و افکار کی روشنی میں بیان
کرنے کی بجائے اسے ایسے دو شخصوں کے افکار کی تارکیوں میں دھکیل چھوڑا،
جن کو زمانہ بھر کے علماء محدثین نے ٹھکرا دیا لہذا ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ تصور توحید
کو اپنانے والا ہمیشہ ہمیشہ اندھیروں میں بھٹکتا پھرے گا۔ حقیقت ڈاکٹر صاحب نے توحید
کے مسئلہ پر عوام کی صحیح راہنمائی کرنے کی بجائے راہزن کی ہے
رہبر و راخبر رہو کہ گناہ
راہزن کی ہے رہنماؤں پر

توحید کی تسبیح

ہم نے ڈاکٹر صاحب کی بیان کردہ توحید کی تین قسموں کے سلسلے میں شروع
میں عرض کیا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کو توحید کی تین قسموں کے سمجھنے اور بیان کرنے میں غلط فہمی
ہوئی ہے بلکہ وہ دیدہ دانستہ غلط فہمی میں پڑ گئے ہیں۔

وہابی توحید کے اقسام انہوں نے خود ”توحید“ پر کوئی تحقیق نہیں فرمائی
بلکہ بصورت نے توحید کی جو تین قسمیں بیان فرمائی ہیں یہ وہاں توحید کی تین قسمیں ہیں۔
جنہیں جناب ابن عبد الوہاب نجدی اور ان کے پیروکاروں نے اپنے سودی عرب
کے مدبروں کے نصائب میں شامل کر رکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

”توحید کی تین قسمیں ہیں: ^۱ توحید ربوبیت، ^۲ توحید اسماء و صفات اور توحید الوہیت (عبادت)“

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۱۵)

ڈاکٹر صاحب نے اس کا کوئی حوالہ بیان نہیں کیا کہ یہ تین قسمیں انہوں نے کہاں سے نقل کی ہیں۔ جبکہ انہیں اس کا حوالہ دینا چاہئے تھا۔

قارئین نے ملاحظہ فرمایا ہو گا اور فرمائیں گے کہ ہم کوئی بات بھی حوالہ کے بغیر عرض نہیں کرتے۔

کیونکہ ڈاکٹر صاحب بذات خود تو ایسی شخصیت نہیں کہ ان کی بات بلا چرچا تسلیم کر لی جائے۔ کیونکہ جسکی بات بلا چرچا تسلیم کی جاسکتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے اور یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب و سنت کے بعد اجماع امت مسلمہ ہے خصوصاً توحید (عقائد) کے معاملہ میں تو سند کی زیادہ ہی ضرورت ہے کہ اسمیں تھوڑی سی غلطی انسان کو ایمان سے کوسوں دور لے جاسکتی ہے۔

قارئین! اس کے باوجود کہ ڈاکٹر صاحب نے حوالہ بیان نہیں فرمایا مگر ہم نے ان کا حوالہ دستہ جہاں سے انہوں نے توحید کی یہ تینوں قسمیں نقل فرمائی ہیں تلاش کر لی ہے۔ ڈاکٹر صاحب چرچہ کہ سعودی عرب میں رہے ہیں وہاں ایک کتاب بھی نکلا جس کے پچوں کو پڑھائی جاتی ہے اس کتاب کا نام ”مقرر التوحید للصف الاول المتوسط“ ہے۔ اور یہ کتاب تحریک دہابیت کے بانی ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید سے مواد لیکر تیار کی گئی ہے۔

اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ

انواع التوحید الثلاثہ: توحید کی تین قسمیں ہیں (۱) توحید

(۱) توحید الالوہیت والعبودیت (۲) توحید

(۲) توحید الربوبیت (۳) توحید

الاسماء والصفات۔

(مقرر التوحید ص ۱۲ طبع جدہ)

یہ توحید کی وہی تین قسمیں ہیں جو ڈاکٹر صاحب کی کتاب کے حوالہ سے قارئین نے ملاحظہ فرمائی ہیں۔

الحمد للہ ہماری یہ بات پایہ تحقیق کو مدلل طور پر پہنچ چکی کہ جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب کی فکر توحید کا حشریہ کتاب و سنت اور جہود مسلمین اہل سنت کی تعلیمات کی بجائے وہابی تحریک کے بانی جناب ابن عبد الوہاب نجدی کی وہابیہ توحید ہے۔

اسلامی توحید کی تین قسمیں | اہل سنت کی مشہور کتاب جو توحید کے

موضوع پر صدیوں سے دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہے یعنی عقائد نسفیہ اسمیں فرماتے ہیں کہ توحید کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ توحید ذاتی

۲۔ توحید صفاتی

۳۔ توحید فعلی

۱۔ توحید ذاتی | عقائد نسفیہ کے مصنف امام ابو حفص عمر بن محمد نسفی

م ۵۲۴ھ پھر اسکے شارح امام تقی زانی علیہ الرحمۃ توحید ذاتی کو ان الفاظ میں

بیان فرماتے ہیں:

المحدث للعالم هو الله تعالى
ای الذات الواجب الوجود الذي
يكون وجوده من ذاته ولا
يحتاج الى شئ اصلا -
(شرح عقائد ص ۲۵)

کہ جہاں کو وجود عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ
ہی ہے یعنی اللہ وہ ذات ہے جو واجب
الوجود ہے جس کا وجود اسکی ذات سے
ہے (ذاتی ہے) وہ ہرگز کسی چیز کا
محتاج نہیں۔

اس عبارت میں بتایا گیا ہے عالم (جہان) کا پیدا کرنے والا ایک اللہ تعالیٰ ہی
ہے اور اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو واجب الوجود ہے جس کا وجود ذاتی ہے اسے
کسی نے وجود نہیں دیا وہ از خود ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور ہمیشہ چلا جائے گا۔ وہ
ہر چیز سے غنی اور بے نیاز ہے کسی چیز کا محتاج نہیں۔ یعنی واجب ذاتی اور غناء
ذاتی اسکی شان خاص ہے۔

یہ توحید ذاتی کا اجمالی بیان ہے جسکی تفصیل بہت سے صفات پر مشتمل ہو
سکتی ہے۔

۲۔ توحید صفاتی

وله صفات ازلية قائمة
بذاته وهي لا هو ولا غير
يعني ان صفات الله تعالى
ليست عين الذات لا غير
الذات وهي العلم والقدرة
والحياسة والسمع والبصر
والارادة والكلام (الى ان قال)

اور اسکی صفات ازلہ ہیں اور وہ
نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات
اور وہ صفات علم، قدرت، حیا،
سمع، بصر، ارادہ اور کلام (قدیم)
ہے آگے چل کر فرمایا اور اللہ اپنے
بندوں کے تمام افعال کا خالق ہے

والله خالق لا فعال العباد
كلها الخ

شرح عقائد ص ۲۶-۲۷

اس میں توحید کی تینوں قسموں کا بیان آ گیا توحید ذاتی، توحید صفاتی اور توحید فعلی۔

۳۔ توحید فعلی

بما مع زيد العقائد والتوحيد في كل
والمقعد في الذات او الصفات
او الالافعال مستحيل عليه -
(ص ۳-۴)

ذات و صفات اور افعال تعدد اللہ
تعالیٰ پر محال ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں، صفات میں اور افعال میں وحدہ لا شریک
ہے۔ کوئی بھی اس کا شریک نہیں۔

سامرہ شرح مسایرہ میں فرماتے ہیں کہ

التوحيد هو اعتقاد الوحدانية
في الذات والصفات و
الافعال (ص ۱۷)

توحید اس بات کا اعتقاد ہے اللہ تعالیٰ
ذات میں، صفات میں اور افعال میں
وحدہ لا شریک ہے۔

اس سے واضح ہو کہ اسلامی توحید کی تین قسمیں ہیں ایک توحید ذاتی، دوسری
توحید صفاتی اور تیسری توحید فعلی۔

شرح جوہرۃ التوحید میں فرماتے ہیں کہ علم توحید کی رو سے توحید کی تین قسمیں
مراد ہوتی ہیں۔

المراہد هنا: وحدة الذات والصفات
ووحدة الافعال (ص ۱۸)

وحدت ذات، وحدت صفات
اور وحدت افعال۔

یعنی اللہ کی ذات، اسما، صفات، افعال، قضا و قدر اور حکمت کا اقرار کرنا اور اسی کو توحید علیٰ خبری بھی کہتے ہیں۔

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۶، ۲۶۶)

توحید ربوبیت کے بیان میں ڈاکٹر صاحب کی غلط فہمی

ڈاکٹر صاحب نے توحید ربوبیت کے بیان میں دو غلطیاں فرمائیں ہیں ایک تو یہ کہ ”توحید ربوبیت“ میں توحید کے تمام اقسام و انواع و لوازمات توحید جمع کر ڈالے ہیں مگر ”توحید ربوبیت“ میں یہ تمام توحیدیں جمع ہیں یعنی توحید ذات، توحید اسما، صفات و توحید افعال و قضا و قدر وغیرہ تو پھر ڈاکٹر صاحب نے توحید کی الگ الگ تین قسمیں کیوں قرار دیں بس ایک توحید ربوبیت ہی کہہ دیتے اور اگر ان کے خیال میں توحید کی الگ الگ تین قسمیں ہیں تو قسمیں (جنہیں قسم بھی کہتے ہیں) ایک دوسرے میں کیسے داخل ہو گئیں۔

ڈاکٹر صاحب قسموں کا مطلب بھی نہیں سمجھے | شاید ڈاکٹر صاحب قسموں کا

مطلب ہی نہیں سمجھے ورنہ وہ ایسی بات نہ کرتے شاید انہوں نے درس نظامی کی فنی بنیادی کتابیں نہیں پڑھیں ورنہ وہ ایسی غیر اصولی بات ہی نہ کرتے۔ ہم تو طالب علموں کو جب علم نحو پڑھاتے اور کلمہ کی بحث سمجھاتے ہیں کہ کلمہ کی تین قسمیں ہیں اسم و فعل و حرف تو انہیں وہاں سمجھا دیتے ہیں کہ کلمہ مقسم ہے اور اسم و فعل و حرف اسکی تین قسمیں ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لئے یہ تینوں قسمیں ایک جگہ جمع نہیں ہوتیں یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ ایک کلمہ اسم بھی ہو فعل بھی اور حرف بھی۔ اسی طرح توحید مقسم ہے اور جو اسکی قسمیں ہیں وہ آپس میں ایک جگہ جمع

یعنی توحید ذاتی و توحید صفاتی اور توحید فعلی۔

علامہ امام محدث علی بن سلطان القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

الحاصل ان توحید اہل
الایمان ہو تصدیق بالجنان
واقتراس باللسان علی اللہ تعالیٰ
احد فی ذاته واحد فی
صفاته وخالق لمصنوعاته۔
خالق ہے۔

(ضوء المعالی ص ۱۵)

اسمیں بھی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی تین قسمیں یہ ہیں:

توحید ذاتی، توحید صفاتی اور فعلی۔ پھر اسکی شرح میں فرماتے ہیں۔

انہ لا مشابہۃ للمخلوقین
لہ تعالیٰ فی ذاته ولا فی
صفاته ولا فی افعاله۔
انہ لا مشابہۃ للمخلوقین
لہ تعالیٰ فی ذاته ولا فی
صفاته ولا فی افعاله۔
افعال میں۔

اس سے بھی واضح ہے کہ توحید کی تین قسمیں یہ ہیں جو مسلمانوں کے اسلاف و بزرگان بیان فرما رہے ہیں نہ وہ کہ جو شیخ نجدی اور ان کے پیروکار بیان فرما رہے ہیں۔

۱۔ توحید ربوبیت | اس کے بعد ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ

توحید کی قسم اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کے وجود پر ایمان اور اس کے تنہا رب ہونے کے اقرار پر مشتمل ہے۔

نہیں ہوں گی مثلاً اسلامی توحید یعنی مسلمانوں کے ہاں جو توحید کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ توحید ذاتی و صفاتی و فعلی تینوں الگ ہیں ایک جگہ جمع نہ ہوں گی مگر ڈاکٹر صاحب کی نجدی توحید عجیب ہے کہ اسکی قسمیں ایسی ہیں جو الگ الگ قسمیں ہوتے ہوئے ایک بھی ہو جاتی ہیں۔ غالباً ڈاکٹر صاحب لکھتے وقت اس گمان میں تھے کہ جیسے فی فوی پر تقریر فرماتے ہوئے ادب پٹانگ بانکتے رہتے ہیں اور زبان علم و تحقیق سے نااہل سامعین سرد ہنستے رہتے ہیں۔ ایسے ہی ان کی کتاب بھی غور و فکر کے بغیر لکھی جائے گی اور کوئی ان پر تنقید کرنے کا حوصلہ نہیں کرے گا لیکن یہ ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ فی فوی پر بولنا اور چیز ہے اور کتاب لکھنا اور چیز۔ ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کتاب قادیان کے ہاتھ جاتی ہے اور وہ اس پر ناقدانہ نظر ڈالے بغیر نہیں لکھتے۔

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکہ سے میں شیخ جی صاحب
یہاں پکڑی اچھلتی ہے اسے مے خانہ کہتے ہیں

توحید علمیٰ مخبری ڈاکٹر صاحب نے توحید ربوبیت کے بیان میں مذہبی غلطی یہ فرمائی ہے کہ انہوں نے "توحید ربوبیت" کو توحید علمیٰ مخبری قرار دیا ہے۔ جبکہ توحید کی تینوں قسموں کے مجموعہ کو توحید علمیٰ مخبری کہتے ہیں۔
چنانچہ محدث فقیر علامہ علی بن سلطان الفاری علیہ الرحمۃ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ

فَوَالْقَمْرَ اِنَّ اَمَّا خَبْرَ عَنِ اللّٰهِ
وَاَسْمَاءُ وَصِفَاتُهَا وَاقْعَالُهَا
فَهُوَ التَّوْحِيدُ الْعِلْمِيُّ الْمَخْبَرِيُّ (ص ۱۰)
پس بلاشبہ قرآن یا اللہ تعالیٰ اور اس کے
اسماء و صفات اور اس کے افعال کی خبر
ہے پس یہ توحید علمیٰ مخبری ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی و توحید اسماء و صفات اور توحید افعال تینوں کے
مجموعہ کو توحید علمیٰ مخبری کہتے ہیں۔

توحید ارادی طلبی توحید کا دوسرا قسم ڈاکٹر صاحب نے بیان نہیں کیا بلکہ توحید سے متعلق بہت سی ایسی اہم اور ضروری چیزیں ڈاکٹر صاحب نے بیان نہیں کیں جن کے بغیر فکر توحید نامکمل رہ جاتی ہے اس لحاظ سے ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب بیان توحید میں نامکمل یا ناقص قرار پاتی ہے۔

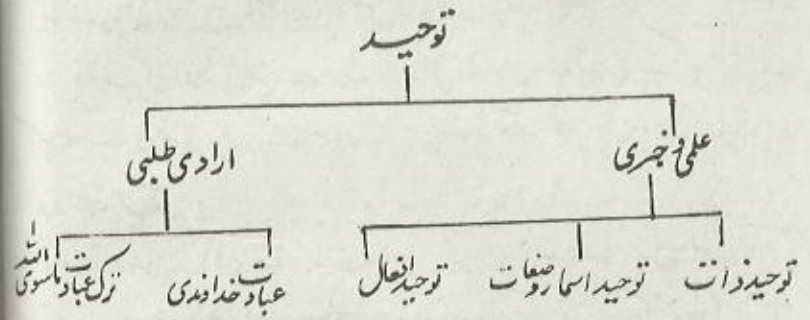
توحید کی دوسری قسم جسے شرح علامہ علی الفاری نے شرح فقہ اکبر میں بیان کر دیا ہے وہ ہم قارئین کے مسومات میں اضافہ کے لئے یہاں بیان کر دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ

وَاَمَّا دَعْوَتُهَا اِلَى عِبَادَتِهِ
وَحَدَهُ لَا تُشْرِكُ لَهُ وَخَلَعَ
مَا يَعْبُدُ مِنْ دُونِهِ فَهُوَ
التَّوْحِيدُ الْاِرَادِيُّ الطَّلَبِيُّ
(ص ۱۰)
قرآن اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت
اور اس کے سوا جنس کی پوجا کی جاتی ہے
ان کو چھوڑنے دینے کی دعوت ہے
پس یہ توحید ارادی طلبی ہے۔



نقشہ توحید

حضرت علامہ امام و فہام علی بن سلطان القاری
علیہ الرحمۃ نے جو توحید کے مجملہ اقسام بیان کئے ہیں ہم انہیں بھی قارئین کے
فائدہ کے لئے نقشہ کی صورت میں پیش کر رہے ہیں ملاحظہ ہو۔



کیا اللہ تعالیٰ کو کوئی ایسی صفات ہیں جنہیں کوئی اور شریک ہو سکتا ہے؟

اس کے بعد جناب ڈاکٹر مک فلام مرتضیٰ حبیب "شرک فی الصفات اور علم غیب کا مسئلہ"
کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"توحید اسماء و صفات پر ایمان نہ ہونے کی ایک شکل یہ بھی ہے
کہ اللہ کی بعض ایسی صفات میں جنہیں کوئی بھی اس کا شریک نہیں
ہو سکتا، غیر اللہ کو شریک کر دیا جائے۔"

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۶)

قارئین! ڈاکٹر حبیب کی مسند راجہ بالا عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہو رہی ہے
کہ ڈاکٹر حبیب کے نزدیک اور ان کے عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم کی
ہیں ایک وہ جن میں کوئی اور (غیر خدا) شریک ہو سکتا ہے اور دوسری وہ جن میں
کوئی بھی شریک نہیں ہو سکتا۔ ان کی اس عبارت پر پھر غور فرمائیں۔

"اللہ کی بعض (کچھ) ایسی صفات ہیں، جن میں کوئی اس کا شریک نہیں ہو سکتا؟
بلاشبہ ان کی یہ عبارت اس حقیقت کو بالکل ہی واضح کر رہی ہے جو ہم عرض
کر چکے ہیں کہ ڈاکٹر حبیب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کچھ ایسی صفات بھی ہیں جن میں کوئی
اور (غیر خدا) شریک ہو سکتا ہے۔"

ڈاکٹر حبیب خود شرک میں مبتلا ہو گئے | قارئین! یقین فرمائیے کہ ڈاکٹر حبیب
یہ کہہ کر شرک کے مرتکب ہوئے حالانکہ وہ دوسروں کو شرک سے بچنے کی تلقین فرماتے
ہیں اور شرک کے معاملے اس حد تک سے تجاوز کر جاتے ہیں کہ جو صحیح عقیدہ
اہل سنت و اہل ایمان ہیں انہیں بھی زبردستی مشرک ٹھہرانے والے ڈاکٹر حبیب بے سرحے
سمجھے یفرما کر کہ "اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کہ جن میں کوئی بھی اس کا شریک
نہیں ہو سکتا غیر اللہ کو شریک کر دیا جائے۔" (ص ۲۶)

خود ہی شرک کا ارتکاب کر لیا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی مذکورہ بالا عبارت میں اپنے
اس لفظ سے کہ "اللہ تعالیٰ کی بعض ایسی صفات ہیں کہ جن میں کوئی بھی اس کا شریک
نہیں ہو سکتا الخ" اللہ تعالیٰ کی صفات کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے بعض ایسی
کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک ہو سکتا ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ سُبْحَانَكَ هَذَا بُعِثْتُ مِنْ عَظِيمٍ
ڈاکٹر حبیب اہل سنت مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے سے پہلے اپنے ایمان کی خبر لیں۔

پہلے اپنے جنسوں کی خبر لو
پھر میرے عشق کو آ زمانا

ڈاکٹر صاحب نے پہلے تو "توحید اسماء و صفات" کا عنوان قائم کیا یعنی اللہ تعالیٰ اسماء و صفات میں وحدہ لا شریک لہ ہے مگر یہاں فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کہ انہیں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہو سکتا وہ بعض ہیں گویا ساری نہیں ہیں یعنی بعض صفات میں اس کے ساتھ کوئی شریک ہو سکتا ہے اور یہ بلاشبہ شرک ہے۔

عقیدہ اہلسنت

جبکہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی تمام صفات ازل ہی اور مخلوق کی صفات حادث ہیں۔ یہ قاعدہ ہے کہ جیسا موصوف ہوگا ویسی اس کی صفات ہوں گی۔ موصوف ازل اور قدیم تو اس کی صفات بھی ازل اور قدیم جیسا کہ اللہ تعالیٰ ازل و قدیم اور اس کی صفات بھی ازل و قدیم اور موصوف حادث تو اس کی صفات بھی حادث رہ چکا پھر مخلوق کی صفات مخلوق کی طرح حادث۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ

لحم یزل ولا یزال باسماۃ یعنی اللہ اپنے اسماء و صفات کیساتھ وصفاتہ لحم یحدث لہ اسم ازل ہی اس کا کوئی اسم حادث نہیں ولا صفة اور نہ کوئی صفت۔

اس کی شرح میں محدث علی بن سلطان القاری فرماتے ہیں :

"یعنی ان صفات اللہ و اسماءہ کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اور اس کے کلیہ اسماء لا بدایت لہا تمام اسماء ازل ہی کہ ابتداء نہیں اور

وابدیتہ لا نہایت لہا
(شرح فقہ اکبر ص ۳۲)

اس کے بعد آگے چل کر فرماتے ہیں :
وصفاتہ کلھا فی الازل
جلافت صفات المخلوقات
(شرح فقہ اکبر ص ۳۲)

یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازل ہی اس کے برعکس مخلوق کی صفات ازل نہیں بلکہ حادث ہیں۔

اگر ڈاکٹر صاحب کی بات کو مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا اور بعض میں ہو سکتا ہے تو جن صفات میں کوئی شریک ہو سکتا ہے وہ ازل نہیں ہوں گی بلکہ حادث ہوں گی جیسا کہ مخلوق میں سے کوئی فرد انہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ہوگا تو اس سے اللہ تعالیٰ کا محل حوادث ہونا لازم آئے گا اور یہ غلط اور محال ہے کیونکہ ذات قدیم یا ذات ازل محل حوادث نہیں ہو سکتی اور اگر وہ بعض صفات جنہیں کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے ازل ہوں گی تو اس سے لازم آئے گا کہ موصوف حادث ہو اور صفات قدیم ہوں یہ بھی محال ہے۔

ڈاکٹر صاحب جس طرف بھی رخ کریں گے انہیں استحالہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کے لئے خلاصی کا کوئی راستہ نہیں جب تک کہ اپنے ہکے ہوئے سے توبہ کر کے راہ راست پر نہ آجائیں۔

سبھ جاتی ہے اک الجھن تو شکل اور بڑھتی ہے
کسی صورت، محبت کی پریشانی نہیں جاتی

امام احمد رضا کا عقیدہ

وہاں حضرات اہلسنت کے ایک عظیم محدث مفتی ام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ اور ان کے ہم مسلک علماء اہلسنت پر بلاوجہ طعن کرتے اور ان پر ناجائز اور زبردستی طویہ شرک کا الزام عائد کرتے ہیں ان کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیے :

”عقیدہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے صفات

بھی قدیم ازلی ابدی ہیں۔“ (بہار شریعت ج ۱ ص ۲)

یہ ہے سچی توحید کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جیسے قدیم اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔ ان میں مخلوق میں سے کسی فرد کے شریک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر فرماتے ہیں :

”عقیدہ، صفات الہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے گمراہ بدین ہے۔“

(بہار شریعت ج ۱ ص ۲)

سیدنا اثناء فضل الرسول تھادری البرکاتی البدائی رحمۃ اللہ علیہ کے موضوع پر لکھی گئی اپنی مشہور کتاب ”المعتقد المنقذ“ (۱۲۷۰) میں فرماتے ہیں کہ

”مسئلہ - صفات اللہ تعالیٰ فی الانزل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ فمن قال انها مخلوقۃ او محدثۃ او وقف فیہا بان لا یحکم بانہا قدیمۃ ۱ و حادثۃ او شک فیہا او تردد فی ہذہ المسئلۃ ونحوہا فہو کافر

اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی ہیں، حادث نہیں اور نہ مخلوق، توحید شخص کہے کہ صفات باری تعالیٰ مخلوق ہیں یا حادث ہیں یا اس سلسلہ میں توقف کرے ان کے قدیم یا حادث ہونے کا فیصلہ نہ کرے یا اس میں شک یا تردد تو وہ اللہ تعالیٰ

باللہ تعالیٰ - (ص ۵۳) کا منکر ہے۔

احمد رضا یہ امر واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ اور ابدیہ ہیں۔ ان میں سے کوئی صفت ایسی نہیں جس میں کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک ہے اللہ تعالیٰ اپنی ذات و اسماء و صفات اور افعال میں وحدہ لا شریک لہ ہے جناب ڈاکٹر صاحب کو شدید مغالطہ لگا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات ایسی ہیں جن میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا، نہیں نہیں بلکہ ہم اہل اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ہی ایسی ہیں جن میں کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر صاحب کے مغالطہ کا سبب

شاید ڈاکٹر صاحب کو یوں مغالطہ لگا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی صفت ”سمیع“ اور ایک صفت ”بصیر“ بھی مذکور ہے یعنی قرآن میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ”سمیع و بصیر“ دیکھنے والا ہے اور قرآن میں یہی دونوں صفتیں انسان کے لئے بھی مذکور ہوئی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ انسان کے بارے میں فرماتا ہے کہ

”فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا“ پس ہم نے انسان کو سمیع و بصیر

(سورہ دھہر آیہ ۲) بنایا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت رؤف و رحیم بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رؤف و رحیم فرمایا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ”علیم“ ہے اور قرآن میں یہی صفت ”علیم“ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے بھی استعمال ہوئی ہے۔ لہذا

سمیع و بصیر اور رؤف و رحیم اور علیم اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات ہیں جن میں انسان بھی اس کے ساتھ شریک ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب اس حقیقت کو بھول گئے

کہ اللہ تعالیٰ کی یہ اور دوسری تمام صفات ازلیہ اورابدیہ اور قدیم اور غیر مخلوق ہیں جبکہ انسان کی یہ صفات حادث اور مخلوق ہیں جنہیں انسان میں اللہ نے پیدا کیا لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ صفات ذاتیہ ہیں کسی نے اسے یہ صفات عطا نہیں کیں اور نہ وہ مخلوق ہیں بلکہ وہ ازل وابدی و قدیم ہیں۔ تو شریعت کہاں پائی گئی، یہ تو محض اشتراک الہی ہیں نہ شریعت فی الصفات۔

افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب، ڈاکٹر کہلاتے ہوئے بھی اس بات سے بے خبر ہیں کہ صفات میں شریک ہونا اور چیز ہے اور محض اسم میں اشتراک لفظی اور چیز۔ چنانچہ علامہ علی بن سلطان القاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

وصفاته كلها واقعة في
الازل بخلاف صفات المخلوقين
اي لا تشابه دعوتهم وان
وقع الاشتراك الاسمي في
صفات الحق ونعت المخلوق
من العلم والقدرة والرؤية
والكلام والسمع ونحوه
(شرح فقہ اکبر ص ۳)

یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات ازل ہیں وہ انسانی صفات کے ساتھ کوئی مماثلت و شبہت نہیں رکھتیں اگرچہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کی صفات میں نام کا اشتراک واقع ہوا ہے مثلاً علم (جاننا)، قدرت (طاقت رکھنا)، رؤیت (دیکھنا)، کلام (بولنا) اور سمع (سننا) وغیرہ یہ معنی میں اللہ تعالیٰ کے لئے بھی آتی۔ اور انسان کے لئے بھی، تو یہ محض نام کا اشتراک ہے یعنی اس سے انسان کو صفات باری تعالیٰ

میں شریک ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اسماء میں صفات میں اور افعال وحدہ لا شریک لہ ہے ان میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تمام صفات باری تعالیٰ ازل ہیں جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری ذات ازل ہے ہی نہیں تو کوئی اس کی کسی صفت میں شریک کیسے ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ہو سکتا۔

تفاریق ایہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ڈاکٹر ٹیٹ کی ڈگری رکھنے والا ایک انسان، عقیقہ توحید کی اس قدر بنیادی بات سے بھی بے خبر ہے۔

ہم شیخ کی سُننے تھے مریدوں سے بزرگی
تحریر سے دیکھا تو عمامے کے سوا یسچ

مسئلہ علم غیب

اس کے بعد جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”مثلاً یہ کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر انبیاء، اولیاء یا ملائکہ کو علم غیب کی صفت سے متصف سمجھ لیا جائے تو یہ شرک فی الصفات ہوگا۔“

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۶۹)

ڈاکٹر صاحب نے مسئلہ علم غیب پر چھیڑ دیا ہے مگر علم غیب کی تعریف نہیں کی یعنی یہ نہیں بتایا کہ ”علم غیب“ کیا ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ ڈاکٹر صاحب پر فرض عائد ہوتا تھا کہ واضح کرتے کہ علم غیب، ”غیب جاننا“ ایک ایسی بات ہے جسے عام پڑھنے لکھے لوگ نہیں سمجھتے، زیادہ سے زیادہ لفظ ”علم“ کے معنی تو ان کو معلوم ہوں گے

گروہ بچارے کیا سمجھیں کہ "غیب" کیا چیز ہے اور غیب کسے کہتے ہیں۔

غیب کی تعریف

لیجئے اس سلسلے میں ہم عرض کرتے ہیں تاکہ قارئین کو ہم آگے چل کر سلسلہ حقیقت کو جان سکیں اور مسئلہ علم غیب پر منکرین کے موقف کی غلطی سے آگاہ ہو سکیں۔

لغت کی رو سے "غیب" پوشیدہ چیز کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں غیب کے معنی بیان کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ م ۲۷۷ فرماتے ہیں۔

الغیب مصدر غابت الشمس وغیرها استترت عن العین یقال غاب عنی کذا قال اللہ تعالیٰ "امرکان من الغائبین" واستعمل فی کل غائب عن الحاشیة وعمّا یغیب عن علم الانسان (المان قال) والغیب ما لا یقع تحت الحواس ولا تقتضیہ بداهة العقول وانما یعلم بخبر الا نبیاء علیہم السلام۔
 کتاب المفردات ص ۲۶۷ (۲۶۷)

غیب "غابت الشمس وغیرہ" کا مصدر ہے جب سورج سمجھ سے چھپ جائے تو کہتے ہیں سورج غائب ہو گیا اور کہا جاتا ہے وہ مجھ سے ایسے غائب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یا وہ غائبین سے تھا اور غیب ہر اس کے لئے استعمال ہوتا ہے جو انسانی حواس سے پوشیدہ ہو اور جو انسان کے علم سے باہر ہو اور غیب ہر وہ چیز ہے جو انسانی حواس کے قابو میں نہ آئے اور نہ ہی عقل کی تیزی سے معلوم ہو اور وہ صرف انبیاء علیہم السلام کے بتانے سے معلوم ہوتا ہو۔

امام راغب علیہ الرحمۃ نے جو غیب کی تعریف فرمائی ہے اس سے درج ذیل نکات واضح ہو گئے۔

غیب اسے کہتے ہیں:

(الف) جو انسانی حواس سے معلوم نہ ہو سکے۔

(ب) جو عقل کی تیزی کے ذریعے بھی معلوم نہ ہو۔

(ج) جو صرف انبیاء علیہم السلام کے بتانے سے معلوم ہو۔

قارئین! اوپر کی شق (ج) پر غور فرمائیں کہ غیب کے جاننے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام کا بتانا ہے۔ مگر ڈاکٹر حبیب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا لیکن امام راغب کے فرمان مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب بتاتے ہیں اور ان کے ذریعے ہی غیب کی بات معلوم ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر حبیب کا انکار کرنا ایک نئے مذہب کی بات تو ہو سکتی ہے اسلاف کی نہیں۔ کیونکہ امام راغب کا جو فرمان اوپر نقل کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ائمہ دین و محدثین و مفسرین اہل سنت کا یہی موقف رہا ہے کہ لوگوں میں سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی غیب بتاتے اور بتاتے ہیں اور غیب جاننے کا وہی ذریعہ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ انبیاء ذاتی طور پر تو غیب نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ ہی کے بتانے سے جانتے ہیں۔

غیب کی قسمیں

امام قاضی ناصر الدین بیضاوی م ۹۶۷ھ اپنی مشہور

تفسیر بیضاوی شریف میں فرماتے ہیں کہ

الغیب الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا تقتضیہ بدہة العقل وهو قسمان ۱) قسم لا دلیل علیہ وهو المعنی

غیب وہ پوشیدہ چیز ہے جسے انسان کی حس نہ پاسکے اور نہ ہی عقل کی تیزی سے جانا جائے اور غیب کی دو قسمیں ایک وہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو

بقولہ تعالیٰ "وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو و (۲) قسم نصب عليه دليل كالصانع وصفاته واليوم الاخرة واحواله وهو المراد به في هذه الآية -
(تفسير البضاوی ج ۱ ص ۵۵)
اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا" سے مراد یہی غیب غیر ایک ہے اور دوسرا وہ غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم ہو جیسے اللہ تعالیٰ، اسکی صفات قیامت کا دن اور اس کے احوال اور اس آیت میں غیب کا یہی دوسرا قسم مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کونسا غیب خاص ہے؟

غلامیہ کہ غیب اسکو کہیں گے جو حواس عقل سے بیہی (درشن) طور پر معلوم نہ ہو سکے اسکی دو قسمیں ہیں ایک وہ غیب جس پر کوئی دلیل نہ ہو یہ علم غیب ذاتی ہے اور قرآن میں جہاں جہاں ایسی آیات آئی ہیں جنہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے غیب کے جاننے کی نفی کی گئی ہے اس سے یہی علم غیب ذاتی مراد ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور غیب کی دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، نبوتیں، انبیاء ان کی امتوں اور ان سے متعلقہ خبریں، شریعتوں کے احکام، عالم برزخ، روز قیامت اور ان کے احوال، مرنے کے بعد اٹھنا، حشر و نشر، حجاب جزاء وغیرہ کا علم جس پر عقل یا نقلی دلیلیں قائم ہیں۔

علامہ محی الدین المعروف شیخ زادہ متوفی ۸۵۹ھ حاشیہ بیضاوی شریف میں فرماتے ہیں کہ

(وقسم نصب عليه دليل) اور غیب کا ایک وہ قسم ہے جس پر دلیل

المراد بالدليل ما يعبر العقل والنقل فان الصانع وصفاته مما نصب عليه دليل من طريق العقل واليوم الآخر واحواله مما ثبت بدليل نقلی و كلا القسمین غیب بالمعنی المذكور الا ان الانسان يعلم القسم الثاني منه نصب عليه من الدليل والغيب الذي اختص علمه بالله سبحانه وتعالى هو القسم الاول منه ويدخل فيه (اي القسم الثاني) العلم بالله سبحانه وتعالى وبصفاته والعلم بالآخرة والعلم بالنبوة والعلم بالاحكام والشرائع -

(حاشیہ شیخ زادہ ج ۱ ص ۵۵)

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ جو غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہیں، نہ عقلی اور نہ نقلی۔ اور جس پر عقل و نقل دلیل قائم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات روز اول

سے کبیر روز آخرت تک یعنی جہاں سے مخلوق کی پیدائش ہوئی وہاں سے لے کر روز آخرت (قیامت) اور اس کے بعد جہنم کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک یہ تمام علوم ہیں جن پر عقل و نقلی دلائل قائم ہیں اور نقلی دلائل سے مراد آسمانی کتب صحائف اور بالخصوص قرآن مجید اور کلاہائے انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ اور آپ کے فیوض و برکات کاملہ ہیں اور ان تمام علوم کو قرآن مجید حاوی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر چیز کا روشن بیان کر کے اتارا پھر اس تفصیل کو ہر شخص اپنی علمی قابلیت اور روحانی صلاحیت کے مطابق سمجھ سکے گا اور اس کے مطابق اس پر علوم کا انکشاف ہوتا چلا جائیگا۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

من اسرا د علم الاولین جو شخص اولین و آخرین کا علم چاہے
والآخرین فلیتدبر القرآن وہ قرآن میں غور کرے۔
(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۲۹)

امام دیلمی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

من اسرا د علم الاولین جو اولین و آخرین کا علم چاہے وہ
والآخرین فلیتدبر القرآن قرآن میں غور و فکر کرے۔
(کنز العمال ج ۱ ص ۵۴)

یہ علم غیب کی تعریف اور اس کے دو قسموں کا بیان تھا جسے ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب نے نظر انداز کرتے ہوئے علم کی بحث چھیڑ دی جبکہ ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ پہلے علم غیب کی تعریف کرتے پھر اس کی قسمیں بیان کرتے اس کے بعد ہی اس کا حکم شرعی بیان فرماتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔

کیونکہ اگر وہ اس تحقیق کی طرف آتے تو اہلسنت کے خلاف آگے چل کر جو انہیں کہنا تھا اس کی گنجائش ہی باقی نہ رہتی، اس لئے ڈاکٹر صاحب نے محققانہ راستہ اختیار کرنے کی بجائے متعصبانہ طریقہ اختیار فرمایا۔
انتہائے تعصب بھی دیکھنے کی چیز ہے
کس طرف جانا تھا ان کو کس طرف چلے جا رہے ہیں
اس کے بعد جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب فرماتے ہیں۔
”علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔“

(وجوداری تعالیٰ اور ترجمہ ص ۶۶)

ڈاکٹر صاحب کی یہ باطل الاطلاق درست نہیں بلکہ انہیں یوں کہنا چاہیے تھا۔
کہ وہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے یا اس کے ساتھ ہے، جس پر
کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ چنانچہ امام قاضی ناصر الدین بیضاوی علیہ الرحمۃ اور شیخ زادہ
بیضاوی کے حوالہ سے ہم کچھ چکے ہیں۔

قسم لا دلیل علیہ وهو المعنی کہ غیب کا ایک وہ قسم ہے جس پر کوئی
بقولہ تعالیٰ ”وعندہ مفاتیح“ دلیل نہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کہ
”الغیب لا یعلمہا الا هو“ اس کے پاس غیب کی کھیاں جنہیں
(تفسیر بیضاوی ج ۵ ص ۵) ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“ سے یہی غیب
مراد ہے۔

یعنی جو علم غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے وہ وہی علم غیب ہے جس پر کوئی
دلیل قائم نہیں۔ اسی طرح شیخ زادہ لکھتے ہیں کہ

الغیب الذی اختص علمہ وہ غیب جس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ
باللہ تعالیٰ هو القسم الاول۔ خاص ہے وہ قسم اول ہی ہے۔
(شیخ زادہ ج ۱ ص ۸۹)

علامہ محمد آوسی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۷ھ اپنی شہرہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ غیبیہ و فتنیں ہیں کہ

فمنہ ما لم ينصب عليه
دليل وتفرّد بعلمه اللطيف
الخبير سبحانه وتعالى كعلم
القدر مثلاً ومنه ما نصب
عليه دليل كالحق تعالى
وصفاته العلا فانہ غيب
يعلمه من اعطاء الله تعالى
نوراً على حسب ذلك النور
فليخذ المتأمن متفاوتين
فيه وللاولياء نفعنا الله
تعالى بهم الحظ الا وفر منه
ومن هذا قيل الغيب
مشاهدة الكل بعين الحق
فقد يمنع العبد قرب النوافل
فيكون الحق سبحانه بصير
الذي يبصر به وسمعه الذي
يسمع به ويرقى من ذلك
الى قرب الفرائض فيكون
نوراً فلهذا يكون الغيب

ان میں سے ایک وہ غیب ہے جس پر
کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی اور یہ غیب صرف
اللہ سبحانہ و تعالیٰ جانتا ہے جیسے
تقدیر کا علم جو علم الہی میں ہے نہ کہ لوح
محفوظ والی اور آسمیں سے دوسرا وہ
غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم کی گئی
جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات عالیہ
پس یہ وہ غیب ہے کہ اسے ہر وہ شخص
جانتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نور عطا
فرمایا، اس نور کے مطابق (جانتا ہے)
پس اسی لئے تم لوگوں کو علم غیب میں
مختلف درجات پر فائز پاتے ہو اور
اولیاء کرام کے لئے، اللہ ہمیں ان سے
نفع دے، علم غیب کا بہت بڑا حصہ ہے
اور یہاں سے کیا گیا ہے کہ غیب کل
کائنات کا چشم حق کے ساتھ ملاحظہ
کرتا ہے پس بلاشبہ بندے کو
قرب نوافل سے نوازا جاتا ہے تو
اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کو وہ انکھ

لہ شہودا والمفقود لدينا
عندہ موجود الخ
ہو جاتا ہے جس سے وہ سنا ہے اور بندہ
یہاں سے قرب فرائض کی طرف ترقی کرتا
ہے تو نور ہو جاتا ہے پس وہاں پہنچتا
ہے تو غیب اس کے لئے حاضر اور وہ
جو ہمارے لئے موجود نہیں اس کے ہاں موجود ہوتا ہے
(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۱۱۴)

استخراج مسائل

۱۔ امام آوسی علیہ الرحمۃ کے اس فرمان سے درج ذیل مسائل واضح ہو گئے۔

الف۔ ایک یہ کہ غیب کی دو قسمیں ہیں:
الغیب۔ جس پر کوئی دلیل قائم نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسے تقدیر جو اللہ تعالیٰ
کے علم میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں سے متعلق ہے چونکہ بندوں کی اخروی زندگی
لا محدود و لا متناہی ہے لہذا اس سے متعلق سلسلہ تقدیر جو علم الہی میں ہے لا محدود
و لا متناہی ہے۔ بندوں کا علم لا محدود و لا متناہی چیز کے سلسلہ کا احاطہ نہیں
کر سکتا اس لئے اس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی خاص ہے نہ کہ لوح محفوظ میں
لکھی گئی تقدیر، کیونکہ لوح محفوظ محدود ہے تو اس پر لکھی گئی تقدیر بھی محدود لہذا
بندوں کا علم اس کا احاطہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ سراج اولیاء رسیدنا و مرشدنا غوث
اعظم شیخ الکمل شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
”وعینای فی اللوح المحفوظ“ کہ اللہ کے فضل و کرم سے میری آنکھیں لوح محفوظ
(بجۃ الاسرار) میں لکھا ہوا دیکھ رہی ہیں۔

بکہ لوح محفوظ میں جو کچھ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم مقدسہ کا ایک حصہ
ہے۔ کما قال الامام البوصیری فی القصیدۃ البردۃ۔

(ب) وہ غیب جس پر کوئی دلیل قائم ہے جیسے اللہ تعالیٰ اور اسکی صفات وغیرہ کا علم۔ اس غیب کو ہر وہ شخص جانتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نور عطا فرمائے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ اولیاءِ کرام کو بھی علم غیب کا بہت بڑا حصہ عطا ہوتا ہے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ اولیاءِ کرام چشم حق کے ساتھ کل کائنات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۴۔ چوتھا یہ کہ بندہ کو جب قربِ نوافل حاصل ہوتا ہے تو اسکی آنکھوں اور کانوں پر پر انوارِ الہیہ کا خاص فیضان ہوتا ہے تو وہ ان انوارِ الہیہ کے فیضان سے دیکھتا اور سنتا ہے لہذا اسے دور کی چیز دکھائی اور سنائی دیتی ہے۔

(۵) پانچواں یہ کہ بندہ ترقی کر کے جب قربِ فرائض سے نوازا جاتا ہے تو وہاں غیب اس کے لئے حاضر اور جو ہمارے سامنے موجود نہیں اس کے سامنے موجود ہوتا ہے۔

بندے غیب جانتے ہیں | اہم الائمہ فخر الاسلام امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ

متوفی ۶۰۶ھ اپنی مشہور تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ

فان قيل : أفتقولون :
العبد يعلم الغيب أم لا ؟ قلنا :
قد بينا أن الغيب ينقسم
إلى ما عليه دليل وإلى ما لا
دليل عليه - أما الذي لا
دليل عليه فهو سبحانه
وتعالى العالم به لا غيره ولما
الذي عليه دليل فلا يمتنع
أن نقول : نعلم الغيب ما لنا

بس اگر سوال کیا جائے کہ بندہ غیب جانتا ہے یا نہ؟ ہم جواب دیں گے کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر دلیل قائم ہے اور دوسرا وہ جس پر دلیل قائم نہیں رہا وہ جس پر دلیل قائم نہیں تو اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا اور کوئی نہیں جانتا اور رہا وہ غیب جس پر دلیل ہے تو اس بات میں کوئی امر مانع نہیں کہ ہم کہیں

علیہ دلیل۔

کہ ہم وہ غیب جانتے ہیں جس پر ہمارے

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۸)

ان تمام حوالوں میں ڈاکٹر صاحب کے لئے درس عبرت ہے جو علی الاطلاق

غیب جانتے کو اللہ تعالیٰ کی خاص صفت قرار دیئے جا رہے ہیں۔ ان ائمہ مفسرین نے واضح فرمایا ہے کہ غیب علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہیں، اور جس پر کوئی دلیل قائم ہے

اسے اللہ تعالیٰ کے بندے بھی جانتے ہیں۔ کاش کہ ڈاکٹر صاحب علم غیب کی بحث چھیڑنے سے پہلے قرآن کریم کی ان عالی شان تفسیروں کو ملاحظہ فرما لیتے، لیجئے اگر انہوں نے یہ زحمت گوارا نہیں فرمائی تو ہم نے ان کی خدمت میں یہ حوالے پیش کر دیئے ہیں تاکہ انہیں اپنی کوتاہ نظری کا احساس اور اپنی غلطی کا انکشاف ہو۔

محفل میں ان کا آج تڑپ جائے اگک اگک

اسے دل نئی انگ، اسے مٹرب نئی ترنگ

غیر خدا کے بارے میں علم غیب کا اعتقاد شرک نہیں

اس کے بعد جناب ڈاکٹر صاحب اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں۔

”اگر انبیاء و اولیاء یا ملائکہ کو علم غیب کی صفت سے متصف سمجھ لیا جائے تو یہ شرک فی الصفات ہوگا“ (ص ۲۶۹)

ہم گزشتہ سطور میں ان مفسرین کے حوالوں سے جو عرض کر چکے ہیں کہ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر دلیل قائم نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا وہ جس پر کوئی دلیل قائم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے مغرب بندوں کو بھی حاصل ہے، انبیاء علیہم السلام تو بڑی چیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کے لطف و کرم سے نوازے جانے والے اولیاء کرام بھی اپنے اپنے حسب حال اس علم غیب سے حصہ پاتے ہیں۔ اس کی روشنی میں جناب ڈاکٹر صاحب کی یہ بات بے بنیاد اور قطعاً غلط ہے۔ اور یہ ان کی بہت بڑی غلط فہمی ہے۔

فاریضے! آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب جو بات کہتے ہیں کہ دین متین و سلف صالحین میں کسی کا حوالہ پیش نہیں کرتے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہی عقل کل سمجھتے ہیں اور بزرگان دین و ائمہ مجتہدین اور حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں کی تعلیمات کی روشنی میں چلنا اپنی شان کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم دی گئی ہے کہ ہم اس سے اس راستہ پر چلنے کی ہمیشہ دعا کیا کریں جس پر انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین گامزن رہے۔

اهدنا الصراط المستقیم (اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے اسان بجا۔ (سورۃ فاتحہ)

لیکن ڈاکٹر صاحب جو راستہ بتا رہے ہیں اس کی صداقت پر انبیاء و صدیقین و شہداء اور صالحین کی تعلیمات کا کوئی ثبوت و حوالہ پیش نہیں کرتے، معلوم ہوا کہ یہ راستہ ڈاکٹر صاحب کا اپنا ایجاد کردہ ہے، یہ انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کا راستہ نہیں ہے یہ لات ذمات کا راستہ ہے۔ لات ذمات صرف پتھر کے بتوں کا نام ہی نہیں، انسان میں جو کبر و نخوت اور خواہش نفس ہے وہ بھی لات ذمات سے کم نہیں ہے۔ ایسے لوگ ہر زمانے میں ہوئے ہیں اور ہوتے رہیں گے جو ہادی برحق کا بھیس بدل کر لوگوں کو گمراہ کرنے رہے اور کرتے رہیں گے۔

بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں

اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لات ذمات

اس کے بعد ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب لکھتے ہیں:

”یہ مسلمانوں کی بہت بڑی بدنصیبی ہے کہ ان کی بہت بڑی تعداد شرک کی اس خطرناک قسم میں گرفتار ہے۔“ (ص ۲۶۹)

اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ یہ ان مسلمانوں کی نہیں بلکہ جناب ڈاکٹر صاحب کی بہت بڑی بدنصیبی ہے کہ وہ اپنی نادانی کی بنا پر صحیح العقیدہ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد (سواد اعظم) کو شرک میں گرفتار بنا کر ان پر شرک ہونے کا فتویٰ تھوپ رہے ہیں۔

صحیح العقیدہ مسلمانوں کو شرک قرار دینے کی اہمیت دار

فاریضے! آپ کو یہ معلوم کر کے شاید تعجب ہوگا کہ ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب اور ان کے دہائی برادران جو صحیح العقیدہ مسلمانوں پر شرک ہونے کے فتوے صادر کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ان دہائی حضرات کو اپنے خارجی پیشواؤں سے ہی ورثہ میں ملا ہے۔ کیونکہ اس کی ابتداء خارجیوں نے ہی کی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شرک کا فتوے | چنانچہ واقعہ تحکیم کے بعد خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شرک کا فتویٰ لگایا اور کہا کہ انہوں نے اپنے درمیان ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص کو حکم بنا کر شرک کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: "إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ" کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم نہیں اور انہوں نے اللہ کے اس فرمان کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور غیبتہ کو حکم بنایا کہ جو یہ دونوں (ابو موسیٰ اشعری و عمرو بن عاص) فیصلہ کریں گے علی و معاویہ کو قبول ہوگا۔ لہذا یہ دونوں شرک کا فرہو گئے (معاذ اللہ) البتہ یہ والہنا یہ میں ابن جریر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

محمد کا خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ

يَا عَلِيُّ اشْرَكَتَ فِي دِينِ اللَّهِ
الرجال ولا حكم الا الله الخ
اے علی! تو نے مردوں (ابو موسیٰ و عمرو بن عاص) کو اللہ کے دین میں شریک کیا اور اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں۔ (ج ۲، ص ۹۲)

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ

هذه كلمة حق اسريد بها باطل
بات حق ہے مگر اس غلط بات مراد لی گئی ہے۔ (ج ۲، ص ۹۲)

اس سے واضح ہوا کہ شروع ہی سے اہل حق پر شرک کے فتوے لگتے چلے آ رہے ہیں اس کے بعد امام ابن تیمیہ نے پھر ابن عبد الوہاب نجدی نے پھر برصغیر میں مولوی اسماعیل دہلوی نے اور اب جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک اور ان کے ہموا اپنے مذکورہ بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صحیح العقیدہ اہل سنت مسلمانوں پر جو دنیا میں بڑی تعداد (اکثریت) میں ہیں شرک کے فتوے عائد فرما رہے ہیں اور یہ بھی واضح ہوا کہ خارجیوں نے قرآن کی آیت پڑھ کر اور اس سے غلط فہمی و مراد لیکر حضرت علی پر شرک کا فتویٰ عائد کیا ایسے ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک

ان کے ہموا بھی قرآن کی آیتوں سے غلط مراد لے کر صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں پر شرک کے فتوے عائد فرماتے ہیں۔ جیسے خارجی تعصب محض رکھتے اور جہل مرکب میں مبتلا ہو کر صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو شرک ٹھہرتے ہیں یہی حال ڈاکٹر صاحب ایسے وہابی حضرت کا ہے کہ تعصب محض اور جہل مرکب میں مبتلا ہو کر صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو شرک ٹھہراتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ بڑی نیکی کر رہے ہیں سے

ان کی آنکھوں پہ تعصب کے پڑے ہیں پر جسے
کھوٹی باتوں کو بھی اپنی یہ کھرا کہتے ہیں

جہالت | اسکے بعد ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ لکھتے ہیں کہ

"یہ لوگ اپنی جہالت کے سبب یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کو علم غیب حاصل ہے"

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۶۹)

ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہو کہ بات وہ نہیں جو آپ نے فرمائی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہموا وہابی حضرات ہی اپنی جہالت کے سبب یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کو علم غیب حاصل نہیں ہے۔

ہم گزشتہ صفحات پر وضاحت سے عرض کر چکے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں وہ اس کے مقرب بندوں (انبیاء و اولیاء) کو حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ مفردات کا حوالہ گذار کہ

"يعلمه خبير الانبياء"
قسم ثانی انبیاء علیہم السلام کے بتانے سے معلوم ہوتا ہے۔ (ص ۳۶۶/۳۶۷)

۱۔ شرح بیضاوی مصنف امام محی الدین شیخ زادہ م ۹۵۰ کا حوالہ گذار کہ:

(القسم الثاني) العلم بالله سبحانه
و تعالیٰ وبصفاته والعلم
بالآخرة والعلم بالنبوة و
العلم بالحکام والشرائع۔
علم غیب کا دوسرا قسم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم ہے، آخرت یعنی
قیامت کے قائم ہونے اور اس میں جو جو حالات، جس جس کو پیش آئیں گے۔ جنت
و دوزخ اور اس میں داخل ہونے والوں، نیکیوں اور برائیوں کی بنا پر دی جانے والی
جزائیں اور سزائیں، سب کچھ علم آخرت میں آگیا، نبوت کا علم یعنی جب سے نبوت
کا سلسلہ شروع ہوا، دنیا میں پیغمبر تشریف لاتے رہے، ان کا تبلیغ فرمانا اور کچھ
لوگوں کا انہیں ماننا اور کچھ لوگوں کا نہ ماننا، اور ان کے احوال و واقعات جو انہیں
پیش آئے، آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قیامت تک آنے والوں میں
کون کون آپ پر ایمان لائے گا اور کون کون نہیں لایگا اور سلسلے میں پیش آنیوالے
واقعات و حوادث، ظہور اہم مہدی و نزول مسیح ابن مریم علیہ السلام اور اس زمانہ کے
کے واقعات، تاقیام قیامت، یہ تمام علوم و نبوت و آخرت سے متعلقہ علوم غیبیہ
اور علم الاحکام و شرائع، تمام انبیاء و مرسلین کی شریعتوں کے احکام حتیٰ کہ نبی آخر
الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مجملہ احکام اور ان کی محبتیں یہ تمام علوم علم غیب کے
قسم ثانی میں آتے ہیں، اسکے بارے میں امام محی الدین شیخ زادہ فرماتے ہیں:

”ان الانسان يعلم القسم الثاني“
(شرح بیضاوی شیخ زادہ ج ۱ ص ۸۹)
بلاشبہ علم غیب کا قسم ثانی انسان (انبیاء
و اولیاء) جانتے ہیں۔

۳۔ امام محمد باقر عجل اللہ فرجہ العالی کا حوالہ بھی پیش کیا گیا اس میں الفاظ

ناقابل فراوش ہیں۔

فیکون نورافھناک یكون
الغیب له مشہودا والمفقود
لہ بینا عندہ موجودا۔
(روح المعانی ج ۱ ص ۱۱)
کہ قرب فرائض سے بندہ خدا اپنے
باطن سے نور ہو جاتا ہے تو اس مرتبہ
پر پہنچ کر اس کے لئے غیب مشہود اور
ہمارے ہاں کا عدم موجود اسکے ہاں موجود
ہو جاتا ہے۔

یعنی بندہ قرب فرائض کی برکت سے اپنے باطن کے اعتبار سے نور ہو جاتا
ہے اور ایک ایسے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے کہ جہاں وہ غیب کا مشاہدہ کرتا ہے اور جو
چیزی ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوتی ہیں وہ اس کی نظر میں موجود ہوتی ہیں۔
۴۔ چوتھا حوالہ امام فخر الدین رازی کا گذار کہ آپ نے بھی علم غیب کی دو قسم بیان
فرمائی ہیں اور ایک قسم کے بارے میں فرمایا کہ

فلا یمتنع ان نقول، نعلم
الغیب ما لنا علیہ دلیل،
(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۸)
جس غیب پر دلیل (سمعی یا عقلی) ہے ہم کہہ
سکتے ہیں کہ وہ غیب جانتے ہیں۔

یہ تمام ائمہ و فقہاء و معتزین فرما رہے ہیں کہ علم غیب کا ایک قسم ہے جسے انبیاء و اولیاء
جانتے ہیں مگر افسوس اور صد افسوس کہ ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ اور ان کے ہمہنوا واپی
حضرات اپنی جہالت کے سبب کہتے ہیں کہ نہیں جانتے بلکہ اسے شرک ٹھہراتے ہیں۔
اور اس طرح اپنے سوا تمام ائمہ مسلمین و معتزین و فقہاء اسلام اور امت مسلمہ کی ایک بڑی تعداد
(اکثریت) پر شرک ہونے کا فتویٰ تھوپتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔

خوف خدا اور شرم نبی
یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

دوسرے انبیاء اور خود سید الانبیاء علیہم السلام کی بڑی شان ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام جبکی نبوت میں ہی اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا دلی، اگر ہمارے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ وہ رسول تھے، ان کے بارے میں امام ابن جریر طبری مثنیٰ اپنی تفسیر جامع البیان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی جو انہوں نے حضرت ابی بن کعب سے سنی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ بیان کیا گیا اس کے آخر میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ

وكان رجلا يعلم علم الغيب
قد علم ذلك۔
حضرت خضر ایک ایسے مرد تھے جو علم غیب جانتے تھے انہیں علم غیب دیا گیا تھا۔

(جامع البیان جزء ۱ ص ۱۸)

اگر ڈاکٹر صاحب اپنی آنکھوں سے وہاں بیانہ تعصب کی پٹی اتار کر حدیث کے ان الفاظ کو بغور ملاحظہ فرمائیں ”یعلم علم الغیب“ کہ حضرت خضر علم غیب جانتے تھے تو ان کو یقیناً جائے گا کہ انبیاء و اولیاء کے علم غیب کا انکار کرنے والے اپنی جہالت کے ہی سبب اس کا انکار کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی بہتان تراشی | ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب لکھتے ہیں :

”ان میں سے بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کو ہر چیز کا علم ہوتا ہے بلکہ یہ علم ان کی ذاتی صفت ہے“

(وجود باری تعالیٰ و توحید ص ۲۶)

کاش کہ ڈاکٹر صاحب اس سلسلے میں کوئی حوالہ پیش کرتے کہ فلاں عالم نے اپنی فلاں کتاب میں یہی لکھا ہے۔ اس کتاب کا نام، جلد، صفحہ لکھتے اور طباعت کا

حوالہ نقل کرتے۔ اس قدر الزام، مگر حوالہ نہ دارد۔

قارئین! ہم آپ کی خدمت میں وثوق، اعتماد اور تحقیق سے عرض کرتے ہیں کہ اہلسنت میں سے (جنہیں یہ لوگ بریلوی کہتے ہیں) کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کی ذاتی صفت ہے۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہمراہی حضرت کا اہلسنت پر یہ کھلا بہتان ہے بلکہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کو کوئی صفت بھی ذاتی نہیں ہے بلکہ ان کا وجود بھی ذاتی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے تو ان کی کوئی دوسری صفت کیسے ذاتی ہو سکتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ
اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور جو تم عمل کرتے ہو۔
(الصافات ۹۶)

یعنی تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق اللہ ہے۔

دوسری جگہ فرمایا کہ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ
ہم نے آدمی کو سب سے اچھی صورت میں بنایا۔

(المتین ۴)

اس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے اچھی صورت میں بنایا یعنی اسے ظاہری اور باطنی لحاظ سے وہ اوصاف اور خوبیاں عطا فرمائیں جو کسی دوسری مخلوق کو نہیں دیں۔

تیسری جگہ فرمایا :

”أَلَدَيْ أَحْسَنَ كُلِّ شَيْءٍ“
وہ (اللہ ہے) جس نے جو چیز بنائی
خوب بنائی۔
(المسجد ۱۰)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اس کی شان کے لائق خوبیاں رکھیں۔

پڑھی جگہ فرمایا :

فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا .

(الدھر ۲۶)

پس ہم نے انسان کو سُننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔

ان تمام آیات سے ثابت ہوا کہ انبیاء و اولیاء، فرشتوں، جنوں، انسانوں بلکہ تمام چیزوں کا وجود اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور ان کی جملہ صفات، خوبیاں اور ان کے اعمال سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اور اس کے عطیہ ہیں۔ کوئی شخص بھی جس کا قرآن کریم پر ایمان ہو ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔ یہ ڈاکٹر حبیب کی طرف سے کھلا بہتان ہے۔

بیگانہ منزل ہیں مگر راہنما ہیں
زمانہ کی فوارش کے یہ انداز بھی کیا ہیں

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت بریلوی کا عقیدہ

شیخ الاسلام دلسلین و محبوب الدین امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا و مرشدنا امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۴۰ھ اپنی کتاب مستطاب الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ میں لکھتے ہیں کہ

ان العلم اما ذاتی ان کان
مصدره ذات العالم لا مدخل
فیہ لغیرہ عطاء ولا سببا
واما عطائی اذا کان ببطاء
غیرہ فی الاول مختص بالمولی
سبحنہ وتعالی لا یمکن
علم یا تو ذاتی ہے اگر عالم کی ذات اس کا
مصدر ہو اس میں اس کے غیر کا کوئی دخل نہ ہو
نہ عطاء کے طور پر اور نہ سبب کے
طور پر اور یا عطائی ہے جبکہ کسی غیر کی
عطاء سے ہو۔ پہلا ذاتی اللہ تعالیٰ
کے ساتھ خاص ہے کہ اور کے لئے ممکن

لغیرہ ومن اثبت شیئا منه
ولو ادنی من ادنی من ادنی
من ذرۃ لاحد من العالمین
فقد کفر واشراک و بکارو
هلاک والمثانی مختص بعبادہ
عز جلالہ ، لا امکان لہ فیہ
ومن اثبت شیئا منه لله تعالیٰ
فقد کفر واقع بما هو اخنع و
اشنع من الشراک الا کبر۔
(ص ۱۶/۱۵)

نہیں اور جس نے اس (ذاتی علم) سے
جہان بھر میں کسی غیر خدا کے لئے ثابت
نہیں کیا اگرچہ ذرہ میں سے ادنیٰ سے
ادنیٰ ہو تو اس نے کفر کیا اور شرک کیا اور
ہلاک و برباد ہوا اور دوسرا (علم عطائی)
اللہ کے بندوں کے ساتھ خاص ہے
اس میں اللہ کے لئے کوئی امکان نہیں اور
اور جس نے اس (عطائی) میں سے اللہ کیلئے
کچھ ثابت کیا اس نے شرک اکبر سے بھی
بڑھ کر بڑی بات کی۔

جناب ڈاکٹر حبیب اور ان کے ہم نوا و ملی حضرات ذرا آنکھیں کھولیں امام اہلسنت
شاہ احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد کو کسی تعصب کے بغیر ملاحظہ کریں
تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ انہوں نے سنی مسلمانوں پر سخت افتراء اور بدترین
بہتان باندھا کہ وہ علم غیب کو اسباب و اولیاء کی ذاتی نعمت مانتے ہیں۔
اگر ڈاکٹر حبیب میں کچھ شعور ہے تو امام اہلسنت کا یہ حوالہ ان کے لئے کافی ہے
جس کے بعد انہیں اپنے گھڑے ہوئے بہتان سے توبہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ انہیں راہ
راست پر لانے کو ایسے بے شمار حوالے بھی ناکافی ہیں۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد نادان پر کلام نرم و نازک بے اثر

علم ما کان وما یکون

اس کے بعد ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب لکھتے ہیں:
”یہ لوگ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں
”عالم ما کان وما یکون“ (جو کچھ تھا اور جو کچھ ہوگا)
سب کا علم رکھنے والا یعنی کلیۃً علام الغیوب
ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں“

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۶۱)

ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہو کہ علم ما کان وما یکون ”جسے آپ کلیۃً علم
الغیوب“ ہونے کا نام دے رہے ہیں بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ
نہیں ہے کہ اس کا اعتقاد شرک ہو یا اس پر تعجب و حیرت کا اظہار کیا
جائے۔

اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے علم میں فرق

کیونکہ ”ما کان وما یکون“ (الی یوم القیامۃ) کا علم محدود ہے
جبکہ علم الہی حد سے پاک ہے، اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے علم میں جو فرق ہے اسے
ملاحظہ رکھنا چاہیے اور وہ فرق درج ذیل ہے۔

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور مخلوق کا عطائی (اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ)
- ۲۔ اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود اور مخلوق کا محدود ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازل و سرمدی و قدیم حقیقی اور مخلوق کا علم حادث۔ کیونکہ جیسا
موصوف ہوتا ہے ویسی اسکی صفت ہوتی ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیر مخلوق اور خلق کا علم مخلوق ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیر مقدور اور مخلوق کا علم مقدور ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کا علم واجب البقاء اور مخلوق کا علم جائز الفناء۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر و تبدل محال ہے اور مخلوق کے علم میں تغیر و تبدل
ممکن ہے۔

علم مخلوق محدود اور علم خالق لامحدود اور دیگر بیان کردہ اقسام فرق کے
باوجود شرک کا فتویٰ لگانا ظلم عظیم نہیں تو اور کیا ہوگا۔ مخلوق کے لئے خواہ
گناہی علم مانا جائے جب اس کے دائیں بائیں اور اوپر نیچے حدود مقرر کر
دی جائیں تو شرک کی بڑھکٹ جاتی ہے۔

چنانچہ ترجمان مسلک حق شیخ الاسلام دسملین رضائے رب العالمین
سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مستطاب:
”الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ“ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

فعلہم المخلوق الحاصل	مخلوق کا علم حاصل بالفعل اگرچہ کتنا
بالفعل وان کثر ما کثر	ہی کثیر ہو حتی کہ عرش و فرش میں
حتى یشمل کل ما فی العرش	روز اول سے روز آخر تک اور
والفرش من اول یوم الی	اس کے کروڑوں مثل سب کو
الیوم الآخر والوف الالف	محیط ہو جائے جب بھی محدود بالفعل
امثال ذلک لا یکون	ہی ہو گا کیونکہ عرش و فرش
قط الامتناہیا بالفعل	دو کنارے گھیرنے والے ہیں

لان العرش والمعرش حدان
حاصران واول يوم المالی
اليوم الآخر حدان اخران
وما كان محصورا بين
حاصرین لا يكون الا
متناھیا۔

(الدولۃ المکیۃ ص ۲۱)

جناب ڈاکٹر صاحب اگر علم عقائد میں گہری نظر رکھتے اور نور بصیرت کے حامل ہوتے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ماکان و مایکون کے مسلک اختیار رکھنے والے اہل حق پر زبان طعن کھولنے کی بجائے ان کے مہنواہوتے۔

علم عقائد پر گہری نظر اور بصیرت تو اہل حق و اہل تحقیق سے شرف تلمذ و شرف نیاز مندی کی بھکت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ نیز کسی تعصب کے بغیر اگر کوئی اہل حق کی کتابوں کا صحیح طور پر مطالعہ اور اسلاف صالحین کی تحقیقات کا خلوص کے ساتھ مشاہدہ کرے تو وہ یقیناً بھٹکنے سے محفوظ رہ سکتا ہے مگر معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ ڈاکٹر صاحب ان دونوں ساداتوں سے محروم ہیں در نہ وہ راہ راست سے نہ بھٹکتے۔

امام طیبی کا ارشاد | ڈاکٹر صاحب امام طیبی علیہ الرحمۃ کے

ارشاد گرامی کو پڑھیں جسے امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ نے "عناۃ القاضی و کفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی" میں آیت کریمہ "ارِجِیْ اَعْلَمُ"

غَیْبِ السَّمَوَاتِ" (سورۃ بقرہ) کی تفسیر پر صادر فرمایا کہ
قال الطیبی رحمہ اللہ امام طیبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان معلوماتہ تعالیٰ کے معلومات کی کوئی حد نہیں اور آسمانوں کی نہایت لہا و غیب السموات اور زمین کا غیب اور فرشتے جو ظاہر والارض و مایید و نہ کرتے اور جو چھپاتے ہیں اللہ کے علم و یکتمونہ قطرۃ منہ۔ کا ایک قطرہ ہے۔

(عناۃ القاضی ج ۲ ص ۱۲۹)

تقارین: امام طیبی علیہ الرحمۃ کے اس فرمان پر توجہ فرمائیں کہ آسمانوں اور زمین کا غیب، جب سے آسمان و زمین بنے اور جب تک رہیں گے یعنی عرش سے فرش تک اور روز اول سے روز آخر تک کا علم جسے ہم "ماکان و مایکون" سے تعبیر کرتے ہیں، محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کا ایک ذرہ ہے جس کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ماننے کو ڈاکٹر صاحب شرک بتا رہے ہیں کیا اس کا واضح مطلب یہ نہیں کہ ڈاکٹر صاحب عدول الہی کو لا محدود نہیں بلکہ "ماکان و مایکون" کا مصداق ٹھہرا کر محدود بنا رہے ہیں، جو نہ صرف غلط بلکہ چوٹی کی گمراہی اور ایمان کے لئے تباہ کن بات ہے۔ بلاشبہ صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ دینے والے خود ہی شرک و کفر کے گڑھوں میں جا گرتے ہیں۔

اتنی کاوش نہ کر میری اسیری کے لئے

تو کہیں مرا گرفتار نہ سمجھا جائے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ماکان و مایکون | جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے

ہیں کہ ہم اہل سنت کا مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "ما کان وما یکون" کا علم عطا فرمادیا، اور "ما کان وما یکون" کا مطلب روز اول سے لیکر روز آخرت تک، عرش الہی سے لیکر تحت الارضی تک، مغرب مشرق اور شمال و جنوب کے درمیان جو کچھ ہے سب کا علم تفصیل اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیا ہے اور علم لوح و قلم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کا ایک حصہ ہے بلکہ آپ کا علم لوح و قلم کے علم سے بھی زیادہ ہے۔ اس سلسلے میں کچھ دلائل عرض کرنے سے پہلے ہم علم غیب کے بارے میں اجماعی و اختلافی مسائل بیان کرتے ہیں تاکہ قارئین کو صحیح موقف تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

علم غیب کے بارے میں اجماعی مسائل

درج ذیل مسائل پر امت مسلمہ کے تمام علماء کا اجماع و اتفاق چلا آ رہا ہے۔
(۱) یہ کہ بلاشبہ غیر اللہ کی کوئی صفت بھی ذاتی نہیں اور خصوصاً صفت علم، حتیٰ کہ اس کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ اور ذرہ بھر بھی غیر اللہ کے لئے ذاتی نہیں یہ عین ایمان ہے اگر کوئی شخص غیر اللہ کے لئے ایک ذرہ کا علم بھی ذاتی مانے، مشرک و کافر ہو جائے۔

(۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ کا علم لا محدود اور مخلوق کا محدود اس لئے بندے کا محدود علم اللہ تعالیٰ کے لا محدود علم کا ہرگز ہرگز احاطہ نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ انبیاء و مرسلین، اولین و آخرین، سب کے علوم کو جمع کیا جائے تو ان کے علوم کو علم الہی کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہ ہوگی جو قطرہ کو سمندر بے کنار سے ہے۔

(۳) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو بہت سے غیبوں کا علم دیا، قرآن مجید کی بہت سی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث سے واضح طور پر ثابت ہے جو یہ نہ مانے وہ قرآن و سنت بلکہ سرے سے نبوت ہی کا منکر اور اسلام سے خارج ہے۔

(۴) یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام پیغمبروں اور رسولوں بلکہ تمام جہان سے زیادہ علم عطا کیا اور اس قدر غیبوں کا علم عطا کیا کہ ان کا حساب دشمار دہ خود جانتا ہے مخلوق میں سے کوئی ایسا فرد نہیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم رکھتا ہو جو شخص یہ کہے کہ مخلوق میں سے فلاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم رکھتا ہے وہ کافر ہے۔

پانچواں امام شہاب الدین خواجه رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض میں امام قاضی عیاض کے اس قول کے تحت کہ

(من سب المبنی صلی اللہ علیہ وسلم او عابہ) جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال دی یا آپ کی طرف کسی عیب کی نسبت کی وہ کافر ہے لکھتے ہیں کہ

فان من قال فلاں اعلم منه صلی اللہ علیہ وسلم فقد عابہ و نقص الخ
جس نے کہا کہ فلاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم رکھتا ہے تو اس نے آپ کی طرف عیب کی نسبت کی اور (نسیم الریاض ج ۴ ص ۲۶۹)

یعنی جس نے (آپ کو کمالی تو نہ دی مگر) یہ کہا کہ فلاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سے زیادہ علم رکھتا ہے تو اس نے آپ کی طرف عیب کی نسبت کی اور آپ کی شانِ اقدس میں کمی کی لہذا وہ کافر و مرتد ہو گیا۔

اس سے واضح ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے یا ایمان لانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ کے بارے میں اس بات کا یقین رکھے "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ مرتبہ اور سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ اگر کوئی اس کے برعکس اعتقاد رکھتا ہے اس کے نزدیک مخلوق میں سے کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ علم رکھتا ہے تو وہ کافر و مرتد اور اسلام سے خارج ہے۔

علم غیب کے بارے میں اختلاف کی نوعیت اور مسکوتہ عرفاء

گذشتہ سطور میں مذکور اجماعی مسائل کے بعد علماء اہلسنت میں اختلاف ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بے شمار علوم غیب عطا فرمائے آیا وہ روزِ اول سے لیکر روزِ آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ قرآن کریم کی کئی ایک آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث کے عموم سے ثابت ہوتا ہے یا ان میں بعض کی تخصیص کے قائل ہونے کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم آیاتِ تشابہات کا علم نہیں دیا اور تشابہات ان آیتوں کو کہتے ہیں جن کا مفہوم غور و قائل سے بھی سمجھ میں نہیں آتا اور قرآن و سنت میں ان کا مفہوم بیان بھی نہیں کیا گیا جیسے حروفِ مقطعات وغیرہ اور کس نے کہا کہ آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم نہیں دیا گیا جو درج ذیل آیت میں مذکور ہیں کہ

بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتنا رہا ہے مینہ اور جاناں ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

(لقمان ۳۷)

اور کئی ایک نے کہا کہ صرف قیامت کا علم نہیں دیا جبکہ عام علماء باطن اور ان کے پیروکاروں میں سے بہت سوں اور علماء ظاہر کی کثیر تعداد نے قرآن کریم کی ان آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو ان کے عموم پر رکھا جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے لئے ایسے الفاظ آئے جو اصولِ فقہ کی رو سے عام کہلاتے ہیں لہذا انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "ما کان وما یکون" یعنی روزِ اول سے لیکر روزِ آخر تک بشمول علمِ قیامت اور بعض احوالِ آخرت تمام کائنات کا علم مانا۔ لیکن ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف قیامت کے علم کے مخفی رکھنے کا حکم تھا۔ اس لئے آپ نے اسے مخفی رکھا تا کہ قرآن میں اس کے "بَغْتَةً" "اِچانک" آنے کی جو خبر دی گئی ہے اس کے برعکس نہ ہو بلکہ قیامت کے قائم ہونے کے بعد جہنمیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے کے حالات سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگاہ فرمایا اور آپ کے علم پاک کی دسویں لوحِ دہل کے مندرجات وغیرہ کو عادی

و شامل ہونے کے باوجود علم الہی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے قطر، بہ مقابلہ سمندر بے کنار۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا کیا۔ دنیا میں جو کچھ ہوا اور ہوگا حتیٰ کہ ابتدائے تخلیق سے لیکر دوزخ و جنت میں داخل ہونے تک کا تمام حال اور اپنی امت کا خیر و شر آپ تفصیلاً جانتے ہیں۔ دنیا کو اور جو کچھ ہمیں ہو رہا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا آپ اسے ایسے دیکھتے ہیں اور دیکھتے رہیں گے جیسے اپنے ہاتھ مبارک کی تھیلی کو۔ چنانچہ طبرانی شریف کے حوالہ سے امام احمد قسطلانی تارخ بخاری مؤاہب میں اور امام شہاب الدین خفاجی نسیم میں یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

قرآن سے ثبوت : اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ
تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ
عَلَيْكَ عَظِيمًا۔

(النساء: ۱۱۳)

اس آیت میں کلمہ ”ما“ عام ہے اور قرآن کا عام قطعی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ بات قطعی و یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ تمام اور کل علوم سکھا دیئے جو آپ نہ جانتے تھے۔ بلاشبہ یہ آیت کریمہ اپنے عموم قطعی کے اعتبار سے ظاہر کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”ما کان وما یکون“ کا علم عطا کیا جس کو جناب ڈاکٹر صاحب ”کلیتہ علام الغیوب“ کے نام سے تفسیر کر رہے ہیں۔

اسکی تفسیر میں امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

”من الاحکام والغیب“ یعنی اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شریعت کے احکام اور وہ علم غیب سکھا دیئے جو آپ نہ جانتے تھے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام صاحب نے جو ”من الاحکام والغیب“ فرمایا اس میں لفظ ”من“ ”ما“ کا بیان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت کے تمام احکام اور غیب کا وہ علم سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے۔ امام سیوطی نے اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے احکام شریعت کے علاوہ علم غیب ثابت کیا۔ لہذا یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار قرآن کا انکار ہے۔

علامہ اسماعیل حق علیہ الرحمۃ م ۳۷۷ لکھتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ
وَعَلَّمَكَ بِالْوَحْيِ مِنَ الْغَيْبِ
وَحَفِيَّاتِ الْأُمُورِ۔
اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعے
غیب کا اور پوشیدہ چیزوں کا علم
عطا کیا۔
(روح البیان ج ۲ ص ۲۸۲)

امام محمود آلوسی رحمہ اللہ

علامہ بغداد مفتی اسلام، شیخ الاسلام محمود
آلوسی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں :
ای الذی لہ تکن تعلمہ من
خفیات الامور و ضمائر
الصدور۔
یعنی اللہ نے آپ کو ان خفیہ چیزوں
اور سینوں کے پوشیدہ بھیدوں کا
علم عطا کیا جو آپ پہلے نہ جانتے تھے۔
(روح المعانی ج ۵ ص ۱۳)

علامہ قاضی شہداء محمد مظہری م ۱۲۲۵ھ

اپنی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ

وَعَلَّمَكَ الْعُلُومَ بِالْإِسْرَارِ
غُيُوبِ كَالْعِلْمِ عَطَاكَ

امام ابو حیان اندلسی م ۵۴۷ھ

اپنی تفسیر البحر المحیط میں لکھتے ہیں:

قال أبو سليمان الدمشقي
أخبار الأولين والآخرين
والظواهر العموم في شمل
جميع ما ذكره
(تفسير البحر المحیط ج ۲ ص ۲۴)

اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روز اول سے لے کر روز آخرت تک تمام "ماکان وما یكون" کا علم عطا کیا۔
تاریخین! یہ کس قدر مستم کی بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ماکان وما یكون "پر حیرت کا اظہار کر رہے ہیں جبکہ وہ خود قرآن کی نص قطعی سے ثابت ہو رہا ہے۔

کسی کا جو رجب حد سے بڑھا ہے

تو اسے حیرت شکایت بھی ہوئی ہے

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ
تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ

(النحل: ۸۹)

اس میں لفظ کل "لمحوظ رکھیں جس کا معنی ہر چیز کا روشن بیان ہے۔
جناب ڈاکٹر صاحب "کلیۃ" کا لفظ استعمال کر کے اس بات پر حیرت کا اظہار کر رہے ہیں اور اسے شکر بنا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کل اشیاء کے علم کو مانا جائے جبکہ قرآن کل اشیاء کا روشن بیان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اترا اگر قرآن کے واسطے آپ کل اشیاء کا علم نہیں رکھتے تو اس کے معنی یہ ہونے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کا پورا علم نہیں رکھتے (معاذ اللہ) اگر ڈاکٹر صاحب کا یہی اعتقاد ہے تو معذرت کے ساتھ کہنا پڑیگا کہ پھر ڈاکٹر صاحب کا نہ قرآن پر یقین ہے نہ اس کے اتارنے والے پر اور نہ ہی اس سہستی پر جس پر قرآن اترا۔

یوں بھی دنیا میں پڑا کرتی ہے انت دیکھی

اپنے ہی دام میں پھنس جاتا ہے صیاد کبھی

وسعت علوم قرآن | ترمذی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش آنیوالے فتنوں کی خبر دی صحابہ نے اُن سے خلاص کا طریقہ دریافت کیا فرمایا کتاب اللہ میں تم سے پہلے واقعات کی بھی خبر ہے تم سے بعد کے واقعات کی بھی خبر ہے اور تمہارے مابین کا علم بھی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرے اس میں اولین و آخرین

کی خبریں ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امت کے سارے علوم حدیث کی شرح ہیں اور حدیث قرآن کی اور یہ بھی فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی حکم بھی فرمایا وہ وہی تھا جو آپ کو قرآن پاک سے مفہوم ہوا

ابو کرین مجاہد سے منقول ہے انہوں نے ایک روز فرمایا کہ عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ یعنی قرآن کریم میں مذکور نہ ہو۔ اس پر کسی نے اُن سے کہا سر اڑن کا ذکر کہاں ہے فرمایا اس آیت میں لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا مَبُوْتَا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ ۝۱۲۶

ابن ابی فضل مری نے کہا کہ اولین و آخرین کے تمام علوم قرآن پاک میں ہیں غرض یہ کتاب جامع ہے جمیع علوم کی جس کسی کو اس کا جتنا علم ملا اتنا ہی جانتا ہے۔ (دکائی الاتقان ج ۲ ص ۱۲۶)

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

يدخل فيه العقائد والقواعد بالدخول الأوّلی وذهب بعضهم الى ما يقتضيه ظاهر الآية غير قائل بالتخصيص ولا بان كل "للتكثير فقال مامن شيء من امر الدين والدنيا الا يمكن استخراج من القرآن وقد بين فيه كل شيء بياناً بليغاً

کہ اسمیں عقائد و قواعد دخولِ اوّلی کے ساتھ داخل ہیں یہ تفصیل ہے ان تمام باتوں کی جو قیامت اور اس کے بعد ہوں گی (دخول جنت و نار) بعض محققین آیت کریمہ کے ظاہری عموم کی طرف گئے ہیں اور کسی قسم کی تخصیص کے قائل نہیں اور نہ ہی لفظ کل کو تکثیر کے لئے مانتے ہیں البتہ عموم و استغراق کے لئے قرار دیتے جس سے کوئی چیز باہر نہیں رہے

واعتبر في ذلك مراتب الناس في الفهم فرب شيء يكون بياناً بليغاً القوم ولا يكون كذلك الآخرين بل قد يكون بياناً لواحد ولا يكون بياناً لآخر فضلاً عن كون البيان بليغاً أو غير بليغ وليس هذا الالتفات قوی البصائر ونظير ذلك اختلاف مراتب الاحساس لمتفاوت قوی الابصار -

(روح المعاني ج ۱۴ ص ۲۱۵/۲۱۶)

جانی اور کہتے ہیں دنیا اور دین کی کوئی ایسی بات نہیں جسے قرآن سے نہ نکالا جاسکے بلاشبہ قرآن میں زبردست طریقے سے ہر چیز کو بیان کر دیا گیا ہے اور اسمیں لوگوں کے عقل و فہم کے مراتب کا اعتبار ہو گا کہ بہت سی چیزیں ایک گروہ کے لئے روشن نہیں اور دوسروں کے لئے ایسے نہیں بلکہ کبھی ایک چیز ایک شخص کے لئے روشن ہوتی ہے اور دوسرے کے لئے روشن نہیں ہوتی چہ جائیکہ کہ بیان بلیغ ہو یا غیر بلیغ اور یہ بات بصیرتوں کی قوتوں کے فرق کی وجہ سے ہے اور اس کی نظیر احساس کے مراتب کا اختلاف ہے کیونکہ آنکھوں کی قوتیں مختلف ہیں۔

شیخ اکبر کا قرآن سے استخراج اس کے بعد علامہ آلوسی

علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں

ويؤيد القول بالظاهر ان الشيخ الاكبر قدس سره وغيره قد استخرجوا منه ما لا يحصى

اور ظاہر قرآن کے اعتبار کرنے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمہ اللہ اور

من الحوادث الكونية وقد
رأيت جده ولا حرقاً منسوباً
آلى الشيخ كتب عليه انه يعرف
منه حوادث اهل المحشر
واخر اكتب عليه انه
يعرف منه حوادث اهل
الجنة واخر اكتب عليه انه
يعرف منه حوادث اهل النار
وكل ذلك على ما يروى عن
مستخرج من الكتاب الكبري.

(روح المعاني ج ۴ ص ۲۱۶)

الجفر الجامع

ومثل هذا
الجفر الجامع ومثل هذا
المنسوب الى امير المؤمنين
عليه السلام الله تعالى وجهه فيهم
قالوا انه جامع لما شاء الله
تعالى من الحوادث الكونية
وهو ايضا مستخرج من

وغير صوفية كرام نے قرآن کریم سے قیامت
تک آنیوالے بیشمار واقعات قرآن
سے نکالے ہیں اور میں نے حروف کی
ایک جدول دیکھی جو شیخ اکبر کی طرف
منسوب تھی انہیں آپ نے لکھا ہے کہ
وہ اس جدول سے اہل محشر کے حالات
کا علم رکھتے ہیں اور دوسری جدول پر
لکھا تھا کہ وہ اس سے اہل جنت کے
حالات کا علم رکھتے ہیں اور ایک جدول
میں لکھا ہے کہ اس کے ذریعے وہ
دوزخیوں کے حالات جاننے میں اور
ان کا دعویٰ ہے کہ یہ سب کچھ قرآن عظیم
سے نکالا ہوا ہے۔

اور اسی طرح کتاب "الجفر الجامع" ہے
جو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی طرف منسوب ہے۔ علماء نے فرمایا
کہ انہیں جو اللہ چاہے قیامت تک کے
حالات جمع ہیں اور وہ سب کچھ بھی
قرآن عظیم سے نکالا ہوا اور امام جلال الدین
سیوطی نے حضرت مرسی علیہ الرحمۃ سے

القرآن العظيم وقد نقل
الجلال الدين السيوطي عن
المروسي انه قال جمع القرآن
علوم الاولين والآخرين
بحيث لم يحيط بهما علماء
حقيقة الا المتكلم به ثم
رسول الله صلى الله عليه وسلم
الح (روح المعاني ج ۴ ص ۲۱۶)

استخراج مسائل

- علامہ امام محمد اوس کی منہ جہ بالا عبارت سے کئی ایک مسائل واضح ہو گئے۔
- ۱۔ ایک یہ کہ قرآن کریم کی آیت "تَبَيَّنَّا لَكُلِّ شَيْءٍ" میں عقائد
اور قیامت تک پیدا ہونے والے مسائل کے قواعد بیان کئے گئے ہیں۔
 - ۲۔ دوم یہ کہ "کل شیء" کو اس کے عموم و استغراق پر ہی باقی رکھا جائے
اسمیں کسی چیز کی تخصیص نہ کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وعلمك
ما لم تكن تعلم" میں لفظ "ما" اور "تَبَيَّنَّا لَكُلِّ شَيْءٍ"
میں لفظ "كل" عموم و استغراق کے لئے ہیں اس کے عموم استغراق کو اس
کے حال پر باقی رکھا جائے گا جس کا مطلب یہ ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو روز اول سے لیکر روز آخر تک ہر چیز کا علم تفصیل عطا کیا گیا ہے۔
 - ۳۔ سوم یہ کہ قرآن کریم جو ہر چیز کا روشن بیان اور ہر چیز کی تفصیل ہے اسے ہر شخص
جو حب علم و فضل ہو اپنے علم و فہم کے ہی مطابق سمجھتا ہے۔

۴۔ چہارم یہ کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ایسے اولیاء کا ملین رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم سے قیامت تک آنیوالے حالات و واقعات بلکہ جنیتوں اور دوزخیوں کے حالات بھی قرآن سے اخذ کئے ہیں۔

۵۔ پنجم یہ کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے قرآن کریم سے اخذ کر کے ایک ایسی کتاب ترتیب دی تھی جس میں قیامت تک کے حالات و واقعات کا علم تھا۔ اس کا نام الجفر الجامع تھا۔ ”تھا جب حنبت علی مرتضیٰ خلیفہ چہارم کے علوم کا یہ عالم ہے تو ان سے پہلے خلفاء ثلاثہ (تینوں خلفاء کرام) کے علوم کا کیا ہوگا۔ لیکن یہ باتیں ان کے لئے راہنائی اور حقیقت تک رہنمائی کا ذریعہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نگاہ شوق و محبت اور قلب بصیر بخشا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب ایوں کے لئے نہیں جن کا اپنا وجود خود ان کی اپنی قلب نظر کی رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

کچھ اور ہی نظر آتا ہے کار و بار جہاں
نگاہ شوق اگر ہو شریک بینائی
نگاہ شوق بستر نہیں اگر تجھ کو
تیرا وجود ہے قلب نظر کی رسوائی

۶۔ ششم یہ کہ قرآن کریم میں اولین و آخرین کے علوم (ماکان وما یكون) جمع ہیں۔

اور ہمیں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اقدس قرآن کے علوم کا خزینہ ہے لہذا آپ بلاشبہ عالم ماکان وما یكون ہیں۔

خفاجی علیہ الرحمۃ ام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ عنایۃ القاضی

شرح تفسیر رضیاء وی میں فرماتے ہیں:

وان قوله من امور الدین
تخصیص لا یقتضیہ المقام
کہ آیت کریمہ میں لفظ کل کی امور دین
کے ساتھ تخصیص کا مقام تقاضا نہیں کرتا۔
(ج ۵ ص ۳۶۲)

یعنی جن حضرات نے ”تبدیاً نال کُل شئی“ میں لفظ کل کو دینی امور کے ساتھ خاص کیا ہے درست نہیں کیا یہ تقاضائے مقام کے برعکس ہے۔

الجفر والجامع

علامہ آلوسی نے تو امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کتاب بتائی ہے جو ”الجفر الجامع“ کے نام سے مشہور ہے مگر میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۱۶۷ھ نے امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ”الجفر اور الجامعۃ“ کے نام سے دو کتابیں لکھی ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

الجفر والجامعۃ کتابان
لعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قد ذکر فیہما علو طریقۃ
علم الحروف والحوادث
التي تحدث الی انقراض
العالم وکانت الائمة
المعروفون من اولادہ
یعرفونہما ویحکمون
بہما وفی کتاب قبول
جفر وجامعۃ امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی دو کتابیں بے شک امیر المؤمنین ان دونوں میں علم الحروف کے طریقہ پر ختم دنیا تک جتنے واقعات ہونے والے ہیں سب ذکر فرمادیئے ہیں اور ان کی اولاد امجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کتابوں کے رموز پہچانتے اور ان سے مستقبل کے واقعات کی پیش گوئیاں

العهد الذی کتبہ علی بن
موسیٰ رضی اللہ عنہما الی
المامون انک قد عرفت
من حقوقنا ما لم یعرفه
اباؤک فقبلت منک
عہدک الا ان الجفر و
الجماعة یدلان علی انه
لا یتیم ولمشاخ المغاربة
نصیب من علوم الحروف
ینتسبون فیہ الی اهل
البیت و رأیت انا بالشام
نظما اشیر فیہ بالموثر
الی احوال ملوک مصر و
سمعت انه مستخرج
من ذینک الکتابین۔

(شرح مواقف ج ۶ ص ۱۲)

فرماتے تھے اور خلیفہ مامون رشید
نے جب حضرت امام علی رضا بن امام
موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما کو اپنے بعد ول
عہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا امام
رضی اللہ عنہ نے اس کے قبول میں
فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا
اس میں فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے
حق پہچانے جو تمہارے باپ دادا
نے نہ پہچانے اس لئے میں تمہاری ول
عہدی قبول کرتا ہوں مگر جعفر و جامعہ
بتاتی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا (چنانچہ
ایسا ہی ہوا کہ امام رضی اللہ عنہ نے
مامون رشید کی زندگی میں شہادت پائی)
اور شاخ مغرب اسی علم سے حصہ اور اس میں
اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے اپنے
انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ اور
میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں صاحب نظم نے شاہان مصر کے مستقبل
کے احوال کی طرف مژدوں میں اشارہ کیا ہے میں نے سنا کہ وہ پیشگوئیاں انہی
دونوں کتابوں سے نکال ہوئی ہیں۔

جناب ڈاکٹر تفضلی صاحب آنکھیں کھولیں اور یہ نظر انصاف ملاحظہ فرمائیں۔
کہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "ما کان وما یکون" کے علم کو

نیز کہ بتا رہے ہیں مگر ائمہ اہلسنت تو سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی جعفر و جامعہ کتابوں
کے بارے میں لکھ رہے ہیں کہ انہیں قیامت تک کے تمام احوال کا بیان تھا۔
اور ان کی اولاد ان کی روشنی میں مستقبل کی خبریں دیتی تھیں اور یہ کہ یہ کتابیں
سیدنا علی مرتضیٰ نے قرآن کی روشنی میں مرتب کی تھیں۔ یہ ان کا مطالعہ قرآن
کا عالم تھا کہ اس کی برکت سے قیامت تک کے احوال ان کے سینہ میں جن
کا دعویٰ ہے کہ انہیں قرآن کے علوم پر پُر عبور حاصل ہے مگر ان کے عبور کا حاصل
یہ ہے کہ "بزرگوں کے وسیلہ سے دعا میں کرنے والے اور بزرگوں کی روحانیت
سے استمداد و امداد باذن کے قابل سنی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
کے مشرکین ابو جہل وغیرہ سے بھی بدتر ہیں (وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۳۲)
"اور یہ کہ خود صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بھی دعا کرنا جائز نہیں" (ص ۲۳۶)
"اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے انجام کا علم نہ تھا (معاذ اللہ) (ص ۲۴۰)
اس پر اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب زبان اقبال (مرحوم
ومغفور)۔

تیرا اندیشہ افلاک نہیں ہے

تیری پرواز لولاک نہیں ہے۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں

ثم جمع فیہ علوم الاولین کہ قرآن کریم میں اولین و آخرین کے
والاخرین۔ علوم جمع کر دیئے گئے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۱)

ڈاکٹر صاحب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں "علم ما کان
وما یکون" کا انکار کر رہے ہیں جبکہ ائمہ اہلسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے طفیل آپ کی امت کے اولیاء کے لئے "علم ما کان وما یکون" مان رہے ہیں۔ کیونکہ اولیاء اللہ یقیناً قرآن کے علوم کے حامل ہوتے ہیں لہذا وہ بھی رسول اللہ ﷺ علیہ السلام کے وسیع سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق "علم ما کان وما یکون" سے حصہ پاتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب اپنی ڈاکٹری کے زعم میں اس کے منکر بنے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کے عقیدہ و مذہب کی بنیاد قرآن و سنت کی بجائے ان کی اپنی خود ساختہ فکر و سوچ ہے۔ جس کی

کڑی صرف و لمبی و نجدی عقائد سے ملتی ہے پھر آگے کٹ جاتی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے ایسے لوگوں کے خیالات و افکار کی مثال یوں بیان فرمائی گئی ہے:

كَتَجَرَّةٍ خَيْشَاءٍ لَّجُتَتْ
مِنْ حَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا
مَنْ قَرَارٍ - جیسا ایک گندادرخت کہ زمین کے
ادیر سے کاٹ دیا گیا اب اسے
کوئی قیام نہیں۔

(سورہ ابراہیم: ۲۶)

اور یہ کہ ان کے مذہب کی بنیاد نہ صرف غیر سبیل مومنین ہے بلکہ ائمہ دین متین و اسلاف مومنین کو خواہ مخواہ مشرک ٹھہرا رہا ہے۔

تفسیر ابن کثیر امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

قال ابن مسعود قد بین
لنا فی هذا القرآن کل علم
وکل شئ، وقال مجاهد
حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ
اس قرآن میں ہر علم ہے اور ہر شئی ہے
اور مجاہد نے کہا کہ ہر حلال و حرام ہے

کل حلال وکل حرام
وقول ابن مسعود اعم و
اشمل فان القرآن اشمل
علی کل علم نافع من خبر
ما سبق وعلما سیاق
وکل حلال و حرام وما
الناس الیہ محتاجون
فی امر دنیاہم و دینہم
ومعاشہم و معادہم۔
اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول سب
کو علم اور سب کو شامل ہے کیونکہ قرآن
کریم ہر نفع بخش علم پر مشتمل ہے ہمیں
ماضی اور مستقبل کا علم ہے اور ہر حلال
و حرام ہے اور ہر اس چیز کا بیان ہے
جس کی لوگوں کو ان کی دنیا ان کے
دین، ان کے معاش اور ان کی آخرت
کے سلسلے میں ضرورت ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۸)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کو کہ "اس قرآن میں
ہر علم ہے اور ہر شئی ہے" امام ابن کثیر نے توجیح دیتے ہوئے واضح فرمادیا ہے کہ
قرآن میں "ما سبق" کی خبر اور ماسیاتی "ما علم ہے اس کو" "ما کان
وما یکون" کہتے ہیں۔ "ما کان" اور "ما سبق" اسی طرح "ما
یکون" اور "ما سیاتی" کا ایک ہی مطلب ہے۔ یعنی حضرت عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق قرآن کریم میں "ما کان وما یکون"
کا علم ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک امتی کا یہی ایمان
و اعتقاد رہنا چاہیے کہ آپ کو قرآن کریم کا مکمل و اکمل علم ہے نتیجہ نیکے کا کہ
آپ کو "ما کان وما یکون" کا علم ہے۔

علامہ سعید حوی اپنی تفسیر "الاساس فی التفسیر" میں آیت کریمہ کو کہہ

کے تحت لکھتے ہیں کہ

يَذْكُرُ اللّٰهُ فِيْهِ مَا
مِنْ قَضِيَّةٍ مِّنْ قَضَايَا
الْوُجُوْدِ اِلَّا وَ اللّٰهُ فِيْهَا
الْحَكْمُ الْحَقُّ -

(الاساس في التفسير ج ۶ ص ۲۹۶۳)

علامہ سعید عوی علیہ الرحمۃ بھی صاف صاف لکھ دیا کہ قرآن کریم میں قیامت تک آنیوالے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام قرآن کا علم ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے تمام حالات کا علم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علم اور ہر شئی کا علم دیا گیا

امام حافظ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۴۰ھ اپنی تفسیر جامع البیان میں اپنی سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان لاتے ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ

انزل فی هذا القرآن
کل علم وکل شیء قد
بین لنا فی القرآن ثم
تلا هذه الآية -

(تفسیر امام ابن جریر ج ۱ ص ۱۴)

اس سے بھی واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کل علم عطا

کر دیا اور ہر شئی کا علم عطا کر دیا کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے معلم قرآن بنایا اور ایسا معلم کہ جسے پڑھانے اور تعلیم دینے والا خود اللہ رب العالمین ہے جیسا کہ خود اسی نے فرمایا ہے ”عَلَّمَ الْقُرْآنَ“ (الرحمن) کہ اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تعلیم دی اور فرمایا ”سَنُقَرِّئُكَ فَلَا تَنْسَى“ کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو پڑھائیں گے پس آپ نہیں بھولیں گے (الاعلیٰ ۶۱) اور قرآن میں ہر علم اور ہر شئی کا بیان ہے تو نتیجہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کل علم اور ہر شئی کا علم عطا کیا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود کے فرمان میں ”کل علم“ اور ”کل شیء“ کے الفاظ موجود ہیں۔ لیکن افسوس کہ ڈاکٹر حبیب قرآن کے علوم و اسرار سے آنکھیں بند کئے قرآن و سنت کے ان نورانی و عرفانی حقائق سے انحراف کر کے دین و ایمان کو تباہ کرنے والی بحث میں پڑ گئے۔

بتلائے بحث کو راز خدا کی کیا خبر
معنی بے لفظ اور لفظ بے صدا کی کیا خبر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دین دنیا و آخرت کی کل بھلائیوں کا علم دیا گیا۔

علامہ شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی م ۱۳۴۶ھ اپنی تفسیر ”تبیان الکریم الرحمن“ میں آیت مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں کہ قرآن کریم:

(تبیاننا للکل شیء) فی
اصول الدین و فروعه و فی
احکام الدارین و کل ما یحتاج
دین کے اصول و فروع اور دارین
کے احکام کا روشن بیان ہے اور اس
میں ہر اس چیز کا انتہائی روشن

اليه العباد فهو مبين فيه
اتم تبين بالفاظ واضحة
ومعان جلية (الى) فصا
هدى لهم يهدون به
الى امر دينهم وديناهم
ورحمة يملون به كل خير
الدنيا والاخرة
(رج ص ۲۳۰-۲۳۱)
الحمد لله اس سے ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم ایک ایسی تمام عظیم ہے
جس میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے

- ۱۔ ان کے دین کے اصول روشن طور پر بیان کر دیئے ہیں
- ۲۔ دین کے فروع (احکام) روشن طور پر بیان کر دیئے ہیں
- ۳۔ ان کی ہر ضرورت کی چیز بیان کر دی گئی ہے تا قیامت جو ضرورت بھی ان کو پیش آ سکتی ہے۔

۴۔ قرآن ان کے لئے ان کے دین، دنیا کی ہر بات کی راہنمائی ہے۔

- ۵۔ قرآن ان کے لئے ایک ایسی رحمت ہے جس کے ذریعے امت کے لوگ دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں پاسکتے ہیں۔

اور یہ مسلم بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا بلکہ آپ کو معلم القرآن بنایا تو یہ بھی تسلیم کرنا ضروری قرار پایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے اصول اور فروع کا علم دیا گیا اور یہ کہ آپ کو امت کی ہر اس ضرورت کا علم بھی دیا گیا جو تا قیامت انہیں پیش آ سکتی ہے اور آپ

نے قرآن و سنت کے ذریعے امت کی ہر اس ضرورت کا حل بھی ارشاد فرمایا کیونکہ اس کے بغیر دین مکمل نہیں قرار پاتا جبکہ فرمایا گیا کہ ہم نے دین کو مکمل کر دیا اور یہ کہ آپ کو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کا علم دیا گیا۔

اس کے بعد قارئین کرام ارشاد فرمائیں کہ کیا ڈاکٹر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ماکان و ما یكون" سے متعلق علوم غیبیہ کا انکار کر کے دراصل قرآن کی شان نبیانا لکل شئی کا انکار نہیں کر رہے ہیں؟ یقیناً انکار کر رہے ہیں۔

قرآن ہر شخص کے لئے برابر واضح نہیں ہے

یہاں منکرین حدیث کے اعتراض کا جواب بھی ہو جائے کہ جب قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے تو پھر سنت (حدیث) اور فقہ کی کیا ضرورت ہے؟ جواب یہ ہے کہ قرآن کریم ہر شخص کے لئے برابر واضح نہیں ہے بلکہ جس کا علم جس قدر زیادہ ہوگا اس کے لئے قرآن اسی قدر ہی زیادہ واضح ہوگا۔ اور جس کا علم جس قدر کم ہوگا اس قدر وہ قرآن کی وضاحت سے کم مستفید ہوگا اور اسے سنت اور صحابہ و ائمہ تفاسیر کی تفاسیر کی حاجت ہوگی۔ اس لئے قرآن کریم میں فرمایا!

"فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ"

کہ اگر تم علم والے نہیں ہو تو ذکر والوں (قرآن کے ماہرین) سے پوچھو۔
معلوم ہوا کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت ہے خاص کر عربی زبان اس کے قواعد و ضوابط کے جانے اور سمجھنے بغیر قرآن سمجھ میں نہیں آئے گا۔

۳۔ تیسری آیت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي

یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور

بَيِّنْ يَدَيْهِ وَتَفْصِّلْ كُلَّ شَيْءٍ الْخ

(یوسف: ۱۱۱)

علامہ آلوسی کا ارشاد

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

من الناس من حمل كل على الاستغراق من غير تخصيص ذاهبا الى ان في القرآن تبين كل شيء من امور الدين والدنيا وغير ذلك مما شاء الله تعالى ولكن مراتب التبين متفاوتة حسب تفاوت ذوالعلم وليس ذلك بالبعيد عند من له قلب اولقى السمع و هو شهيد -

اور بعض اہل علم نے لفظ "كل" کو کسی تخصیص کے بغیر استغراق پر محمول کیا ہے اس طرف جاتے ہوئے کہ قرآن میں ہر چیز کا واضح بیان ہے خواہ دین کے امور ہوں یا دنیا وغیرہ کے، اس میں سے جو اللہ نے چاہا لیکن تبیین کے مراتب مختلف ہیں اہل علم کے تفاوت کے مطابق اور یہ بات اس کے نزدیک بعید نہیں جس کے پاس قلب سلیم ہے یا جس نے کان لگائے اور متوجہ ہو۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۱۳۴)

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ بعض اہل علم حضرات اس آیت میں واقع لفظ "كل" کو اس کے عموم واستغراق پر رکھتے ہیں اور استغراق کا معنی احاطہ افراد ہے یعنی قرآن کریم اس کائنات کی ہر چیز

کا تفصیل بیان ہے خواہ اس چیز کا تعلق دین سے ہو یا دنیا وغیرہ سے پھر اس تفصیل کو ہر اہل علم اپنے علم کے مرتبہ کے مطابق جانتا ہے اور یہ بات صاحب قلب سلیم اور متوجہ ہو کر غور سے سننے والے کے لئے بعید نہیں ہے۔

علامہ خازن کا ارشاد

بغدادی الخازن اپنی تفسیر لباب التأویل میں لکھتے ہیں:

(وَتَفْصِّلْ كُلَّ شَيْءٍ) یعنی ان
في هذا القرآن المنزل عليك
يا محمد تفصيل كل شيء تحتاج
اليه من الحلال والحرام و
الحدود والاحكام والقصص و
المواعظ والامثال وغير ذلك
مما يحتاج اليه العباد في امر
دينهم ودنياهم -

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ قرآن جو آپ پر اتارا گیا ہر چیز کی تفصیل ہے جس کی آپ کو ضرورت ہو، حلال و حرام و حدود و احکام و قصص و مواظ و امثال وغیرہ خواہ ان کے دین ہوں یا دنیا سے غرض ہر چیز کی تفصیل ہے۔

(لباب التأویل ج ۲ ص ۳۲۴)

امام خازن کی اس عبارت سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ قرآن میں دین و دنیا سے متعلق ہر چیز کا روشن بیان اور مکمل تفصیل ہے لہذا واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا علم عنایت فرما کر اول و آخر قیامت دین و دنیا کی ہر چیز کا علم عطا کر دیا ہے۔ جس کا انکار ایک صحیح العقیدہ مومن کی شان نہیں۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں ام فاطمہ ابن کثیر علیہ الرحمۃ

لکھتے ہیں:

(وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ) اور قرآن ہر شئی کی تفصیل (مدل و حرم) من تحلیل و تحریر و محبوب و مکرم و غیر ذلک من الامر بالطاعات والوجبات والمستحبات والنهی عن المحرمات وما شاکلھا من المکرمات والایخبار عن الامور الجلیہ وعن الغیوب المستقبلة المجمعلة و المتفصیلیة والایخبار عن الرب تبارک وتعالی بالاسماء والصفات و تنزهہ عن مماثلہ الخوقات الخ (ج ۲ ص ۴۹۱)

اور قرآن ہر شئی کی تفصیل (مدل و حرم) مستحب مذکورہ وغیرہ طاعت واجبات و مستحبات کا حکم محرمات اور ان سے مشابہ مکروہات سے نہیں اور بڑے امور کی خبریں مستقبل کے غیبوں کا اجمالی اور تفصیلی بیان اور رب تبارک و تعالیٰ کی ذات کی اس کے اسماء و صفات کے ساتھ خبریں اور اس بات کا بیان کہ وہ مخلوقات کی مماثلت سے پاک ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب امام حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ کی اس تفسیر پر نظر انصاف ڈالیں کہ انہوں نے اس آیت کے تحت کس قدر درج ذیل ایمان افروز امور کی وضاحت فرمادی کہ

۱۔ قرآن کریم تمام احکام شریعت کی تفصیل ہے۔

۲۔ یہ کہ قرآن کریم میں بڑے بڑے امور کی خبریں ہیں۔

۳۔ یہ کہ قرآن کریم مستقبل (قیامت تک) کے غیبوں کا اجمالی اور تفصیلی بیان ہے۔

۴۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی ذات، اسماء اور صفات کے بیان پر بھی مشتمل ہے۔

۵۔ خصوصاً اس بات کے بیان پر کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ اس کی کوئی چیز مخلوقات سے مماثلت، وثنا بہت رکھتی ہو۔

ڈاکٹر صاحب یہ بتائیں کہ امام حافظ ابن کثیر نے جو قرآن کریم کو مستقبل کے غیبوں کا اجمالی و تفصیلی بیان قرار دیا کیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت نہیں ہوتا؟

اگر دل میں درجہ بھی انصاف و دیانت ہوگی تو جواب اثبات میں ہی ہوگا لیکن انصاف و دیانت سے خالی قلوب کے لئے سوائے دعاء ہدایت کے کیا کیا جاسکتا ہے۔

اہل ملت کے لئے مجھ کو ہے ماتم کرنا

ان کی خاطر ہے مجھے بزم میں گریں ہونا

۴۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ اور اللہ اس لئے نہیں کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کرے، ہاں اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

(الحی عمرانی آیت ۱۷۹)

یعنی اللہ تعالیٰ ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سیدنا و نبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے زیادہ علوم غیبیہ عطا فرمائے اور یہ آپ کا معجزہ ہیں۔ آپ کے علوم غیبیہ کا انکار آپ کے معجزہ کا انکار ہے۔

علامہ زحیلی

اس آیت کی تفسیر انا ذاکر علامہ وصہبہ زحیلی صدر شعبہ فقہ اسلامی دمشق یونیورسٹی، اپنی تفسیر "التفسیر المنیر" میں لکھتے ہیں۔
 (يَجْنِبُنِي) بختار و يصطفي (من) (رُسله من نبياء) فيطلعه على غيبه كما اطلع النبي صلى الله عليه وسلم على حال المنافقين (التفسير المنير ج ۴ ص ۱۹۵)
 علامہ زحیلی نے واضح فرمادیا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کا علم عطا کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کے تمام رسول انبیاء اس کے پسندیدہ بندے ہی ہیں لہذا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب کا علم جانتے ہیں۔
 حضرت آدم علیہ السلام اور کل علم

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ اس نے حضرت آدم کو تمام اسماء کا علم عطا کیا۔

۵ "وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" (البقرہ) اس میں لفظ کل موجود ہے جو "ہا" ضمیر کی طرف مضاف اور وہ الاسماء الاسم کی جمع ہے جس کا معنی "نام" ہے پھر جمع "الاسماء" جمع کی "کُلَّهَا" سے تاکید فرمائی گئی تاکہ پڑھنے یا سننے والے کو معلوم ہو جائے کہ کسی چیز کا کوئی نام ایسا نہ تھا جو حضرت

آدم علیہ السلام کو نہ سکھایا گیا ہو۔ خواہ وہ نام ماضی کی اشیاء کے ہوں یا حال کی مستقبل کی گویا الاسماء کُلَّهَا کی اس بات پر واضح دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو "ماکان و ما یکون" کی کل اشیاء کے کل نام سکھا دیے۔ یہ لفظ "کل" ان کے علم کل کی دلیل ہے۔ جب حضرت آدم کا علم از روئے قرآن کلی ہوا تو جو تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام رسولوں کے سردار ہیں ان کا علم بطریق اولیٰ کلی ہوا۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ (زحر جب)

"حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتانے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ تمام اجناس دکھادیں جنہیں اس نے پیدا کیا اور انہیں یہ بات سکھا دی کہ اس کا نام گھوڑا ہے اور اس کا نام اونٹ اور اس کا نام فلاں اور اس کا نام فلاں اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ "علیہ اسم کل شئی" کہ ان کو ہر شے کا نام سکھا دیا یعنی کہ پیالہ اور چلو کا بھی۔

(مدارک التنزیل ج ۱ ص ۴۴ طبع مکتبہ علمیہ لاہور)

تفسیر خازن میں مزید یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام فرشتوں اور ان کی تمام نسل کے نام اور ان کی تمام بولیوں کا علم عطا کیا۔

(تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۴)

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ (زحر جب) "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کی صفات

(خصوصیات) اور ان کے حالات اور خواص سکھائے جو ان کی مابیت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور یہی مشہور ہے کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ناقیامت پیدا ہونے والی ہر چیز کی جنس کے سارے نام سکھائے جو ان مختلف زبانوں میں ہوں گے جنہیں حضرت آدمؑ کی اولاد آج تک بول رہی ہے اور بولتی رہے گی خواہ عربی زبان میں ہوں یا فارسی میں یا رومی وغیرہ میں۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۶۱)

تفسیر امام ابو السعود میں اسی آیت کے تحت ہے کہ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمیع اشیاء یعنی جو ہو چکا تھا اور جو کچھ مستقبل میں ہونا تھا سب کے نام سکھائے اور تمام مخلوق کے نام سکھائے اسماء ماکان و ماسیکنات الی یوم القیامت جو ہو چکی اور قیامت تک ہونے والی ہر چیز کے نام بنا دیے۔ خواہ وہ چیزیں عقلی ہوں کہ عقل سے معلوم کی جاتی ہیں یا حسی ہوں کہ حواس سے معلوم کی جاتی ہیں یا خیالی ہوں یا وہی تمام چیزوں کی ذوات و اعیان اور ان کے خواص و بچان، علم کے اصول و قواعد ہنروں کے قوانین، ان کے آلات کی تفصیلات اور ان کے استعمالات کی کیفیت، سب کا علم آدم کو عطا کر دیا۔

(تفسیر الی السعود ج ۱ ص ۸۴)

جناب ڈاکٹر صاحب تو امام الانبیاء و سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم علیہم وعلیہم اجمعین کے لیے "ماکان و مایکون" کا علم ماننے

سے انکاری ہیں بلکہ ماننے والوں کو مشرک قرار دینے کے درپے ہیں مگر صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے ائمہ دین و حضرات مفسرین تو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے "ماکان و مایکون" کا علم مان رہے ہیں۔ اب ڈاکٹر صاحب کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر تاریخی پر اور واضح ہو گیا ہو گا کہ موسوف ائمہ دین کی تحقیقات سے موافقت کی بجائے مخالفت کر کے صراط مستقیم سے ہٹ چکے ہیں مگر افسوس کہ ان کو اس کا احساس نہیں ہے۔

تحقیقات کی ائمہ کا پاس نہیں ان کو
تقصیرات کی اپنی کا احساس نہیں ان کو

(ناچیز)

علامہ امام اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ۔

"اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے احوال بتائے اور ان میں دینی و دنیاوی جس قدر نفع بخش خاصیتیں تھیں وہ بتائیں فرشتوں، ان کی اولاد (ناقیامت) تمام حیوانات و جمادات کے نام، ہر چیز کے بنانے کا طریقہ تمام شہروں، گاؤں، پزندوں، درختوں اور "و مایکون" اور جو کچھ ہونا ہے قیامت تک نسب بتایا کھانے پینے کی چیزوں کے نام اور جنت کی نعمتوں کے نام اور حدیث میں ہے کہ ان کو سات ہزار زبانیں سکھائیں"

(روح البیان)

یہ تو حضرت آدم علیہ السلام کے علوم کا عالم ہے پھر سید آدم و ولد آدم کی شان علمی کا اندازہ کون کرے۔

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا
(البقرہ ۱۴۳)

اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت علامہ اسماعیل حقی اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (ترجمہ)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ وہ دین کے کسی درجہ تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب ترقی سے مانع ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گناہوں اور تمہارے ایمانی درجوں اور تمہارے اچھے اور برے عملوں اور تمہارے اخلاص اور لغاف کو پہچانتے ہیں لہذا ان کی گواہی دنیا میں از روئے حکم شریعت اُمت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔“

(روح البیان ج ۱ ص ۲۴۸ و تفسیر عزیزی فارسی ج ۱ ص ۱۵۵)

(۷) اسماعیل حقی و شاہ عبدالعزیز رحمہما اللہ کا یہ فرمان ایمان افروز و اکثر صاحب کے لیے تو کیا راستہ نئی ہوگا البتہ صحیح العقیدہ لوگ سنی مسلمان اس حوالہ سے ضرور اپنے ایمان تازہ کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نور اول و مخلوق اول ہیں آپ کے بعد جس قدر بھی روحیں اور جانیں مخلوق ہوئیں آپ کی روح مبارک سب کا مشاہدہ کرنے والی تھی اور اب بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ مقبول کو کوئی کمال یا خوبی عطا فرمائے تو وہ ایسا کریم ہے کہ جب بندہ اس کا شکر گزار ہے وہ نہ صرف یہ کہ اس خوبی و کمال پر اس کے پاس رہنے دینا اور اسے اس کے ہاں باقی رکھنا ہے بلکہ اس کے لیے اس

کمال میں اور ترقی فرماتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ”وَلَنَشْكُرَنَّ لَكَ بِمَا كُنْتَ تَعْمَلُ“ (ابراہیم) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اللہ کا شکر گزار بندہ اور کون ہو سکتا ہے لہذا یہ نعمت شہادت و شہود (مشاہدہ کرنے والا ہونا) آپ کی دائمی وابدی اور ترقی پذیر صفت ہے جو عطیہ خداوندی ہے۔ اس صفت مقدسہ سے آج بھی آپ تمام عالم کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور قیامت تک فرماتے رہیں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم آپ کا مشاہدہ نہیں کر رہے ہیں وہ ہمیں مشاہدہ فرما رہے ہیں البتہ اگر آپ چاہیں تو اپنا جلوہ دکھاتے ہیں۔

۵ میرے خورشید کبھی تو بھی اٹھا اپنا نقاب
بہرِ نظارہ نہ دیتی ہے نگاہ بے تاب
نیرے جلوہ کا شیشمن ہو مرے سینے میں
عکس آباد ہو تیرا مرے آئینے میں

۸۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ
الْأَبَازِ ذِي الْعَرْشِ مَا يَدْرِي
دَمًا خَلَقَهُمْ وَلَا يَجْعَلُونَ
بَشَرًا مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ
(البقرہ ۲۵۵)

کون ہے جو شفاعت کرے اللہ کے ہاں مگر اس کے حکم سے وہ جانتا ہے اسے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے اور وہ اس کے علم سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ چاہے۔

اس کی تفسیر میں امام عالم فاضل شیخ کامل خاتمہ المفسرین قطب الزماں شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۳۷۰ھ لکھتے ہیں۔

(ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یَعْلَمُ کا ضمیر سید الشانین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو اور معنی یوں ہو کہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے آگے (گزشتہ) کے حالات جانتے ہیں اللہ کے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے کے سب واقعات جانتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور آپ لوگوں کے بعد کے حالات جانتے ہیں اقیامت کی ہولناکیاں، لوگوں کی پریشانیاں اور اضطراباں، اللہ تعالیٰ کا غضبناک ہونا اور انبیاء علیہم السلام سے لوگوں کا شفاعت طلب کرنا، اور ان کا نفسی نفسی فرمانا، اور مخلوق کو ایک دوسرے کے حوالے کرنا یہاں تک کہ لوگوں کا پریشان ہو کر بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا کیونکہ شفاعت کبریٰ آپ کے ساتھ ہی مختص ہے اور

کی ضمیر صراحتاً مجرد متصل مضاف الیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کتبا یہ ہو سکتا ہے معنی یہ ہو گا کہ حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم لوگوں کے احوال کا مشاہدہ کرنے والے ہیں ان کے آگے (گزشتہ) کے حالات جانتے ہیں اور ان کے عادات و خصلات و معاملات اور واقعات کو جانتے ہیں اور ان کے بعد کے حالات آخرت کے احوال جنتیوں و دوزخیوں کے حالات سب جانتے ہیں لیکن لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معلومات میں سے کچھ نہیں جانتے مگر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں

بتائیں (الی ان قال) اولیاء کا علم۔ انبیاء کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے ایک فطرہ سات سمندروں کے مقابلہ میں اور انبیاء کا علم حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مقابلہ میں اسی طرح ہے اور حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے۔ پس ہر نبی و رسول اور ہر ولی اپنی اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی علم لیتے ہیں اور کسی کو یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی بھی کمال و خوبی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ جائے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۴۳)

اور امام علامہ علاؤ الدین البغدادی اسی آیت کے تحت اپنے تفسیر لباب التاویل میں فرماتے ہیں (ترجمہ)
”اللہ تعالیٰ انہیں اپنے علم سے آگاہ فرماتا ہے یعنی انبیاء اور رسولوں کو تاکہ اس کا دیا ہوا علم غیب ان کے نبی ہونے کی دلیل بن جائے جیسا کہ اس نے فرمایا کہ وہ اپنے غیب ہر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے رسول کے جسے وہ پسند فرماتا ہے۔“

(تفسیر لباب التاویل ج ۱ ص ۴۳)

اس سے ثابت ہوا کہ علم غیب جاننامی کا معجزہ ہے جو ان کے نبی ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ لہذا انہی کے علم غیب کا انکار ان کے معجزہ کا ہی انکار ہے۔ تو جناب ڈاکٹر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ایک معجزہ کا انکار کر رہے ہیں لیکن انہیں ایک ڈاکٹر ہونے اور اس دور کی نئی روشنی کے ایک مفکر ہونے کا زعم ہے اس لیے نئی روشنی کے کھلنے والے ان کے ارد گرد جمع ہوتے ہیں مگر انہیں کیا معلوم کہ نئی روشنی دراصل پرانی روشنی کی ہی مرہونِ کرم ہے لہذا جو اسلام کے مسلم ائمہ دین و مجتہدین کے علوم کی پرانی روشنی سے بے خبر یا اس کا منکر ہے وہ درحربِ بید کی نئی روشنی سے بے بہرہ ہے۔

نئی بجلی کہاں ان بادلوں کے جیب و دامن میں
پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی

۹۔ سورۃ الرحمن میں اللہ تعالیٰ کے فرمان

الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ اَنْ یَّحْکُمَ
الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ
لفظ انسان میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے جنس انسان مراد ہو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں (ملاحظہ ہو تفسیر مدارک ج ۴ ص ۲۰۷)

اور تفسیر معالم التنزیل میں امام بخاری ص ۵۱۶ اور تفسیر لباب التاویل میں امام علاؤ الدین علی بن محمد البغدادی فرماتے ہیں کہ امام تابعین سیدنا طاؤس بن کيسان رضی اللہ عنہ متوفی ۱۸۰ھ فرماتے ہیں کہ یہاں الانسان سے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور "البیان" سے مراد ماکان و ما یكون کا علم ہے۔ یعنی بیان ماکان و ما یكون۔

۱۰۔ نہ کان ینبی عن خبر الاولین و الاخرین و عن یوم الدین
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین اور قیامت کے دن کے

احوال کی خبر دیتے تھے۔

ماکان و ما یكون کا عقیدہ اہل جنت کا عقیدہ ہے

جناب ڈاکٹر صاحب جو سنی مسلمانوں کو اس پر مشرک اور لائقِ گردن زدنی قرار دے رہے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم "ماکان و ما یكون" کا عقیدہ رکھتے ہیں مگر ان کو ایک ڈاکٹر اور مدعی علم و تحقیق ہونے کے باوجود یہ بھی معلوم نہیں کہ جس عقیدے کو آپ شرک قرار دے کر اہل سنت کو لائقِ گردن زدنی قرار دے رہے ہیں یہی عقیدہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے۔ چنانچہ حضرت طاؤس بن کيسان رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر تابعی جنہوں نے حضرت زبید بن ثابت و حضرت عائشہ ام المومنین و حضرت ابوہریرہ و حضرت زبید بن ارقم و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر صحابہ کرام سے قرآن و سنت اور عقائد کی تعلیم پائی (ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۹) جب ان کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماکان و ما یكون کا علم رکھتے ہیں تو یہی عقیدہ صحابہ کرام کا ہوا کیونکہ انہوں نے یہ تعلیم صحابہ کرام ہی سے پائی مگر ڈاکٹر صاحب اہل سنت پر برہتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"یہ لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم ماکان و ما یكون (جو کچھ تھا اور جو کچھ ہو گا) سب کا علم رکھنے والا (یعنی کلیتہً علمایہ یعنوب ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں)۔"

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۶۹)

لیکن ناظرین! آپ نے پڑھ لیا کہ یہی عقیدہ سیدنا طاؤس بن کيسان

رضی اللہ عنہ کا ہے جو تابعین میں سے ہیں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے بارے میں فرماتے ہیں

(تہذیب التہذیب) کہ طاؤس جنت والوں میں سے ہیں تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے "ماکان و ما یکون" کا علم عطا کیا۔ اہل جنت کا عقیدہ ہے اب سوچئے کہ جو اہل جنت کے عقیدے پر اعتراض کرے اور اسے جہلاًئے وہ کن میں سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آپ کا کلمہ پڑھنے والے دو گروہ تھے ایک تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو آپ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ

ع "دعنی نشأ بخبرک عما فی غد" (الاصابح ج ۳ ص ۳۵۲)

اے انسان! تو جب چاہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل قیامت تک کی خبر دے سکتے ہیں۔

یہ سیدنا مالک بن عوف رضی اللہ عنہ کا کلام ہے جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا۔ اور صحابہ نے بھی سنا، ان کے اس کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا تو یہ حدیث تقریری ٹھہری۔ اور دوسرے صحابی ہیں سیدنا سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قصیدہ مدحیہ پیش کیا اس میں ہے۔

ع "دأبتک ما مؤن علی کل غائب

دلائل النبوة للإمام البیہقی ج ۲ ص ۲۵۱)

(ترجمہ) یا رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ) آپ ہر غیب پر امین بنائے گئے ہیں۔

یہ تو صحابہ کا ایمان تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل قیامت تک کی جو بات پوچھی جائے آپ بتا دیتے ہیں اور دوسرے صحابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اللہ تعالیٰ نے "کل غیب" پر امین بنا کر بھیجا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ منہس پڑے اور آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا "انلحتت یا سواد" اے سواد تم کا میاب ہو گئے۔ سیدنا طاؤس بن کيسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دماکان و ما یکون کا علم عطا کیا۔ اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اجنتی قرار دیا اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ

۱۔ آپ کل قیامت تک کی ہر بات جانتے ہیں۔

۲۔ آپ ہر غیب جانتے اور اس کے امین ہیں۔

۳۔ آپ ماکان و ما یکون کا علم رکھتے ہیں۔

فلاح و نجات کا ذریعہ ہے اور اہل جنت کا عقیدہ ہے۔ جبکہ ایک دوسرا گروہ بھی تھا جو کلمہ پڑھتا تھا اور نمازیں بھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ آپ کو کوئی علم غیب نہیں آپ کیا جانیں۔

رہا حنفیہ تفسیر امام ابن جریر طبری ص ۳۱۱ و تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی ص ۹۱ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک گمشدہ اذنی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تو

قال رجل من المنافقین یحذرننا ایک منافق نے کہا محمد بتاتے

محمدان نافذة فلان بوا دی
کذا وکذا فی یوم کذا وکذا وعایدہ
ما الغیب (جامع البیان ج ۱ ص ۱۲)
اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا
كُنَّا نَحْنُ حُجُوصٌ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَيْدِي
وَأَيَاتِهِ دَرَسُوه ۚ كُنْتُمْ
تَسْتَهْزِءُونَ ۚ لَا تَتَذَكَّرُوا
فَلَا كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ
(سورہ نوبہ آیت ۶۵)

اور اسے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو
کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل
میں تھے اور تم فرماؤ کہ اللہ اور اس
کی آیتوں اور اس کے رسول سے
ہنسی مذاق کرتے ہو بہانے نہ بناؤ
تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے
کہنے سے کافر ہو گئے۔

یعنی تمہارا یہ کہنا کہ ہم نے یہ بات کہ محمد غیب کیا جانیں، محض خوش
طبعی اور ہنسی مذاق کے طور پر کی تھی ہماری نیت ان کی توہین کی نہ تھی،
یہ جا عذر ہے تم اپنی اس بات سے کہ محمد کو غیب کی کیا خبر، کافر ہو گئے۔
تو اللہ تعالیٰ نے ایسا عقیدہ رکھنے والوں اور اس کا اظہار کرنے
والوں کو کھلا کافر قرار دیا اور وہ منافق تو تھے ہی مگر اس بات سے کھلے
کافر ہو گئے معلوم ہوا کہ دل میں یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو غیب کا پتہ نہ تھا، غیب نہ جانتے تھے اور نہیں جانتے، منافقت ہے
اور اس کا اظہار کرنا کھلا کفر ہے۔ جبکہ اس کے برعکس یہ عقیدہ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے کل قیامت تک کی جو بات پوچھی جائے آپ
بنا سکتے ہیں اور قیامت تک کے احوال جانتے ہیں اور یہ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ

نے کل غیب کا امین بنایا اور یہ کہ آپ ماکان و مایکون کا علم رکھتے ہیں
صحابہ و تابعین کا عقیدہ تھا اور یہی اسلام والوں کا عقیدہ چلا آ رہا ہے اب
قارئین بتائیں کہ کیا ڈاکٹر صاحب اہل اسلام کے مسلمہ عقیدہ پر اعتراض
کر کے اور اسے ٹھکر کر منافقین کے عقیدہ کی تبلیغ نہیں کر رہے ہیں پھر
حیرت کی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے منافقانہ عقیدہ کو قرآن سے
ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں جبکہ عقیدہ خلاف قرآن رکھتے
اور اسے بزرگم خویش توحید کا نام دے رہے ہیں۔

زباں سے کر دیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بت پتدار کو اپنا خدا تو نے
ہوس بالا لائے منبر ہے تجھے رنگیں بیانی کی
نصیحت بھی تیری صورت ہے اک افسانہ خوانی کی

۹۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ“ (التکویر ۲۴)

کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب کے بتانے میں بخیل نہیں
یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا
علم ہو چنانچہ اس کی تفسیر میں امام بغوی معالم شریف اور امام علاؤ الدین لباب
التاویل میں فرماتے ہیں کہ ”یاتیہ علم الغیب فلا یخجل به علیک“
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم غیب آتا ہے اور وہ اس کے
بتانے میں نخل نہیں فرماتے بلکہ بتا دیتے ہیں۔ (ملاحظن ج ۲ ص ۲۱۵)
۱۰۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسول کے سوا کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا۔

اس میں بھی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو علم غیب عطا کرتا ہے اس کے تحت مفسرین فرماتے ہیں کہ غیب کا علم جو اللہ تعالیٰ رسولوں کو دیتا ہے وہ ان کے لیے معجزہ ہوتا ہے جس سے ان کے نبی و رسول ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

(ملاحظہ ہو تفسیر خازن و تفسیر کبیر)

۱۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

”مَا أَنتَ بِنِعْمَةٍ رَبِّكَ بِمُحْنُونَ“ آپ اپنے رب کی نعمت سے محزون نہیں ہیں۔

اس کی تفسیر کرتے ہوئے امام اسماعیل حنفی لکھتے ہیں اس کا مطلب

یہ ہے کہ

ای بے ستور عما کان من الاذل
وما سیکون الی الابد لان الجن
هو السنور وما سبی الجن جنا
الالا مستناره من
الافس بل انت عالم
بما کان خیر بما
سیکون

(روح البیان ج ۱۰ ص ۱۰۱)

آپ سے وہ باتیں چھپی ہوئی نہیں
جوازل میں تھیں اور جوابدہ تک
ہوں گی کیونکہ جن کا معنی چھپانا ہے
جنوں کو بھی جن اس لیے کہتے ہیں
کہ وہ لوگوں کی نظروں سے چھپے ہوئے
ہیں یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
آپ جو کچھ ہو چکا اس کے جاننے
والے اور جو ہو گا اس کی خبر
دینے والے ہیں۔

قارئین تفسیر کے حوالے تو اس قدر ہیں کہ اگر سب پیش کیے جائیں
تو ایک ضخیم کتاب بن جائے اس لیے اب اس قدر تو معلوم ہو گیا کہ صحابہ
و تابعین و ائمہ مفسرین و ائمہ دین سب کا یہی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ما کان وما یكون کا علم رکھتے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب سے یہ توقع
نہیں کہ وہ ان حقائق کو مانیں کیونکہ حقیقت پسندوں کی اس دور میں بڑی
کمی ہے کم ہی ایسے لوگ ہیں جو اپنے خیالات پر نظر ثانی کر کے اصلاح قبول
کریں ورنہ ”انا“ دوسرے معنوں میں تکبر و ضد انسان کو حق کے قریب نہیں
آنے دیتی۔ اپنی انا کو مٹانا ہر ایک کا نہیں اہل دل کا ہی کام ہے۔ یہ
نفی ہستی اک کرشمہ ہے دل آگاہ کا
لا کے دریا میں نہاں موتی ہے اللہ کا

علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث و شروح

اب ہم احادیث کی روشنی میں علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بات کرتے ہیں تاکہ تاریخین پر مزید واضح ہو کہ ڈاکٹر صاحب کا مذہب نہ قرآن کے مطابق ہے اور نہ ہی حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق۔

۱۔ مشکوٰۃ شریف باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء میں بحوالہ بخاری شریف سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ تمام نبینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامنا خابر عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منا نزلهم و اهل النار منا نزلهم حفظه من حفظه و نسیه من نسیه مشکوٰۃ شریف ص ۵۶ صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۵

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ میں نے آپؐ کو آپؐ نے ہمیں ابتداء پیدائش مخلوق سے لے کر آخر تک سب خبریں دیں یہاں تک کہ جنتی اپنے جنت کے گھروں اور دوزخی اپنے جہنم کے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے۔ اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور اسے بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کی شان دیکھئے کہ آپؐ نے ایک تو عالم کی تخلیق کی ابتداء بتائی کہ کیسے ہوئی پھر اس کے بعد کے حالات بتائے یعنی ماضی بعید و ماضی قریب پھر حال اور اس

کے مستقبل تا قیامت سب کچھ بتا دیا یعنی روزِ اول سے لے کر روزِ آخر تک ایک ایک ذرہ و قطرہ تک کا حال بیان فرما دیا۔

ایک سوال کا جواب

اگر کوئی سوال کرے کہ یہ تمام احوال ایک دن میں بیان کر دینا کیسے ممکن تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اسم باسط کی تجلی سے ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے ایک وقت کو اس قدر پھیلا دے کہ اس میں تمام احوال کا بیان کرنا ممکن ہو جائے جبکہ دوسروں کے لیے وقت ویسے کمادیسے رہے چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے خادم کو گھوڑے پر زین رکھنے کا حکم دیتے وہ زین رکھنا شروع کرتا اور آپ کتاب زبور شریف پڑھنا شروع کر دیتے وہ ابھی زین رکھ کر فارغ ہوتا تو آپ زبور ختم کر چکے ہوتے جبکہ زبور قرآن کریم سے چار گنا بڑی تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو ایک رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے قرآن کریم شروع فرماتے اور دوسرا پاؤں رکھتے ہوئے قرآن ختم فرما لیتے یہ کرامت ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی قابض کی تجلی سے زمین و آسمانوں اور زمانوں کی مسافتیں سمٹ جاتی ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ قیامت کا پچاس ہزار سال کا طویل ترین دن اہل ایمان کے لیے اس قدر سمٹ کر چھوٹا ہو جائے گا کہ ایمان والوں کو اس قدر قلیل وقت محسوس ہوگا جیسے ظہر کی نماز ادا کرنے کا بھٹوڑا سا

وقت ہے۔

لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر وقت میں تمام احوال بیان فرما دیئے۔

چنانچہ اس حدیث کی شرح میں محدثین لکھتے ہیں کہ

نبیہ دلالة علی انه اخبر فی المجلس الواحد بجميع احوال المخلوقات من ابتداءها الی انتهائها۔
اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں ابتداء سے لے کر انتہا تک ساری مخلوق کے حالات کی خبر دی۔

رعمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۵ وفتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۲۲۳ وارشاد الساری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۵ ومرتقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۳۲۵

اس حدیث کے تحت امام بدرالدین عینی لکھتے ہیں۔

رفی ایراد ذلک کلمہ فی مجلس ولحد امر عظیم من خوارق العادة وکیف قد اعطی جوامع الکلم مع ذلک۔
کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مجلس میں روز آخر تک تمام احوال و اخبار بتا دینا آپ کے معجزات میں سے عظیم معجزہ ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ کو اس کے ساتھ جوامع الکلام بھی عطا کیئے گئے۔

یعنی شرح بخاری ج ۱۵ ص ۱۱۱ ہمارے اس مؤدبانہ گزارش پر قارئین غور فرمائیں کہ ہم تو قرآن کریم کے حوالہ جات اس کی تفاسیر اور اب احادیث اور ان کی شروح و حات کے

اس قدر ایمان افروز ثبوت پیش کر رہے ہیں ان کے بعد کیا ایسا ہی کوئی شک رہ جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم ماکان و بیکوت "ہونے میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے؟ ہرگز نہیں مگر افسوس تو اس بات کا ہے ہم ادنیٰ سے طالب علموں کے سینے عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان و یقین رکھنے کی برکت سے ان علمی دلائل سے معور ہیں مگر ڈاکٹر صاحب ایسے مدعی علم و تحقیق کا سینہ ان دلائل سے کیسے خالی و بے نور نکلا۔

ہمارا نرم رو قاصد پیام زندگی لایا خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

۲۔ دوسری حدیث میں ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے گزشتہ حدیث نمبر ۱ روایت کرنے کے بعد اس قدر الفاظ مزید روایت فرمائے۔

فاخبرنا بصا هو کائن الی یوم القیامة
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان تمام حالات و واقعات کی خبر دی جو قیامت کے دن تک ہونے والے ہیں تو ہم میں بڑا عالم وہ ہے جو ان باتوں کا زیادہ حافظ ہے۔

(مشکوٰۃ باب المعجزات ص ۵۵)

اس میں صبی "الی یوم القیامة" کے الفاظ منکرین علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قیامت توڑ رہے ہیں براہوتعصب کا کہ ایسی واضح حدیثوں کے ہوتے ہوئے بھی علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیے جا رہے

ثابت ہوا کہ یہ فرقہ حاملِ قبراں نہیں

ہے تعصب و ہٹ دھرمی پہ ان کا یقین

۳۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن میں بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

ما ترک شياً یكون

فی مقامہ الی یوم القیامة

الا حداث بہ حفظہ من

حفظہ ونسبہ من نسبہ

(مشکوٰۃ ص ۴۶)

اس کی شرح میں ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ

من ذلک الوقت الی قیام

الساعة (مزناۃ ج ۵ ص ۱۳)

پہلی حدیث میں ایک محفل میں روز اول (ابتداء خلق) سے لے کر

قیامت تک یعنی "ما کان وما یکون" جو کچھ ہو چکا اور جو قیامت تک

ہوگا سب کی خبر دی اور اس حدیث میں دوسری مجلس کا واقعہ ہے کہ اس

میں اپنے زمانہ اقدس سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک ہر چیز

کی خبر دی۔

۴۔ کل شئی کل علم

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبدالرحمن بن عاصم رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رائت ربی فی احسن صورة

فوضع کفہ بیتی کنتفی

فوجدت بردصا بین

نیدیثی فعلت ما

فی السموات والارض الخ

(مشکوٰۃ باب المساجد ص ۴)

اور زمین میں ہے۔

اس حدیث میں لفظ "ما" پر غور فرمائیں جو عموم کے لیے ہے اور

اس کے معنی ہر چیز اور سب کچھ کے ہیں اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آسمانوں

اور زمین کی تمام چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہیں۔

چنانچہ امام المحدثین فی زمانہ حضرت علی بن سلیمان القاری علیہ الرحمۃ

حدیث شریف فعلت ما فی السموات والارض کی شرح میں لکھتے

ہیں کہ

فعلت بسبب وصول ذلک

الفیض ما فی السموات والارض

یعنی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مما فیہا

من الملائکۃ والاشجار وغیرہا

وهو عبارة عن سعة علمه الذی

فتح اللہ بہ علیہ وقال ابن

محمد ای جیسع الکائنات التی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان

کہ "میں نے جہاں لیا جو آسمانوں

میں ہے اور جو زمین میں" کا مطلب

یہ ہے کہ میرے نے اس

فیض کے پہنچنے سے وہ تمام

چیزیں جان لیں جو آسمانوں اور زمین

میں ہیں یعنی فرشتے اور درخت وغیرہ

فی السموات بل وما نوقمها
كما يستفاد من قصة المعراج،
والارض، هي بمعنى المجلس
ای وجیمع ما فی الارضین
السبع بل وما نختارها كما افاده
اخباره عليه السلام عن الثور
والحوت اللذین علیهما الاضواء
كلها

(مرقاہ ج ۱ ص ۱۶۳)

⋮
⋮
⋮
⋮
⋮

کلی وجزوی

اس حدیث کی شرح میں امام المحدثین حضرت شاہ عبدالحق محدث
دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ عبارت است از حصول تمامہ علوم
جزوی و کلی و احاطہ آن فعلت ما فی السموات الخ اس بات کا بیان ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جزوی اور کلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ ہتے
ان کا احاطہ فرمایا۔ (اشعۃ المعانی ج ۱ ص ۲۳۲)

اب ڈاکٹر صاحب بتائیں کہ شیخ محقق و محدث حضرت شاہ عبدالحق
محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ۵۲ھ جو فرما رہے ہیں کہ اس حدیث میں
لفظ "ما" کا عموم اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو اللہ تعالیٰ نے جو علم عطا کیا وہ جزوی و کلی سب آگیا اور آپ کے علم نے
آسمانوں اور زمینوں کی تمام اشیاء کا احاطہ کر لیا، کیا یہ اس بات کی دلیل
نہیں کہ سچا عقیدہ یہی ہے اور آپ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم پاک
کا انکار کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت علمیہ کا انکار ہے اور یہ غلط
عقیدہ ہے۔

نیز محدث علی القاری المکی علیہ الرحمۃ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے فرمان کی روشنی میں واضح فرما رہے ہیں کہ
۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم وسیع ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ
کو عطا فرمایا۔ لیکن افسوس کہ علماء دیوبند اس کے برعکس کہہ رہے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا
اور یہ کہ آپ کے علم کی وسعت کی کوئی دلیل و نص نہیں ہے۔

(معاذ اللہ)

جبکہ جناب ڈاکٹر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم "ما کان وما یكون"
کا انکار کیے جا رہے ہیں۔

۲۔ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں کی جمیع اور ان سے اُپر اور ساتوں
زمینوں کی جمیع اور ان کے نیچے تک کی کائنات کا علم رکھتے ہیں۔

کلی شئی کا علم

اور مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی فصل ثالث میں حضرت معاذ بن

جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 ۵۔ وضع کفہ بین کتفی اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے
 حتیٰ وجہدت بردا ماملہ دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ
 بین شدیٰ نتیجلی میں نے اس کے پودوں کی ٹھنڈک
 لی کل شئی وعدنت اپنی دو چھاتیوں کے درمیان پائی
 (مشکوٰۃ ص ۲۷) تو مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور
 میں نے پہچان لیا۔

اس حدیث میں لفظ ”کل شئی“ موجود ہے یہ خود سرکارِ دو عالم صلی
 اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ لیکن ایک جناب ڈاکٹر صاحب ہیں جو رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کل شئی کا علم ماننے والے حضرات (اہلسنت
 وجماعت) پر اعتراض فرماتے اور ان کو مشرک ٹھہراتے ہیں، ان کو ٹھنڈے
 دل سے سوچنا چاہیے کہ ان کا یہ اعتراض اور فتویٰ اہلسنت پر نہیں خود
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے (معاذ اللہ) اب سوال یہ ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟
 کم از کم ایک صحیح العقیدہ مسلمان تو نہیں ہو سکتا ہے۔

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
 شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات
 صحیح بخاری شریف کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے کہ

۶۔ جو چاہو پوچھو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر

فرمایا اور فرمایا کہ قیامت سے پہلے بڑے بڑے واقعات و حوادث ہیں
 جو ظاہر ہوں گے جو شخص مجھ سے جو بات پوچھنا چاہے پوچھے فرمایا۔
 فواللہ لاتسأ لونی عن اللہ کی قسم تم جس چیز کے بارے میں
 شئی الا اخبرنکم مادامت بھی پوچھو گے میں یہاں کھڑے
 فی مقامی هذا کھڑے اس کے بارے میں تمہیں
 (صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۰۸۳) بتا دوں گا۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ جو چاہو اور جس
 چیز کے بارے میں چاہو پوچھو میں تمہیں یہاں کھڑے کھڑے اس کے
 بارے میں بتاؤں گا۔ کیا اس سے واضح نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو اللہ تعالیٰ نے ماکان و مایکون کا علم عطا فرمایا۔
 مگر بے خبر بے خبر مانتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے یا تو ان حدیثوں کا مطالعہ ہی نہیں فرمایا، اگر فرمایا
 ہے تو آنکھوں پر تعصب کی مٹی باندھ کر اور جب آنکھوں پر تعصب کی مٹی
 ہو تو حق نظر آتا ہی نہیں۔

افسوس صد افسوس کہ عدل نہ کیا تو نے
 دیکھے نہ تری آنکھ نے قرآن کے اشارات

قیامت تک آنے والے فتنہ گروں کی خبر

مشکوٰۃ شریف کی کتاب الفتن کی فصل ثانی میں ابوداؤد کے حوالہ سے
 حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمانے ہیں کہ
 مانرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

من فاشد فتنۃ الی ان تنقضى
الدنیا یتبلغ من ثلاثمائة فصاعدا
قد سماه لنا باسمه واسم ابیه
واسم قبیلته

(مشکوٰۃ ص ۵۸)

قارئین اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وسیع کا اندازہ
کیجیے پھر ڈاکٹر صاحب کی کوتاہ نظری کو بھی دیکھئے کہ اس قدر دلائل و ثبوت کے
باوجود علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیسے جا رہے ہیں بلکہ اپنی گمراہی
کو چھپانے کے لیے قرآن و سنت کے مطابق علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی وسعتوں پر یقین رکھنے والے اہلسنت و جماعت کو گمراہ بلکہ مشرک قرار
دیئے جا رہے ہیں۔

گھوڑوں کے رنگ بھی بتا دیے

مزید ملاحظہ فرمائیں اسی مشکوٰۃ کی کتاب الفتن کے باب الملاحم کی
فصل اول میں نحو الصحیح مسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

انی لا عذر اسماءہم
واسماء آباءہم والوان خیمو
سہم نصیر فوارس
یومئذ ومن خیر
فوارس علی

میں دجال سے جہاد کرنے کے لیے
اس کے پیچھے جانے والوں کے
نام اور ان کے باپ دادوں کے
نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ
کو پہچانتا ہوں وہ اس روز روئے زمین

ظہر الارض (مشکوٰۃ ص ۴۶) کے بہترین سوار ہوں گے۔

حدیث میں ان سواروں کی تعداد دس فرمائی گئی ہے اور ان کے لیے
لفظ ”طلیبہ“ آیا ہے یعنی وہ دجال سے جہاد کرنے والوں کی طرف
سے بطور جاسوس اس کا حال معلوم کرنے کے لیے جائیں
گے اور وہ اس روز روئے زمین پر اللہ کے ہاں بہترین سوار ہوں گے۔
اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے سلطان المحدثین حضرت علی بن
سلطان القاری المکی علیہ الرحمۃ ص ۱۲۷ مرقاۃ میں لکھتے ہیں۔

نیہ مع کونہ من المعجزات
دلالة علی ان علمہ علیہ
الصلوة والاسلام
محیط بالکلیات والمجربیات
من الکائنات وغیرہا
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۱۲۷)

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے معجزات میں سے ایک معجزہ
ہونے کے ساتھ اس بات پر
دلالت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا علم خدا و موجودات اور
غیر موجودات سے تمام کلیات و جزئیات
کو محیط ہے۔

حضرت امام ملا علی قاری مکی علیہ الرحمۃ اس حدیث سے دو باتیں ثابت
فرما رہے ہیں کہ ایک تو یہ کہ اس میں پیش گوئی ہے اور یہ معجزہ ہوا دوسری
بات یہ ہے کہ آپ کا ان سواروں کے نام اور ان کے باپ دادا کے
نام جاننا ثابت کرتا ہے کہ آپ کو جو اللہ تعالیٰ نے علم وسیع عطا کیا ہے
وہ موجودات اور غیر موجودات سے تمام کلیات و جزئیات کو محیط ہے۔ مگر
ایک ڈاکٹر صاحب کی کج نگاہی کا یہ عالم ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے علم پاک کو جو آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی عطا سے حاصل ہے
”کلی“ کہنے پر اعتراض ہیں بلکہ اسے شرک ٹھہرانے کے درپے ہیں۔

نگاہ شوق میتھ نہ سبیں اگر تجھ کو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

ضروری وضاحت

یہاں ایک ضروری وضاحت ہے وہ یہ کہ مرقاۃ مشرح مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں "ان علمہ علیہ السلام" کی بجائے "علمہ تعالیٰ" لکھا ہوا ہے "تعالیٰ" کا لفظ اگرچہ اپنے لغوی معنی کی رو سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کرتا جائز ہے کیونکہ اس کا معنی ہے "بلند شان والا" جیسے "جَلَّ" اور "عَظَّمَ" بڑی قدر و منزلت والا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لغوی اعتبار سے استعمال ہو سکتا ہے تاہم چونکہ عرف مشرح میں یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوتے چلے آ رہے ہیں اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ یہاں "مرقاۃ شریف" کے بعض نسخوں میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ "تعالیٰ" استعمال ہوا ہے غالباً یہ حضرت امام مکی علیہ الرحمۃ کی طرف سے نہ ہوگا بلکہ کاتب سے سہواً لکھا گیا ہوگا۔ علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل تو بہت ہیں مگر راقم انہیں دلائل پر اکتفا کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اس موضوع پر ایک جامع کتاب لکھوں گا۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات

اور ان کے جوابات

اب ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات اور راقم کی طرف سے ان کے

جوابات ہدیہ قارئین ہیں۔

اعتراض نمبر ۱

اگر یہ بات درست ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام کے ذریعے وحی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب

اس کا جواب تو ان آیات و احادیث کے بعد جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی ثابت ہوتا ہے جنہیں ہم پہلے پیش کر چکے ہیں خود ڈاکٹر صاحب سے پوچھا جائے بشرطیکہ وہ ان آیات پر ایمان رکھتے ہوں کہ جب ان آیات و احادیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام کائنات کا علم ناقیامت بلکہ قیامت کے بعد بھی بعض امور و احوال کا علم ثابت ہو چکا تو جبریل علیہ السلام کے ذریعے وحی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ دراصل ڈاکٹر صاحب (معذرت چاہتے ہوئے) ڈاکٹر تو ہو گئے لیکن علم و تحقیق سے دور رہ گئے۔ اس کا جواب ہمارے گزشتہ مضمون کی روشنی میں آچکا یہ الگ بات ہے کہ کوئی اپنی ضد پر قائم رہے اور اعتراف حقیقت کی سعادت حاصل نہ کر پائے۔

سمجھے اسے کوئی یا نہ مگر ہم نے

کردی بیان حقیقت سینہ قرطاس پر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہیں اور یہ عطا وحی کے ذریعے ہے ضروری نہیں کہ اس میں جبریل علیہ السلام

کا واسطہ ہو۔ افسوس کہ جناب ڈاکٹر صاحب ٹی وی پر لوگوں کی سمجھ بھڑائی تو بہت کرتے ہیں اور علم دین سے بے خبر سادہ لوح سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس بہت علم ہے اور ان جیسا عالم ہی کوئی نہیں ہے مگر ڈاکٹر صاحب نے یہ اعتراض کر کے اپنے علم کا بھانڈا ہی چھوڑ دیا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب جاننے کی بات درست ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل کے ذریعے وحی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ (وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۶۹)

گویا ڈاکٹر صاحب کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی جبرائیل علیہ السلام کے ہی ذریعے آتی تھی، حالانکہ قرآن کریم میں واضح موجود ہے کہ

وحی کی تین صورتیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نازل ہونے کی تین صورتیں تھیں سورہ شوریٰ میں ہے

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكَلِّمَهُ
اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ ذُرِّيًّا
حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا
يُؤْتِيهِ بِأَذْنِهِ مَا يَشَاءُ
(الشوریٰ ۵۱)

اس آیت کے مطابق وحی کی تین صورتیں تھیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں اپنا کلام ڈالتا تھا

چنانچہ صحیح ابن حبان میں ہے۔ اس قسم کی وحی میں نہ فرشتے کا کوئی واسطہ ہوتا تھا اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت سامعہ (کان مبارک سے سننے) کا کوئی سلسلہ ہوتا اور نہ ہی اس میں آپ کی کسی ظاہری حس کا کوئی دخل ہوتا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کے دل مبارک میں کسی واسطہ کے بغیر علم ڈالتا تھا اس قسم کے القاء علم (دل میں علم ڈالے جانے) کو دجیسا سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ دوسری قسم کی وحی کو "أُذِّنُ مِنْ دَرَاءِ حِجَابٍ" کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے یعنی پردے کے پیچھے سے۔ اس کی صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست مکالمہ ہوتا اور آپ سے باتیں فرماتا تھا اس میں بھی کسی فرشتہ کا کوئی واسطہ نہ ہوتا تھا لیکن آپ کو اللہ کا کلام سنائی دیتا تھا تیسری قسم کی وحی "أَوْ يُرْسِلُ رَسُولًا" کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرشتے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجتا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان تینوں صورتوں میں وحی ہوتی چنانچہ اللہ تعالیٰ اسی سے آگے بڑھتا ہے۔

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا
مِنْ أَمْرِنَا (الشوریٰ ۵۲)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تینوں طریقوں سے وحی فرمائی گئی اور یہ کہ ان تینوں صورتوں میں سے صرف تیسری قسم کی وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے آتاری جاتی تھی اور قرآن کریم سارے کا سارا اسی تیسری قسم کی وحی کے ذریعے آپ پر اتارا گیا۔ چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ
فَاتَتْهُ نَزْلَهُ عَلَى
قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ

(البقرہ ۱۹۴)

اس آیت سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ قرآن جبریل علیہ السلام کے واسطے سے اُتار گیا اور دوسری بات یہ کہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اُتار گیا اور دل جو اس ظاہرہ میں سے نہیں ہے اور ہم شروع میں عرض کر چکے ہیں کہ ہر وہ علم جو اس ظاہرہ یعنی کان آنکھ ہانک زبان اور جسم کی قوت لامسہ دھپھونے کے احساس اور قیاس و عقل کے انداز سے کے بغیر حاصل ہو وہ علم غیب کہلاتا ہے اس اعتبار سے پورا قرآن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اُتار گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ علم غیب ہے اور قرآن کے علاوہ جو وحی کی باقی پہلی دو صورتیں سورہ شوریٰ کے حوالہ سے گزری ہیں وہ بھی علم غیب کے زمرہ میں آتی ہیں ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے۔

وَإِنَّهُ لَنَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ
نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ
عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ
الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ

(الشعراء ۱۹۲-۱۹۵)

عربی زبان میں

ان آیات کریمہ پر غور فرمائیے اور اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر کوئی

چارہ نہیں کہ اس میں نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ قرآن پورے کا پورا روح الامین حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے اُتار گیا تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کیسے جانی کی باقی دو صورتیں جن کا ذکر سورہ شوریٰ میں کیا گیا ہے وہ قرآن کے علاوہ ہیں لہذا محترم ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمانا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو جبریل علیہ السلام کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی دلائل مذکورہ کی روشنی نہایت ہی غلط اور بے بنیاد خیال ہے جو کسی علم و تحقیق کے مدعی کا خیال نہیں ہو سکتا۔

یہ حقائق ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے قلب سلیم بخشا ہے وہ ان سے یقیناً فائدہ اٹھائے گا لیکن ضدی اور ہٹ دھرمی مزاج کے لیے کوئی بھی حقیقت مفید ثابت نہیں ہو سکتی۔

خود آدمی کا دل ہی اگر رہنما نہیں
دنیا کی رہبری سے اسے فائدہ نہیں

اعتراف نمبر ۲

پھر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ دیکھئے قرآن مجید اس معاملہ میں کس قدر وضاحت سے اپنا موقف بیان کرتا ہے۔

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ
لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ

(الانعام ۵۹)

جواب: کاش کہ محترم ڈاکٹر صاحب اس قسم کی آیات جن میں اللہ تعالیٰ کے

سوا غیر سے علم غیب کی نفی سمجھی جاتی ہے کے مقابلہ میں ان آیات کو بھی مد نظر رکھتے جن میں رسولوں کے لیے علم غیب کا ثبوت مل رہا ہے اور ہم اود آیات ذکر کر چکے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید سارے کا سارا اللہ کا کلام ہے اور برحق کلام ہے تو اس کا کیا مطلب ہے کہ ایک جگہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور دوسری جگہ ہے کہ اللہ کے رسولوں کو غیب کا علم دیا جاتا ہے اور حدیثوں سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے بلکہ اولیاء کے لیے بھی غیب کا علم ثابت ہے مثلاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال کے وقت اپنی حاملہ بیوی کے بارے میں بتا دیا تھا کہ اس کے پیٹ میں لڑکی ہے تو اس کا جواب اس کے سوا کوئی نہیں ہے کہ جس غیب کا اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہوتا قرآن سے ثابت ہے اس سے غیب مستقل مراد ہے یعنی ذاتی جو کسی کا دیا ہوا نہ ہو اور وہ بھی لامحدود جس کی کوئی حد ہی نہیں ایسا جو جمع ممکنات کو حاوی ہے اور جس غیب کا رسولوں اور ولیوں کے لیے قرآن مجید و احادیث وغیرہ سے ثبوت ملتا ہے اس سے علم عطائی (غیر ذاتی و غیر مستقل) اور محدود مراد ہے اگر ڈاکٹر صاحب نے اس آیت کی تفسیر کتب تفسیر میں ملاحظہ کی ہوئی کہ ائمہ تفسیر نے اس آیت کا کیا مطلب بیان فرمایا ہے تو شاید وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی مطلقاً نفی کرنے کی جرأت نہ کرتے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ تعصب ایک ایسا گمراہی حجاب (پردہ) ہے کہ جب کسی کی آنکھ پر پڑ جاتا ہے تو اس میں راہ راست کی جستجو کا جذبہ باقی نہیں رہتا بلکہ وہ اپنی غلط بات کو ہی ہر صورت کھری کہنا چلا جاتا ہے۔

ان کی آنکھوں پہ تعصب کے پڑے ہیں پردے
کھوٹی باتوں کو بھی اپنی یہ کھرا کہتے ہیں

امام رازی

اب ہم ڈاکٹر صاحب کی پیش کردہ آیت کا مفہوم چھٹی صدی ہجری کے جلیل القدر مفسر اور عالم اسلام کے مایہ ناز محقق امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃؒ کی تفسیر مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر سے پیش کرتے ہیں آپ اس کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

نکذاک ہہنا الحق سبحانہ پس اسی طرح یہاں جب اللہ تعالیٰ لما کان عالما بحیجیع المعلومات تمام معلومات (لامحدود) کا جاننے عابر ہذا المعنی بالعبارۃ والا ہے تو اس مفہوم کو اس عبارت المذكورۃ و علی التقدير الثاني سے بیان فرما دیا اور دوسری صورت المراد منه القدرة علی کل میں اس سے مراد تمام ممکنات الممكنات (التفسیر الکبیر ج ۳ ص ۱۳) پر قادر ہونا ہے۔

یہیچے امام صاحب علیہ الرحمۃ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اذکر کہ (ترجمہ) ”اور خدا کے پاس ہی غیب کی کنجیاں ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا“

کے دو مطلب بیان کیے ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تمام لامحدود معلومات کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں اور دوسرا یہ کہ وہ تمام ممکنات پر قادر مطلق ہے۔

اس وضاحت کی روشنی میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس سے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی ہو رہی ہے یہ تو تب ہو جب ہمارا یہ دعویٰ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام معلومات لامحدودہ کا علم ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ممکنات پر قادر ہیں۔ جب ہمارا یہ دعویٰ ہی نہیں اور نہ ہی ہمارا یہ عقیدہ ہے جبکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کا علم ذاتی نہیں اور نہ ہی کسی کا علم لامحدود ہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی ہمارا یہ عقیدہ نہیں تو پھر خواہ مخواہ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا داد علم غیب کی نفی کی دلیل بٹھانا اپنے دین و ایمان کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔
 متاع دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
 یہ کس کا فراد اکا غمزدہ خوریزہ ہے ساقی

امام اسماعیل حقی

آئیے اسی آیت کا مفہوم امام علام حضرت اسماعیل حقی علیہ الرحمتہ سے سنئے وہ فرماتے ہیں کہ ان غیب کی کنجیوں سے مراد علم کنجوں سے۔

وَقُلْتُ تَصَوِّرُهَا الَّذِي هُوَ
 مَفْنَحٌ يَفْتَحُ بِهِ بَابَ عِلْمٍ
 علم غیب کی کنجیوں سے مراد اشیا
 کائنات صوتیں بتانے کا قلم ہے

لے جو اللہ والے کہلاتے ہیں جبکہ حقیقت میں یہ اللہ والے ہیں ہی نہیں کیونکہ اللہ والا وہی ہے جس کا اللہ ہوا اور اللہ اسی کا ہے جو اس کے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت رکھتا اور آپ کے خدا داد کمالات کو دل سے ماننا ہو۔ قادری

تکوینہا علی صورتہا و
 کوئجا هو الملکوت فبقلم
 ملکوت کل شئی یکون
 کل شئی وقلم الملکوت
 بید اللہ لان الغیب
 هو علم المتکونین

تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۳۲

کہ وہ ایک ایسی کنجی ہے جس سے
 اشیا کائنات کو ان کی صورتوں
 پر تخلیق دینے کا دروازہ کھولا جاتا
 ہے اور کنجیاں ہی ملکوت ہیں پس
 ہر چیز کے ملکوت کے قلم سے ہر
 چیز کا وجود ہوتا ہے اور ملکوت کا
 قلم اللہ کے ہاتھ میں ہے کیونکہ
 غیب تخلیق ہی کا علم ہے۔

امام اسماعیل حقی علیہ الرحمتہ کی تفسیر مذکور سے واضح ہو گیا کہ مفاتیح
 غیب (غیب کی کنجیوں) سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ملکوتین و تخلیق ہے جس
 کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ ہی کے پاس تخلیق اشیا در چیزوں کو پیدا کرنے
 کا اختیار ہے اس تفسیر کی رو سے بھی اس آیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے علوم غیبیہ کی نفی نہیں ہوتی۔

امام علاؤ الدین البغدادی

جیسا کہ امام علاؤ الدین البغدادی المعروف علامہ امام خازن علیہ الرحمتہ
 ۲۵ھ اپنی تفسیر ”لباب التأویل“ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے

ہیں کہ

المراد منه القدرة الكاملة
 علی کل المکنات (ج ۲ ص ۱۴۲)
 ”مفاتیح الغیب“ سے مراد تمام ممکنات
 پر قدرت کاملہ ہے۔

تاریخ غور فرمائیں کہ مفسرین کرام اس آیت کے جو معانی بیان فرما رہے

ہیں ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ ایک ڈاکٹر کہلاتے والائی وی پر اپنی علمیت کا ڈھنڈورا پیٹنے والا اور لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرنے والا بجائے خود روح قرآن سے دور اور عشق و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے ذوق و بے سرور ہے۔
عمل ان سے رخصت ہوا عقیدوں میں خلل آیا
کوئی پوچھے کہ ان کے ہاتھ میں کیا نعم البدل آیا

امام سبیل حلبی

امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن یوسف بن محمد بن ابراہیم المعروف
الامام السبیل الحلبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۵۷ھ اپنی تفسیر الدر المنصون فی علوم
الکتاب المکنون میں فرماتے ہیں کہ
مفتاح المفتاح کی جمع ہے مصدر بھی ہے
فتح کے معنی میں گویا معنی یوں ہوا کہ
اللہ ہی کے پاس غیب کا کھولنا
ہے یعنی وہی غیب کھولتا ہے اپنے
بندوں میں سے جس پر چاہے۔
مفتاح جمع المفتاح بمعنی
الفتاح کما ان المعنی وعندہ
فتوح الغیب ای هو یفتح
الغیب علی من یشاء من
عبادہ (الدر المنصون ج ۳ ص ۷۹)

نفی اثبات ہو گئی

قارئین غور فرمائیے کہ جس آیت کو محترم ڈاکٹر صاحب نے حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی کی دلیل قرار دیا ہے وہی آیت حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت کی دلیل بن گئی یہ امام شہاب الدین
ابو العباس احمد بن یوسف علیہ الرحمۃ مشہور فقیہ و محدث و مفسر قرآن ہیں
جو عالم اسلام کے مشہور فاضل مفسر امام ابو حیان اندلسی صاحب تفسیر "البحر المحیط"
کے شاگرد رشید ہیں اور بڑے بڑے جید و اکابر علماء و محدثین کے استاذ
ہیں اپنی تفسیر میں کیسی خوبصورت اور ایمان افروز بات فرمائی کہ اس آیت
کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کا کھولنا ہے اور وہ اپنے بندوں
میں سے جسے چاہتا ہے اس پر غیب کے علوم کھولتا ہے۔ یہ عجیب بات
ہو گئی کہ ڈاکٹر صاحب کے مدعی کے برعکس یہاں ابتداء اور اولیاء کرام سے
علم غیب کی نفی کی بجائے ان کا اس کے لیے اس کا ثبوت فراہم ہو رہا ہے
اور یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
کلمہ پڑھنا اور دوسری طرف ان کی شان اقدس کو گھٹانے کے لیے قرآنی
آیات کے معانی و مفہم میں ہیرا پھیری کرنا، شاید ان لوگوں کو خدا تعالیٰ
کے ہاں حاضری اور جوابدہی کا ذرہ بھر احساس نہیں ہے۔
جب سرِ محشر وہ پوچھیں گے بلا کے سامنے
کیا جواب حیرم دو گے تم خدا کے سامنے
جناب ڈاکٹر صاحب! بارگاہِ مصطفیٰ بڑی نازک بارگاہ ہے یہاں ہلکی
سی بات بھی جو اس بارگاہ کے نمایاں نشان نہ ہو ایمان و اعمال کو غارت
کر کے رکھ دیتی ہے۔ سوچ اور سمجھ لیجئے۔

امام اہل حق شیخ اکبر محی الدین بن عربی

امام اہل حق شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۳۸ھ اپنی

تفسیر میں "وعندہ مفاتيح الغیب الخ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

فمفتاح عندہ هذه الخزائن
الشملة على جميع الغيوب
(نہج الصالحۃ ص ۳۴)

الحمد للہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نے بھی واضح فرمادیا کہ اس آیت میں "مفاتيح الغیب" سے مراد تمام غیبوں کے خزانے ہیں اور کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس تمام غیبوں کے خزانے ہیں کہ غیب تو لامحدود ہے جبکہ افضل الحق و سید الخلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم خدا واد محدود ہے۔ لہذا اس آیت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

۲۔ ڈاکٹر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا واد علم غیب کی نفی میں دوسری آیت کا حوالہ دیتے ہیں۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ
اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔
(الانعام ۵۰)

یہ الفاظ مبارکہ سورہ قصص کی آیت ۲۱ میں بھی ہیں۔

اس کے چار جواب ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ اس میں علم غیب ذاتی کی نفی ہے یعنی وحی کے بغیر میں نہیں جانتا یعنی اس سے مراد وہ علم غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں چنانچہ امام فاضل ناسر الدین بیضاوی اپنی مشہور تفسیر بیضاوی شریف

میں فرماتے ہیں۔

ولا أعلم الغیب) ما لم یوح
الی ولم ینصب علیہ
دلیل (بیضاوی ج ۱ ص ۳۳)

نیز امام نظام مینشا پوری علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

فیہ دلالة على ان الغیب
بالاستقلال لا یعلمہ الا اللہ
تفسیر مینشا پوری بجا مشاطہ ص ۱۴۵

غیب بالاستقلال کا مطلب غیب مستقل ہے جو کسی کے دیے بغیر ہو اس کا دوسرا نام غیب ذاتی بھی ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ المسند حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم غیب کا جو موقف رکھتے ہیں اس آیت میں اس کی نفی نہیں فرمائی گئی

۲۔ دوسرا یہ کہ اس سے تمام معلومات الہیہ لائقنا حبیبہ غیر محدودہ مراد ہیں۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

لا ادعی کوئی موضوعاً بعلمہ
اللہ تعالیٰ (تفسیر کبیرہ ج ۱۲ ص ۲۳)

اور یہ بات مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ایک تو ذاتی ہے اور دوسرا محدود

ہے تو آیت کا معنی یہ ہوا کہ میں علم غیب ذاتی اور علم غیب لامحدود کا دعویٰ نہیں کرتا کیونکہ یہ اللہ کی شان ہے علم غیب ذاتی اور علم غیب لامحدود کا دعویٰ کرنا الوہیت اخلاقی کا دعویٰ کرنا ہے اور میں الوہیت کا دعویٰ نہیں کرتا جیسا کہ امام رازی اور امام نظام لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کہہ

دیکھئے کہ لا ادئی الہوہیۃ میں الوہیت کا دعویٰ نہیں کرتا۔

رازی ج ۱۲ ص ۲۳۱ و نیشاپوری ج ۵ ص ۱۲۸

۳۔ تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کے کرم سے اس کا دیا ہوا علم غیب جانتے کے باوجود آپ کا یہ فرمانا کہ میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا تو واضح و انکاری کے طور پر ہے یہ جواب بھی مفسرین نے دیا ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

”ان المراد منه ان يظهر الرسول من نفسه النواضع لله والخضوع له والاعتراف بعبوديته حتى لا يعتقد نبيه مثل اعتقاد النصاری فی المسيح۔“
(ج ۱۲ ص ۲۳۱)

اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے تواضع و خضوع و انکاری اور اس کے بندہ ہونے کا اظہار فرمائیں تاکہ لوگ آپ کے بارے میں وہ اعتقاد نہ اختیار کر لیں جو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں کیا۔

الحمد للہ اس سے بھی واضح ہو گیا کہ مقصود یہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب نہیں جانتے بلکہ مقصود تواضع و انکاری کا مظاہرہ ہے۔
۴۔ چوتھا یہ کہ اس میں دعویٰ کی نفی ہے نہ کہ مدعی کی۔ یعنی علم غیب کے دعویٰ کی نفی ہے نہ کہ علم غیب اور یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی شے کے دعویٰ کی نفی سے اس کی شے کی نفی لازم نہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں عبارت کی ترکیب نحوئی میں مفسرین نے ”لا علم الغیب“ کو محملاً منصوب ٹھہرایا اور ”لا اقول“ کا مفعول یا مفعول فرار دیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ میں دعویٰ نہیں

کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میں غیب کا علم جانتا ہوں۔

چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ

..محتمل ان یکون له هذه المقامات ولكن لا يظهرها (تفسیر نیشاپوری ج ۵ ص ۱۲۸)
ہو سکتا ہے کہ آب علم غیب اور اللہ کے خزانے رکھتے ہوں لیکن ان کو ظاہر نہ فرماتے ہوں۔

لہذا یہاں سے علم غیب کی نفی نکالنا حتی سے انحراف ہے۔ اسی طرح قرآن میں جہاں جہاں بھی نفی آئی ہے وہ یا تو ذاتی علم غیب کی نفی ہے یا کل معلومات الہیہ کے جاننے کی نفی ہے۔

خزائن الہیہ

اور اسی طرح خزائن الہیہ کے پاس ہونے کے نفی کا منہم بھی یہی ہے کہ میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں اس کی اجازت کے بغیر ان میں تصرف کرتا ہوں اور اگر یہ مفہوم ہو کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں تو قرآن و حدیث میں ٹکراؤ ہو جائے گا جسے دور کرنے کی کوئی صورت نہ ہو گی کیونکہ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کہیاں دی گئیں۔

فوضعت فی یدی (متفق علیہ)

اس حدیث کو صحیحین کے حوالہ سے ”متفق علیہ“ لفظ کے ساتھ مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں ملاحظہ فرمائیے اور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات پر ایمان لے آئے۔ دلائل
تو بہت ہیں مگر اس مختصر کتاب میں راقم مختصر سے کام لے رہا ہے۔
مجھے تنہا نہ سمجھیں اہل باطل
نصرت میں مرے اک دشمن ہے

اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد لکھتے ہیں

”وہ لوگ جو انبیاء و اولیاء یا اہل قبور کے صاحب تصرف و مختار
کل اور عالم الغیب ہونے پر ایمان رکھتے ہیں ان کو مندرجہ ذیل
آیات پر غور کرنا چاہیئے اور پھر اپنے ایمان کی صحت کا جائزہ
لینا چاہیئے“

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ
وَلَا صَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ
وَلَوْ كُنْتَ أَعْلَمَ الْغَيْبِ
لَاسْتَكْبَرْتَ مِنَ الْخَيْرِ
وَمَا مَسْنَى السُّورِ إِنْ
أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ
لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

(الاعراف ۱۸۸)

اے نبی تو کہہ دے کہ میں مالک
نہیں اپنی جان کے بھلے کا اور
برے کا مگر جو اللہ چاہے اور
اگر میں جان بیا کرتا غیب کی
بات تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل
کر لیتا اور مجھ کو برائی سمجھی نہ پہنچی
میں تو بس ڈرانے اور خوشخبری
سنانے والا ہوں ایماندار لوگوں کو

علم تحقیق سے عاری ڈاکٹر

جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک صاحب کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے کمال علم کی نفی کے سلسلے میں اس آیت کے حوالہ دینے سے مجھے یہ
کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب علم و تحقیق سے عاری ڈاکٹر ہیں اور
ڈاکٹر کہلانے کے باوجود جاہلوں والی بات فرما رہے ہیں
جنوں کو عقل کا پابند کرنے کی ہدایت ہے
اب اہل ہوش بھی دیوانہ پن کی بات کرتے ہیں

تین باتیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین
باتیں کہی ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ
لَا أُمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ
میں مالک نہیں اپنی جان کے لیے نفع کا اور نہ نقصان کا مگر
جو اللہ چاہے۔

۲۔ دوسری یہ کہ
لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْبَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنَى السُّورِ
اگر میں غیب جان بیا کرتا تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور
مجھ کو برائی سمجھی نہ پہنچی۔

۳۔ تیسری یہ کہ
إِنَّا لَا نَذِيرُكَ بِبَشِيرٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

میں تو بس ڈرانے اور خوشخبری سناتے والا ہوں ایماندار لوگوں کو۔

دو قابل توجہ

ہم ان تین باتوں میں سے پہلی دو پر توجہ کرنے اور انہیں زیر بحث لانے ہیں تاکہ جناب ڈاکٹر صاحب کی ڈاکٹری کا بھرم کھل جائے اور قارئین کو پتہ چلے کہ کئی دی پر درس قرآن دیتے والے خود قرآن کے علوم سے ناواقف ہیں اور علم کی روشنی کے نام پر قوم کو جہالت کے اندھیرے میں دھکیل رہے ہیں۔

حرف استثناء کا قاعدہ

قارئین اس کلام کے پہلے حصہ کو غور سے ملاحظہ فرمائیں
یعنی "لَا اَمِلْتُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ"
اس میں حرف الّا ہے جو حرف استثناء کہلاتا ہے۔

اب عربی زبان کے اصولوں کی روشنی میں استثناء کا قاعدہ و قانون ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ محب الشہین عبدالشکور بہاری علیہ الرحمۃ اصول فقہ کی مشہور درسی کتاب مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں۔

الا استثناء من الاثبات یعنی اثبات سے استثناء نفی ہے اور اس کے برعکس یعنی نفی سے نفی و بالعکس۔ (مسلم الثبوت ص ۹)

استثناء اثبات ہے۔

اس کی شرح "فوائح الرحمت" میں بحر العلوم عبدالعلی مکھنومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اثمۃ اربعہ اور ان کے جمہور مقلدین کا بھی یہی موقف ہے۔
(ن ج ۲ ص ۳۲۶)

قارئین: اس کا مطلب یہ ہے کہ حرف "استثناء" اگر کلام مثبت پر داخل ہوگا تو اسے منفی کر دے گا اور اس کے برعکس اگر کلام منفی پر داخل ہوگا تو مثبت کر دے گا۔ اب ملاحظہ فرمائیں کہ زیر بحث کلام الہی "لَا اَمِلْتُ اِلَّا نَفْعًا" منفی ہے اور حرف استثناء "اِلَّا" منفی کو مثبت کر دیتا ہے، لہذا اس قاعدہ کی رو سے آیت کا معنی مثبت ہو گیا لہذا معنی ہو گا کہ "اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے اذن سے اپنی جان کے نفع اور نقصان کا مالک ہوں۔"

کافرانہ عقیدہ

علامہ شیخ احمد صادی مالکی مدنی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر الصادی علی الجلالین میں سورہ آل عمران کی آیت "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ" کی تفسیر کرتے ہوئے

فرماتے ہیں ونفخی ذک من حیث الایجاد والاعدام واما من الدلالة والشفاعة فهو الدلیل الشقیق الشقیق جعل الله مفاتیح خزائنه بیده فمن دعی ان النبی کا حال الناس لا ینک شئیاً اصلاً ولا نفع به لا ظاهراً ولا باطناً فهو کافر خاسر الدنیا والآخرة

واستدلله بهذه الآية ضلال مبين (تفسیر الصادی علی الجلالین ج ۱ ص ۱۵۸)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفع و نقصان کی نفی اس

معنی میں ہے کہ آپ نفع و نقصان کے خالق نہیں لیکن رہنمائی اور شفاعت کے اعتبار سے بلاشبہ آپ امت کے رہنما شفاعت فرمانے والے اور شفاعت قبول کیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں کر دی ہیں تو جس کا یہ عقیدہ ہو کہ آپ کسی طرح بھی کچھ اختیار نہیں رکھتے اور نہ ہی آپ سے نفع ہے نہ ظاہر میں اور نہ باطل میں وہ کافر ہے دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہے اور اس کا ایسی آیتوں سے استدلال کھلی گمراہی ہے۔

دوسرا حصہ

اس کے بعد کلام مبارک کا دوسرا حصہ ہے
 ”لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا سَأَلْتُكَ مِنْهُ الْخَبِيرُ“
 ”کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت کچھ مجلاتیاں حاصل کر لیتا اور تجھ کو برائی سمجھی نہ پہنچتی“
 بلاشبہ یہ کلام تواضع و انکساری پر مبنی ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی مفسرین کے حوالہ جات عرض کر چکے ہیں اس سلسلے میں ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

ازالہ شبہ

رہا یہ سوال کہ اگر ایسی بات محقق تو نفی اثبات کے انداز کی بجائے سبھی طرح کیوں نہ کہا گیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے اپنے نفع و نقصان کا مالک ہوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے نفی پھر حرف استثناء کے ذریعے اثبات کے انداز کو اس لیے اختیار فرمایا گیا کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع کی تعلیم دینا مقصود تھا۔

شیخ احمد صاوی مالکی مصری

چنانچہ مصر کے عظیم الشان عالم و فاضل و مفسر قرآن جنہوں نے تفسیر جلالین کی تفسیر مکھی جو تفسیر صاوی کے نام سے مشہور ہے اور بھی کئی ایک کتابوں کے مصنف ہیں جنہوں نے بالآخر مدینہ منورہ کی اقامت اختیار فرمائی۔ اور ۱۲۴۱ھ میں مدینہ منورہ میں ہی ان کا وصال ہوا شیخ احمد صاوی مالکی اپنی تفسیر صاوی میں زیر بحث آیت سے پہلے والی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

والذی یحب الایمان بہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم ینتقل من الدنیا حتی اعلمہ اللہ بجميع المعیبات التي تحصل فی الدنیا والاخرة فهو یعلمها كما هی عین یقین لما اور وہ بات جس پر ایمان رکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ نہ فرمایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا و آخرت کے ان تمام غیبوں کا علم دے دیا جن کا

ورد " رفعت لی الدنیا
فانا انظر فیہا کما
انظر الی کفی ہذہ ووردانہ
اطلع علی الجنة وما
فیہا وغیر ذلک
مما تواترت الاخبار
ولکن امر بکتمان
بعضہا .

تفسیر الصادی
علی الجلالین
ج ۲ ص ۱۱
طبع مصر

حصول آپ کے لیے ممکن تھا پس
آپ انہیں کیا حق عین یقین
سے جانتے ہیں کیونکہ حدیث میں وارد
ہوا کہ میرے لیے دنیا کو اٹھا دیا گیا
پس میں دنیا اور اس میں موجود ہر
چیز کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے اپنے
ہاتھ کی اس ہتھیلی کو اور حدیث میں وارد
ہوا کہ آپ جنت اور جو کچھ اس
بزر ہے اور دوزخ اور جو کچھ اس
میں ہے وغیرہ سب پر مطلع ہوئے
اور ایسی احادیث متواتر وارد ہوئی ہیں۔
لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
کچھ باتوں کے چھپانے کا حکم
دیا گیا۔

علامہ شیخ احمد صادی ماکن علیہ الرحمتہ کی مندرجہ بالا عبادت سے درج ذیل
امور معلوم ہوئے۔

- ۱۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے
وصال سے پہلے تک دنیا و آخرت کے ان تمام غیبیوں کا علم عطا فرما
دیا تھا جن کا دیا جانا آپ کے حق میں ممکن تھا۔
- ۲۔ دوسرا یہ کہ حدیثوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ساری
دنیا سمیٹ دی ہے اور آپ دنیا و مافیہا کو ایسے دیکھ رہے ہیں
جیسے ہاتھ ہتھیلی کو۔

- ۳۔ تیسرا یہ حدیثیں متواتر وارد ہوئی ہیں جن کا تسلیم کرنا ہر مسلمان کو واجب
و ضروری ہے۔
- ۴۔ چوتھا یہ کہ جنت و دوزخ اور جو کچھ ان میں ہے آپ سے مخفی نہیں
ہے۔
- ۵۔ پانچواں یہ کہ آپ کو ان غیبیوں میں سے بعض کے مخفی رکھنے کا حکم
دیا گیا۔

تواضع مصطفیٰ

اس کے بعد اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہ
(ترجمہ) "اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سی بھلائیوں
جمع کر لیتا اور مجھے برائی نہ چھوٹی"
لکھتے ہیں کہ

ان قلت هذا بشكل
مع ما تقدم لنا انه اطلع
علی جمیع مغیبات الدنیا
والآخرة والحجاب انہ
قال ذلک تواضعا الخ
(تفسیر الصادی علی الجلالین
ج ۲ ص ۱۱۳)

اگر تم کہو کہ اس آیت میں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا فرمانا کہ اگر میں غیب جانتا
ہوتا اس کے خلاف ہے جو تم نے
پہلے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کو دنیا و آخرت کے تمام غیبیوں کی
اطلاع دی گئی ہے اس کا جواب یہ
ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا یہ فرمانا بطور تواضع ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ سب کچھ جانتے ہوئے فرمانا کہ میں غیب نہیں جانتا
کسر نفسی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کہ یہ حق اور اسی سے شان برہتی

ہے کیونکہ اگر اسے کس نفسی پر محمول نہ کیا جائے اور علم غیب کی نفی قرار دی جائے تو اس آیت کا ان آیتوں اور حدیثوں سے ٹکراؤ ہوگا جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

قرآن کریم کے سمجھنے کے لیے فہم و شعور کامل درکار ہے محض ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کر کے اپنے آپ کو قرآن کا مفسر تصور کر لینا جبکہ تفسیر کے آداب سے بھی واقف نہ ہو بہت بڑی غلط فہمی ہے۔

نہمیدن معانی ہر طبع کے تواند

لذت پیابد آں دل کہ راز ہا بداند

(ترجمہ) قرآن کے معانی سمجھنا ہر طبع کا کام نہیں ہے۔

اس کے معانی کے ادراک کی لذت رازدار دلوں کو نصیب ہوتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے پیر و مرشد اعوان صاحب کا عقیدہ

یہاں مجھے ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک صاحب کے پیر و مرشد دیوبندی مسلک کے مولانا جناب محمد اکرم اعوان صاحب کا عقیدہ بھی نوٹ کرنا ہے تاکہ ڈاکٹر صاحب کے عقیدہ کے برعکس ان کے پیر و مرشد کے عقیدہ کا بھی قارئین کو پتہ چل جائے جناب ڈاکٹر صاحب کے پیر و مرشد جناب محمد اکرم اعوان صاحب اپنی تفسیر "اسرار التنزیل" میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

"انبیاء کا موضوع ہی غیب سے متعلق ہے کہ فرشتے برزخ

آخرت اور خود ذات باری تعالیٰ جو سب سے بڑا غیب ہے

تو تمام غیب سے ساری مخلوق کو مطلع فرماتے ہیں اور

فرماتے ہیں کہ علم غیب نہیں رکھتا تو سب یہ باتیں انبیاء کو

بتائی جاتی ہیں اور جتنی بھی کسی کو بتائی گئیں سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئیں آپ کا علم اولین و آخرین کے علوم سے بھی زیادہ ہے۔

(اسرار التنزیل ج ۳ ص ۲۱۲)

استخراج مسائل

جناب ڈاکٹر صاحب کے پیر و مرشد جناب اعوان صاحب کی اس عبارت مندرجہ بالا سے درجے باتیں ثابت ہوئیں۔

۱۔ ایک یہ کہ انبیاء کے علوم کا موضوع ہی غیب اور غیب سے متعلق ہوتا ہے۔

تمام غیب

۲۔ دوسری یہ کہ انبیاء علیہم السلام تمام غیب سے ساری مخلوق کو مطلع فرماتے ہیں۔

اس میں ڈاکٹر صاحب کے مرشد نے حمد تعالیٰ یہ بات مان لی کہ انبیاء علیہم السلام تمام غیب کا علم رکھتے ہیں کیونکہ ان کا ساری مخلوق کو تمام غیب سے مطلع فرمانا تب ہی ممکن ہے جب وہ تمام غیب کا علم رکھتے ہوں اور یہی ہم اہلسنت کہتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں اور لفظ "تمام" عربی ہے اور اردو میں "سارے" یا "سارا" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور "کل" کا بھی یہی مطلب ہے دیکھئے اردو کی لغات سعیدی "تمام" پورا سالم۔ سب آخر۔ (ص ۲۲۸)

”کل“ سب کا سب تمام پورا (۹۳۲)

قارئین! غور فرمائیں کہ اردو کی لغت میں لفظ ”تمام“ اور لفظ ”کل“ دونوں مترادف (مہم معنی) لفظ ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطا سے کل غیوب یا تمام غیوب جانتے ہیں صحیح قرار پائے گا اگر یہ بات شرک سے تو ڈاکٹر صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے مرشد جناب اعوان صاحب کو بھی مشرک کہیں۔ اگر وہ مشرک نہیں کہلا سکتے تھے تو اہل سنت کو بلا وجہ کیوں مطعون کیا جا رہا ہے؟

سب سے بڑا غیب

پھر جناب ڈاکٹر صاحب کے پیرومرشد نے تو یہ بات کہہ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے بڑے غیب (خود باری تعالیٰ) کی خبریں دیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی تائید

یہ بات کہہ کر جناب اعوان صاحب نے محبوب المؤمنین امام اہلسنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا علیہ الرحمۃ اس بات کی تائید کر دی۔ ہمارے شیخ الشیخ امام اہلسنت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں عرض کرتے ہیں۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا

جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

(حدائقِ بخشش)

یعنی یا رسول اللہ علیہ السلام جب آپ سے خدا ہی نہ چھپا یعنی آپ نے اس کا دیدار فرمایا جو سب سے بڑا غیب ہے یعنی غیب الغیب بھی آپ پر ظاہر ہو گیا تو دوسرے غیب آپ سے کیسے چھپے رہ سکتے ہیں۔

بزر صغیر کے اکابر علماء عوام و خواص جانتے ہیں کہ حضرت کا مزار مبارک یہاں ہے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ جیسی بزرگِ ہستی نے بھی یہاں اسی موجودہ مزار شریف پر چلے کیا اور چلے کی جگہ آج تک محفوظ ہے جبکہ یہی اعوان صاحب اپنی اسی پراسرار تفسیر کے اکی صفحہ ۱۳۲ پر حضرت خواجہ اجمیری کے بارے میں لکھ رہے ہیں کہ وہ ان بزرگوں میں سے ایک تھے جن کو عالمِ امر میں رسائی نصیب ہوئی اس اندازِ بیان سے قارئین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں (اعوان صاحب بھی ان خوش نصیبوں میں سے ہوں جنہیں عالمِ امر میں رسائی حاصل ہے جبکہ جناب والا عالم دنیا کی ایک معمولی سی بات کہ حضرت داتا صاحب کا مزار مبارک کہاں ہے، سے بے خبر ہیں اور شک میں مبتلا ہیں جیسا کہ ان کے لفظ ”غالبا“ سے ظاہر ہوتا ہے تو ایسا انسان عالمِ امر کی باتیں کریں اور وہاں کی خبریں سنانے لگے اسے نصیحت و تکلف یا دوسرے لفظوں میں سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنانے کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

تو کار زمین رائیگو ساختی

کہ با آسمان نیز پرداختی

نظر میں ہوا دی طریقت مگر حقیقت سے بے خبر

یہی میں دل میں بھی کہہ رہا ہوں یہی سراقول بر ملا ہے

اطلاع اور علم میں فرق

جناب ڈاکٹر صاحب کے پیرومرشد دیوبندی مسلک کے مولانا محمد اکرم اعوان صاحب اپنی پراسرار تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم غیب دینے گئے۔
 ”اس کو غیب پر اطلاع دینا کہا گیا یعنی اطلاع علی الغیب اور علم غیب وہ جس کے حصول میں کوئی واسطہ نہ ہو یہ صرف اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے۔“
 ہم اس پر ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ ہی پڑھ سکتے ہیں۔

اعوان صاحب کی غلط فہمیاں

ہمیں افسوس ہے کہ جس شخص کو ایمان و عقائد تک کا علم نہیں اور نہ ان کی باریکیوں کی خبر وہ قرآن کا مفسر اور روحانی اعتبار سے اپنے آپ کو عرش بلکہ عالم اسر کا راز دان ظاہر کر کے بیچارے سادہ لوح مسلمانوں کو صراط مستقیم سے ہٹانے میں مشغول ہے۔
 اعوان صاحب کی اس بات میں دو شخص غلطیاں ہیں اور یہ غلطیاں وہی شخص ہی کر سکتا ہے جو ایمان و اعتقاد کے بنیادی مسائل سے ناواقف ہو۔ اب ہم ان دونوں غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اطلاع سبب علم ہے

اعوان صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اطلاع کا معنی خبر دینا یا خبر کے

ہیں اور اطلاع یا خبر بذات خود علم نہیں بلکہ مخلوق کے لیے حصول علم کے اسباب میں سے ہے چنانچہ اردو کی لغات معجمی میں ہے۔

”اطلاع (ع۔ منت) خبر دینا نیز خبر“ ص ۱۴

یعنی اطلاع کا معنی خبر دینا اور خبر کا ہے اور عقائد نسفی میں ہے کہ

علم کے تین اسباب

”واسباب العلم للخلق ثلاثہ الحواس
 السلیمة والخبر الصادق والعقل“

تین اسباب ہیں جن کے ذریعے ان کو علم آتا ہے ایک تو حواس سلیمہ یعنی حواس خمسہ جو صحیح کام کر رہے ہوں اور دوسرا سچی خبر اور تیسرا سبب علم عقل ہے۔

(شرح عقائد ص ۱۱)

فاریں! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اطلاع کا معنی خبر کا ہے اور سچی خبر مخلوق کے لیے علم کے حصول کا ذریعہ ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امور غیبیہ کی اطلاع یا خبر دی تو اس اطلاع یا خبر سے آپ کو امور غیبیہ کا علم آگیا، اس کے باوجود اعوان صاحب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کو علم نہ کہنا بلکہ اسے اطلاع کہنا ایسی غلط بات ہے جو کسی اہل علم سے متوقع نہیں ہے کیونکہ اطلاع کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی اور اس سے جو علم حاصل ہوگا اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی اطلاع دی تو آپ کو غیب کا علم آگیا۔ اعوان صاحب کا علم کو اطلاع قرار دینا تحقیق و دانش سے نہایت دور کی بات

اعوان صاحب کی دوسری فحش غلطی

اس کے بعد اعوان صاحب کی دوسری فحش غلطی بلکہ ایمان کو تباہ کرنے والی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے علم الہی کو حصولی ٹھہرا دیا ہے، ان کے الفاظ یہ پھر سے غور فرمائیں۔
وہ فرماتے ہیں۔

”علم غیب وہ ہے جس کے حصول میں کوئی واسطہ نہ ہو یہ بشارت اللہ کریم کو متزا دار ہے“

(اسرار التنزیل ج ۳ ص ۲۱۲)

تفاریہ! کیا اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے حصول میں کوئی واسطہ نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی واسطہ کے بغیر علم حاصل ہوا ہے۔ اس لیے اسے علم غیب کہیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے حصول میں چونکہ واسطہ ہے اس لیے اسے علم غیب نہیں کہیں گے بلکہ اعوان صاحب کی عبارت کا یہی مطلب ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم حصولی ہو کیونکہ جس کے لیے لفظ ”حاصل“ بولیں گے وہ حصولی ہو گا اور حاصل وہ ہوتا ہے جو پہلے نہ ہو جیسا کہ ملا حسن شرح مسلم العلوم میں ہے ”الحاصل الموجود بعد العلوم ص ۲۱ کہ حاصل اسے کہتے ہیں جو پہلے نہ تھا پھر موجود ہو گیا گویا اللہ تعالیٰ کو پہلے علم نہ تھا پھر حاصل ہو گیا اس سے تو اللہ تعالیٰ کی طرف جہل کی نسبت لازم آتی ہے (معاذ اللہ) دلائل دلائل لا فتوۃ الا باللہ جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم حصول نہیں بلکہ حصولی

ہونے سے پاک ہے اس کا علم تو حضور کی قدیم ہے چنانچہ قاضی مبارک شرح مسلم العلوم میں ہے ان علمہ تعالیٰ لا یكون الا حضور یا ص ۱ کہ اللہ تعالیٰ کا علم حضور ہی ہے حصولی نہیں ہے مگر اعوان صاحب کا اللہ تعالیٰ کے علم کو حصولی ٹھہرانا ایمان کو سخت نقصان پہنچانے والی بات ہے۔

ان کے ایمان کے سینے کا خدا ہی حافظ
موجہیں غضبناک اور طوفاں بھی بلا خیز

نبی کی شان بزرگان اعوان

جناب اعوان صاحب اس کے بعد نبی کی شان یوں بیان فرماتے ہیں۔
”نبی کی شان نبوت یہ ہے کہ نیک و بد بھلائی اور برائی کا نہ صرف پتہ چل جائے بدی سے بچنا نصیب ہو اور جنت کی بشارت نصیب ہو جائے۔“

(اسرار التنزیل ص ۲۱۲)

یعنی نبی کی شان یا اس کا کمال یہ ہے کہ اسے برائی سے بچنا نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے خوشخبری مل جائے کہ تم جنت میں جاؤ گے حالانکہ نبی تو گناہوں سے معصوم ہوتا ہے پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ اسے گناہوں سے بچنا نصیب ہو جائے یہ تو اُمتی کا کمال ہے کہ اسے گناہوں سے بچنا نصیب ہو جائے اور یہ جو دوسری بات کی ہے یہ بھی ایک عام اُمتی کے بارے میں کہی جاسکتی ہے کہ معلوم نہیں کہ فلاں جنت میں جائے گا یا نہ تو اس کا کمال یہ ہے کہ اسے

جنت کی خوشخبری نصیب ہو جائے۔ حالانکہ پوری اُمت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم و پاک ہوتے ہیں جب تک ہوئے تو جنتی بھی ہوئے، لیکن اعوان صاحب اور ان کے دیوبندی بزرگ حسین علی صاحب کے اقوال مذکورہ کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کی معصومیت کی نفی ہوتی ہے جو اہل اسلام کے عقائد کے خلاف ہے، کاش کہ اعوان صاحب عقائد کی کتاب پڑھ لیتے تو ایسی ٹھوکریں نہ کھاتے کیونکہ سب سے اہم تعلیم عقائد کی تعلیم ہے۔

اہمیت تعلیم عقائد

عقائد کی تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث شریف سے ہوتا ہے جسے حضرت جنید بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن قتیبان حذاورق فتعلمنا الا یمان قبل ان نتعلم القرآن ثم تعلمنا القرآن فازدنا به ایمانا (سنن ابن ماجہ ص ۷)

ہم طاقتور جوان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ہم نے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے سے پہلے ایمانی عقائد کا علم لیا پھر جب ہم نے قرآن پڑھا تو اس سے ہمارے ایمان میں ترقی ہوئی۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ شاہ عبد الغنی محدث دیوبند علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

استفید منہ ان تعلم العقائد قبل تعلم الفقه والقرآن (ص ۷)

اس سے ثابت ہوا کہ نفس و قرآن کی تعلیم سے پہلے عقائد کا علم حاصل

کیا جائے۔

آدم برسر مطلب

اب ہم اس آیت کا صحیح مفہوم عرض کرتے ہیں جسے جناب ڈاکٹر صاحب نے پیش کیا۔ اس کا صحیح مفہوم یہ کہ اگر میں ذاتی طور پر اور خدا تعالیٰ کے دیشے بغیر علم غیب جان لیا کرتا تو دنیا کی راحتیں، خوشیاں اور دشمنوں پر ظاہری فتح مندی حاصل کر لیتا اور مجھے دنیاوی تکالیف جو گاہے گاہے پہنچتی رہتی ہیں یہ نہ پہنچتیں۔ لہذا اس میں ذاتی غیب جاننے اور قدرت علی الغیب کی نفی مراد ہے کہ قدرت علی الغیب تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے نبی کا علم غیب تو اس کے عطا کرنے سے ہے، اگر یہ معنی نہ کیا جائے تو لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ایک غیب کی بات کا بھی علم نہ ہو حالانکہ منکرین اور ان کے اکابر بھی مانتے اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ غیب کی بعض باتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا گیا اور ان کا یہ عقیدہ بھی تو اس آیت کے خلاف قرار پائے گا اور اس کے لیے انہیں بھی اس آیت کی تاویل و توجیہ کرنا ہوگی اور اس کی بہتر توجیہ وہی ہے جو علماء مفسرین نے فرمائی جن کے حوالہ جات ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور ایک حوالہ مزید عرض کیے دیتے ہیں۔

علامہ امام نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری علیہ الرحمۃ متوفی ۷۲۸ھ اپنی مشہور تفسیر مجاہد میں اسی آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے

”الفدرة الكاملة والعلم المحيط الیس الا اللہ

تعالیٰ (تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان ۲ ص ۹۱)

یعنی قدرت کاملہ اور علم محیط اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

یعنی جملہ کائنات کو احاطہ کرنے والا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اور کائنات کا دائرہ الامجد وہ ہے جیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا علم شریف محدود ہے کہ عرش سے تخت الشری، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب کے مابین جو کچھ ہے روز اول سے لے کر قیامت تک سب کا علم اللہ نے آپ کو عطا کر دیا ہے تو اس میں نفی قدرت کاملہ اور علم الامجد و دکی ہے

منطقی جواب

اس کا ایک اور جواب بھی دیا جاسکتا ہے جو منطقی طرز کا ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا تو میں خبر کثیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی، یہ دراصل کفار کے مطالبہ کے جواب میں کہا گیا ہے ان کا مطالبہ یہ تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو بتائیں کہ قیامت کب آئے گی فلاں کام کب ہوگا اور فلاں بات، کیسے ہوگی ان سوالات سے ان کا مقصد دراصل قیامت کا انکار ہی کرنا تھا جیسا کہ تفسیر قرطبی میں ہے کہ

ان المشرکین قالوا ذلک لغرط الانکار انہوں نے یہ سوال زیادہ انکار کے طور پر کئے۔

(زج ۷ ص ۳۳۵)

اس کے جواب میں یہ فرمایا گیا کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

اور یہ کہ میں اللہ کی مشیت و ارادہ کے بغیر اپنے لیے بھی کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں اور یہ کہ تم ایک طرف سے تو مجھ سے غیب کی باتیں پوچھتے ہو اور دوسری طرف سے مجھ پر الزام تراشیاں کرتے ہو کبھی کہتے ہو کہ میں نے اعلان نبوت کر کے اور تمہارے عقائد و انکار کی مخالفت کر کے کوئی بھلائی جمع نہیں کی اور ساتھ ہی کہتے ہو کہ مجھے جنون پاگل پن کا مرض لاحق ہو گیا ہے لانہم نسبوا الی الجنون (زطبی ج ۲ ص ۳۳) کہ منکرین نے آپ کی طرف جنون کی نسبت کی تھی۔ تو یہ بات سوچو کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے جنون بھی لاحق نہ ہوتا۔ اب تم یا تو مجھ سے غیب کی باتیں نہ پوچھو یا تم نے جو مجھ پر بھلائی جمع نہ کرنے اور جنون کے الزام لگائے ہیں اپنے وہ الزام واپس لو جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دونوں الزاموں کا جواب دے دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر حاصل ہوگئی

”اَنَا اَعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ“ کہ اے محبوب ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمادی۔

چنانچہ جلالین شریف میں ہے۔

”الکوثر الخیر الكثير“ کہ کوثر خیر کثیر (بہت سی بھلائی) ہے۔

اور تفسیر طبری شریف میں سند کے ساتھ مروی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد خیر کثیر (بہت سی بھلائی) ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمادی اور یہی حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بلکہ ان سے تو یہ الفاظ مروی ہیں کہ۔

”خیر الدنیا والاخرۃ“ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرمادیں۔
(تفسیر طبری ج ۳ ص ۲۰۰)

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ”یعلمکم الکناب والحکمة“ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم الحکمة (حکمت سکھانے والا) ٹھہرایا اور دوسری جگہ فرمایا۔

ومن یتؤتی الیہ حکمة فقد
اوتی خیرا کثیرا (البقرہ ۲۶۹)

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے دامن میں خیر کثیر جمع کر دی گئی اور رہا اگلا جملہ کہ مجھے برائی نہ چھوئی یعنی جنون عارض نہ ہونا۔ اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمادیا۔

فَمَا أَنتَ بِنُعَمٍّ رَّحْمَةٍ
بِكَ وَلاَ تُجِنُّونَ (الطور ۳۹)

لہذا آپ کو سو (یعنی جنون) بھی نہ پہنچا۔
قرآن کی تفسیر قرآن سے ہو گئی قرآن ہی نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر (بہت بھلائی) حاصل ہو گئی اور قرآن ہی نے بتایا کہ آپ کو سو (جنون) بھی نہ پہنچا تو آپ کا علم غیب بھی ثابت ہو گیا۔

رفع تانی رفع مقدم ہے

اہل علم جانتے ہیں کہ ”لَوْ كُنْتُ أَعْلَمَ الْغَيْبِ لَا سَتَكُنْتُ مِنَ
الْخَبِيرِ وَمَا مَسَّنِي السُّوْمُ“ تفسیر طبری سے جس میں ”لَوْ كُنْتُ أَعْلَمَ
الْغَيْبِ“ مقدم اور ”لَا سَتَكُنْتُ مِنَ الْخَبِيرِ وَمَا مَسَّنِي السُّوْمُ“

”تانی“ اور منطقی قاعدہ ہے کہ تانی کا رفع مقدم کا رفع ہے جیسا کہ منطق کی مشہور کتاب ”مسلّم العلوم“ میں ہے ”رَفْعُ التَّانِي رَفْعُ الْمُتَقَدِّمِ“ کہ تانی کا رفع مستلزم ہے مقدم کے رفع کو، لہذا اس بات کا ثبوت قرآن سے مل جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کثیر حاصل کی اور آپ کو سو (جنون) بھی نہ پہنچا تو ثابت ہو گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے علم غیب جانتے ہیں۔ اس باریک مسئلہ کو ہم ایک مثال سے مزید واضح کیے دیتے ہیں۔ ایک عالم دین جو کسی مسجد میں امامت کرتا ہو اور خواہ بھی نہ لیتا ہو اگر وہ یوں کہے کہ اگر میں عالم دین ہوتا تو میں امامت کرتا اور کسی کو ناجائز تنگ بھی نہ کرتا۔ اب اگر ثابت ہو جائے کہ وہ امامت بھی کراتے ہیں اور کسی کو ناجائز تنگ بھی نہیں کرتے اس سے ان کا عالم ہونا خود بخود ثابت ہو گیا۔ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت بھلائی حاصل کر لیتا اور یہ کہ مجھے سو (جنون) بھی نہ پہنچتا اور ظاہر ہے کہ آپ کو جنون بھی نہ پہنچا اور آپ کو خیر کثیر بھی حاصل ہوئی لہذا خود بخود ثابت ہو گیا کہ آپ بفضلہ تعالیٰ غیب بھی جانتے ہیں۔ اس طرح یہ آیت بجائے نفی کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیب جاننے کا ثبوت قرار پائی ہے لیکن جن کہے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و فضائل کا کوئی تصور ہی نہ ہو انہیں تو ہر جگہ آیت کے کمالات کی نفی ہی نظر آئے گی۔

وحشت میں ہر اک نقشہ اٹا نظر آتا ہے
جنوں نظر آتی ہے سیلی نظر آتا ہے

منسوخ سے استدلال

جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک صاحب جنہوں نے ٹی وی پر درس قرآن کا سلسلہ ایک عرصہ دراز سے شروع کر رکھا ہے ایک منصوبہ کے تحت انہیں ٹی وی کے ذریعے پوری قوم پر مسلط کر دیا گیا ہے قرآن کے علوم سے کہاں تک واقفیت رکھتے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے بہ آسانی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کو قرآن کریم کے ناسخ و منسوخ تک کا علم نہیں ہے۔

ناسخ و منسوخ سے بے خبر کو وعظ کا حق نہیں

حالانکہ قرآن کریم کے وعظ و درس دینے کا اسے کوئی حق نہیں پہنچتا جو قرآن کریم کے ناسخ و منسوخ سے بے خبر ہو۔ چنانچہ امام ابو القاسم صہبہ اللہ بن سلامہ متوفی سال ۳۸۰ھ اپنی کتاب ”الناسخ والمنسوخ“ میں لکھتے ہیں کہ ایک روز سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ کی جامع مسجد میں داخل ہوئے تو عبدالرحمن بن داب نامی شخص جو حضرت ابوموسیٰ اشعری کے شاگردوں میں سے تھا، کو دیکھا کہ وہ مسجد میں درس دے رہا ہے اور لوگ اس کے ارد گرد حلقہ بنائے بیٹھے ہیں اور اس سے مسائل پوچھتے ہیں اور وہ غلط سلاط جواب دے رہا ہے آپ نے اس سے سوال کیا ”أتعرف الناسخ والمنسوخ“ کہ کیا تم قرآن و سنت کے ناسخ و منسوخ کو جانتے پہچانتے ہو؟ اس نے کہا ”نہیں“ یعنی ابھی میرا علم ابتدائی مراحل میں ہے۔ آپ نے فرمایا ”هَلَكْتَ وَاهْلَكْتَ“ کہ تو خود بھی برباد ہوا اور لوگوں کو بھی برباد کر دیا پھر آپ نے اس کا کان پکڑ کر مسجد سے نکال دیا اور فرمایا ”فَلَا تَقْصُصْ فِي مَسْجِدِنَا بَعْدَ هَذَا“ کہ آج کے بعد ہماری

اس مسجد میں وعظ و درس نہ دینا۔ (الناسخ والمنسوخ ص ۱)

قوم کی بد قسمتی

یہ قوم کی بد قسمتی ہے کہ ذرائع ابلاغ خصوصاً ریڈیو اور ٹی وی ایسے ہاتھوں میں ہیں جو عالم اور غیر عالم کے درمیان فرق نہیں کر سکتے اور دیدہ و دانستہ قرآنی علوم سے بے خبر لوگوں کو ہی درس قرآن کی ذمہ داری سونپ دیتے ہیں۔

بدویانہتی

ایک عالم کہلانے والے انسان کی یہ بھی بدویانہتی ہے کہ وہ تحقیق کے بغیر درس دے یا کتاب تصنیف کرے مگر یہاں سب کچھ چلتا ہے اور چل رہا ہے اور سب علماء بھی یہی کر رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کو کم کرنے کے لیے منسوخ آیات و احادیث کے علاوہ موضوع و بے اصل روایات تک سے استدلال کر گزرتے ہیں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہونے کا بھی دعویٰ کیے جاتے ہیں چنانچہ علماء دیوبند کے امام جناب مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان کے خلیفہ و شاگرد و مرید جناب مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب ایک حدیث کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کا پتہ نہیں ہوتا تھا (مسند احمد) حضور نے فرمایا کہ ”وَاللّٰهُ لَا اَدْرِى مَا يَفْعَلُ بِيْ وَلَا بَكُمْ“ کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا۔ اور یہ کہ

آپ نے فرمایا کہ مجھے دیوار کے پچھے کا بھی علم نہیں (براہین قاطعہ ص ۵۵)
 طبع دیوبند (حالانکہ محدثین کہتے ہیں کہ حدیث موضوع دس گھنٹے سے
 چنانچہ علامہ شیخ محمد بیرونی کہتے ہیں کہ موضوع لا اصل له (اسی المطالب فی)
 کہ یہ حدیث موضوع دیے اصل ہے اور ایسا ہی ثناء عبد الحق محدث دہلوی
 اشعۃ المصابیح اصح پر لکھتے ہیں۔

جناب ڈاکٹر صاحب بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے خلاف درج ذیل منسوخ آیت
 پیش کرتے ہیں۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدَاعٍ مِنَ
 الرُّسُلِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَفْعَلُ
 رَبِّي وَلَا يَكْتُمُ
 ان سے کہو کہ میں کوئی نرال رسول نہیں
 میں نہیں جانتا کہ کل تمہارے ساتھ
 کیا ہونا ہے اور میرے ساتھ کیا۔

(الاحقاف: ۹)

شرم تم کو مگر نہیں آتی

ڈاکٹر کا اس آیت سے یہ دلیل پکڑنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور
 اپنے صحابہ کے انجام تک کی خبر نہ تھی انتہائی قابل شرم بات ہے ہم اس
 پر یہی کہہ سکتے ہیں کہ ایک طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی
 ہونے کا دعویٰ اور دوسری طرف سے آپ کی شانِ اقدس کو گھٹانے
 کی کوشش۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی
 فاذہن! بلاشبہ یہ آیت منسوخ ہے جیسا کہ صحیح ترمذی شریف میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب صلح حدیبیہ سے واپسی
 پر یہ آیت اُتری۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا
 لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ
 مِن ذُنُوبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ
 (الفتح: ۱-۲)
 بے شک ہم نے تمہارے لیے
 روشن کامیابیوں کے دروازے
 کھول دیے تاکہ اللہ بخش دے
 تمہارے پیچھے جو پہلے ہوا تمہارے
 ترکِ اولیٰ سے اور جو پیچھے ہوا۔

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے فتح نصرت اور
 کامیابی تمہارے مقدر میں فرمادیں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے
 ہر وہ خلافِ اولیٰ بات بخش دے جو تم سے پہلے ہوئی یا پیچھے تو حضور نبی
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مجھ پر ایک ایسی آیت اُتری
 ہے جو مجھے روئے زمین پر موجود ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ
 نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی تو صحابہ نے عرض کی یا رسول آپ کو
 مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کا حال و انجام بتا دیا کہ دنیا و آخرت
 کی کامیابی آپ کا مقدر بن گئیں لَقَدْ بَيَّنَّ لَكَ اللَّهُ مَاذَا يَفْعَلُ
 بِكَ " بے شک اللہ نے آپ کے لیے بیان کر دیا جو آپ کے
 ساتھ ہو گا۔ فَمَاذَا يَفْعَلُ بِنَا، پس ہمارے ساتھ کیا ہو گا (اس کا بیان
 ابھی باقی ہے) تو اس پر درج ذیل آیت نازل ہوئی۔ يَدْخُلُ الْمُؤْمِنِينَ
 وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
 وَبُكَرُوا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا
 (الفتح: ۵) کہ داخل کرے گا اللہ تعالیٰ ایمان والے مردوں اور عورتوں

کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کی خطائیں معاف کرے گا اور یہ اللہ کے ہاں (مسلمانوں کے لیے) بڑی کامیابی ہے۔

(صحیح ترمذی جلد ۲ ص ۱۵۹)

الحمد للہ حق واضح ہو گیا کہ ڈاکٹر صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو گھٹانے کے لیے جو سہارا لیا تھا وہ ان کے لیے سہارا نہ بن سکا اور ان کا استدلال بے بنیاد، باطل ثابت ہوا۔ حق کے پیروں میں ہوتا نہیں باطل سرسبز کیجئے لاکھ یہاں اس پہ دیسل و برہاں

تفاسیر

قارئین یہ تو حدیث شریف کے حوالہ سے ہم نے اس آیت کا منسوخ ہونا ثابت کیا ہے اب کچھ تفاسیر وغیرہ کے حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں۔ امام ابوالقاسم جہنہ اللہ بن سلامہ متوفی ۳۱۷ھ علیہ الرحمہ الناسخ والمنسوخ میں سورۃ اخلاف میں لکھتے ہیں۔

”والمسنوخ (وَمَا أُذْرِي مَا يُفْعَلُ فِي دَلَايِكُمْ) کہ اس میں یہ منسوخ ہے کہ میں نہیں جانتا جو میرے ساتھ ہوگا اور نہ وہ جو تمہارے ساتھ ہوگا۔ اس کے بعد امام صاحب لکھتے ہیں کہ

ولیس فی القرآن منسوخ طال حکمۃ کھذۃ الابۃ، لکنہ عمل بہا بملکۃ عشر سنین وعبودۃ المشرکون تھا جہاں الی المائۃ فبقی ست سنین بعبودۃ، وکان المشرکون یقولون

کیف یجوز لنا اتباع رجل لا یدری ما یفعل بہ ولا بأصحابہ۔ وقال المنافقون من اهل المدینۃ مثل ذلک، فلما کان عام الحدیبۃ خرج علی اصحابہ ورجلہ بنہل فرجا، فقال لقد نزلت علی الیوم آیۃ، اذ قال آیاتہم اُحِبُّ اِلَیَّ مِنْ حُسْرَانِی اذ قال: مَا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ، فقال اصحابہ: وَمَا ذَلِکَ یَا رَسُولَ اللہ؟ فَقَرَأَ عَلَیْہِمْ (اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُبِیْنًا) اِلَی قولہ (وَكَانَ اللہُ حَکِیْمًا) فقال اصحابہ لَیْسَ لَکَ مَا نَزَلَ فِیْکَ، اَعْلَمَکَ اللہُ مَا یَفْعَلُ بِکَ فَمَاذَا یَفْعَلُ بِنَا؟ فَاَنْزَلَ اللہُ تَعَالٰی وَبَشَّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِنَ اللہِ فَضْلًا کَبِیْرًا)

وَأَنْزَلَ اللہُ تَعَالٰی (لِیَدْخَلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ فَجَاتِ) اِلَی قولہ (أَجْرًا عَظِیْمًا) فقالت المنافقون من اهل المدینۃ والمشرکون من اهل مکۃ قد اعلیٰ ما یفعل بہ وما یفعل بأصحابہ فماذا یفعل بنا؟ فنزلت: (وَلِیُعَذِّبَ الْمُنافِقِیْنَ وَالْمُنافِقَاتِ وَالْمُشْرِکِیْنَ وَالْمُشْرِکَاتِ) اِی من اهل مکۃ والمدینۃ، فغیرہم الظانین باللہ ظن السوء اِلَی آخر الآیۃ، فقال عبد اللہ بن ابی: ہبہ غلب الیہود فلیف یكون لہ قدرۃ علی فارس والروم، فنزلت: (وَلِلّٰہِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) ہم اکثر من فارس والروم ولیس فی کتاب اللہ تعالیٰ کلمات منسوخۃ نسخہا سبع آیات الا ہذہ الآیۃ (الناسخ والمنسوخ ص ۸۱)

قرآن میں کوئی ایسی منسوخ آیت نہیں جس کے منسوخ کرنے میں اس قدر دیرگوری کیونکہ مکہ میں دس سال رہے اور مشرکین آپ کو یہ کہہ کر پریشان کرتے رہے کہ ان کو تو اپنے اور اپنے ماننے والوں کا انجام بھی معلوم نہیں۔ پھر آپ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور چھ سال گزر گئے مئی بقیہ آپ کو یہی کہہ کر پریشان کرتے رہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ ہم ایک ایسے شخص کی اتباع کیوں کریں جو یہ نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوگا اور اس کے ماننے والوں کے ساتھ کیا اور مدینہ منورہ کے منافقین بھی یہی کہتے تھے تو جب حدیبیہ کا سال ہوا تو آپ اپنے صحابہ کے ساتھ نکلے خوشی سے آپ کا چہرہ نور تنمنا رہا تھا فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت اتری ہے جو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے یا فرمایا ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوا۔ صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! وہ کون سی آیت ہے تو آپ نے سورۃ فتح کی آیتیں ”إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا“ سے ”وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا“ تک تلاوت فرمائی تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! اس کی آپ کو مبارک ہو جو آپ کے بارے میں نازل ہوا آپ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کا انجام بنا دیا تو ہمارا انجام کیا ہوگا تو اس پر سورۃ فتح کی آیتیں ”وَنَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ لَهُمْ مِنْ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا“ اور خوشخبری سنائیں ایمان والوں کو کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ اور ”لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا أَنْهَارٌ“ نازل ہوئیں۔ نو مدینہ منورہ کے منافقوں نے اور مکہ مکرمہ کے مشرکوں نے کہا بلاشبہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا اور اس کے پیروں کا انجام بنا دیا لیکن ہمارا انجام کیا ہوگا۔ اس پر یہ

آیتیں نازل ہوئیں۔ ”وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ“ یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے منافقوں اور مشرکوں کو اللہ عذاب دے گا الخ

امام حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن الجوزی علیہ الرحمۃ ۷۵۰ھ نو اسخ القرآن میں مسند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت بیان فرماتے ہیں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ”رَمَا أَدْرَى مَا يَفْعَلُ بِي وَكَلَيْكُم“ پھر فرمایا نسختها الآية التي في الفتح“ (نواسخ القرآن ۲۵) کہ اسے سورۃ فتح والی آیتوں نے منسوخ کر دیا۔

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحد النیشاپوری علیہ الرحمۃ متوفی ۴۶۸ھ اسباب النزول میں بھی حضرت عبداللہ بن عباس سے اسی طرح نقل فرماتے ہیں۔ (ملاحظہ ص ۲۱)

اسی طرح امام ابو محمد بن حزم رحمۃ اللہ تعالیٰ م ۴۵۶ھ اپنی کتاب معرقۃ الناسخ المنسوخ میں سورۃ اخفاف کی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

”نسخت بقوله تعالى“ إنا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر“ (جہاں تنویر القیاس ص ۳۶) کہ یہ سورۃ فتح کی ان آیتوں سے منسوخ ہو گئی۔

”فأرسل عذرا فرائیں کہ کس قدر واضح ہو چکا کہ یہ آیت منسوخ ہے جسے جناب ڈاکٹر صاحب حقو راکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو کم کرنے کے لیے بڑی دیدہ دلیری کی نقل فرما رہے ہیں حوالہ جات تو اور بھی بہت سے پیش کیے جاسکتے ہیں مگر طوالت کے خوف سے ان چند حوالہ جات

پر اکتفا کرنا پڑا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب ان حوالہ جات سے آنکھیں بند کر کے اپنی ضد پر اڑے رہیں اور جو زبان و قلم کی نوک پر آئے کہتے اور لکھتے جائیں سے

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

اس کے بعد جناب ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہوتا تو ”انہیں ان کی اپنی محبوب بیوی عائشہ کے بارے میں پورے ایک ماہ تک صحیح صورت حال معلوم نہ ہو سکی یہاں تک کہ سورہ نور کی آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔“ (وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۷) ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ ایک ماہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کے بارے میں صحیح صورت حال معلوم نہ ہوئی اور آپ خاموش رہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو معلوم نہ تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت لگی ہے وہ صحیح ہے یا غلط ہے، گویا آپ اس معاملہ میں شک و شبہ اور بدگمانی میں مبتلا رہے حتیٰ کہ قرآن کی سورہ نور نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شک و شبہ کو دور کر دیا اس سے آپ کے علم غیب کی نفی ہو گئی کہ اگر آپ کو غیب کا علم ہوتا تو آپ پہلے ہی فرما دیتے کہ میری بیوی بے قصور ہے اور یہ تہمت غلط اور جھوٹی ہے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ افسوس کہ ڈاکٹر صاحب ڈاکٹر تو کہلاتے ہیں

مگر قرآن و حدیث اور عقائد سے بے خبر ڈاکٹر ہیں جناب والا نے اگر حدیث پڑھی ہوتی تو ایسی بہکی بہکی باتیں نہ کرتے، آئیے صحیح بخاری شریف کی کتاب الشہادات کھولیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ملاحظہ کیجئے۔

فواللہ ما علمت من اہلی
الاخیراً (صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۵۹)
پس مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میں اپنی
بیوی سے بھلائی کے سوا کچھ یقین
نہیں رکھتا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو صحیح بخاری کی کتاب الشہادات میں لاکر واضح کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی حضرت عائشہ صدیقہ کے بارے میں گواہی دے دی کہ آپ کو ان کی پاکدامنی کا یقین تھا بلکہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی بھی بیان فرمادی کہ ما علمت فیہ الاخیراً کہ مجھے اس کے بارے میں بھی بھلائی کا ہی یقین ہے۔

صحابہ کا امتحان

ربا یہ سوال کہ پھر آپ نے صحابہ کرام سے کیوں مشورے کیے اور ان کی رائے حضرت عائشہ کے بارے میں کیوں پوچھی؟ بلاشبہ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ لوگوں پر ان کے خلوص کو جس میں ان کا امتحان تھا واضح کر دینا چاہتے تھے کہ میرے صحابہ کرام اس امتحان میں فیل نہیں ہوئے بلکہ کامیاب ہوئے ہیں چنانچہ جن جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رائے لی سب نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی بیان کی۔

صحابہ کا ایمان افسر و زبان

اس سلسلے میں صحابہ کرام کا ایمان افسر و زبان بھی ملاحظہ فرمائیں۔
امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی علیہ الرحمۃ جو اپنے زمانہ کے یکتا فاضل مفسر و اصولی و فقیہ و محدث و متکلم تھے جن کی عقائد نسفی کتاب بھی ہے ملاحظہ اپنی مشہور تفسیر مدارک التنزیل میں لکھتے ہیں کہ۔

ان عمر رضی اللہ عنہ قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا قاطع بکذب المنافقین لان اللہ تعالیٰ عصمک من وقوع الذباب علی جلدک لا نہ یقع علی النجاسات فینتلطخ بها فلما عصمک من ذلک القدر من صحبة من نکون متلطخة بمثل هذه الفاحشة فقال عثمان: ان الله ما ارفع ظلمک علی الارض لئلا یضع انسان قدمه علی ذلک انظر فلما سلم یبکن احدا من وضع القدم علی ظلمک کیف

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے منافقوں کے جھوٹ کا یقین ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم پاک کو مکھی کے میٹھنے سے بچایا ہے کیونکہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی اور ان سے گندی ہو جاتی ہے تو جب اس نے آپ کو اس قدر معمولی سے نجاست تک سے محفوظ رکھا ہے تو وہ آپ کو ایسی عورت کی صحبت سے کیسے نہ بچائے گا جو برائی جیسی گندگی سے ملوث اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ بے شک اللہ نے آپ کو سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ

یملکن احدا من تلویث عرض زرجتک و کذا قال علی رضی اللہ عنہ: ان جبرئیل اخبوک ان علی تعلیک قذرا و امرک باخراج النحل عن رجلک بسبب ما التصق به من القذر فکیف لا یامرک باخراجها بتقذیر ان نکون متلطخة بشئ من الفواحش الخ (مدارک التنزیل ج ۳ ص ۱۳۲/۱۳۵)

اس سایہ پر کسی کا قدم نہ آجائے تو جس ذات نے آپ کے سایہ پر غیر کے قدم پڑنے کو گوارا نہیں کیا وہ کسی کو اس بات کا موقع کیسے دے سکتا ہے کہ وہ آپ کی اہلیہ محترمہ کی عزت کو دھبہ لگائے اور ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ بے شک جبرئیل نے ایک بار اگر آپ کو خبر دی تھی کہ آپ کے جوتے مبارک کو کچھ ناپاک سی چیز لگ گئی ہے اسے اتار دیجئے تو جس ذات نے آپ کے جوتے کو پاؤں مبارک سے اتارنے کا حکم دے دیا تو اگر خدا خواستہ آپ کی اہلیہ میں کوئی ایسی بات ہوتی تو وہ آپ کو اس کے چھوڑ دینے اور گھر سے نکال دینے کا کیسے حکم نہ دیتا۔

الحمد للہ! یہ صحابہ کے ایمان افسر و دلائل بتا رہے ہیں کہ وہ سیدہ طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں قطعی طور پر یقین رکھتے تھے کہ وہ منافقوں کی نہیمت سے پاک ہیں تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبیال شریف میں وہ دلائل نہ تھے جن کی بناء پر آپ حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا یقین رکھتے؟ یقیناً اس سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پاکدامنی کا یقین تھا اس لیے تو آپ نے قسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم میں اپنی اہلیہ کے بارے میں جھٹائی کا ہی یقین رکھتا ہوں۔ افسوس صد افسوس ایسے نام نہاد مفکروں پر جن کی فکر میں بس یہی سمایا ہوا ہے کہ جہاں تک ہو سکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو کم کیا جائے پھر امتی ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔

پس فرمایا ہے محبوب المؤمنین و غیض المنافقین امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے

کرے مصطفیٰ کی امانتیں کھلے بندوں اس پر جراتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی؟ ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

خلط بحث

ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہمہنوا خصوصاً شیخ ابن عبدالوہاب نجدی اور ان کے پیروکاروں کی عادت شریفیہ ہے خلط بحث کرنا جیسا کہ شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ”التوحید“ سے ثابت و ظاہر ہے اور ان کی تشریح جو ان کے پیروکاروں نے لکھی ہیں ان کا بھی یہی وظیرہ ہے اور جناب ڈاکٹر صاحب کے قرآن و سنت کے منتقدین شارحین سے کچھ نہیں ملا آخر شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار جناب شیخ سلیمان کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں

ڈاکٹر صاحب کی دھوکہ بازی

البتہ ڈاکٹر صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے کے لیے حوالہ میں ابہام و اخفا رکھا ہے یہ نہیں بنایا کہ شیخ سلیمان جو توحید الوہیت کی تشریح میں لکھ رہے ہیں یہ شیخ سلیمان کون ہیں اور توحید الوہیت کس کی کتاب کا موضوع ہے۔

فارمین کو معلوم ہو کہ توحید الوہیت شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب کے عنوانات و مسائل میں سے ایک عنوان و مسئلہ ہے اور شیخ سلیمان اسی نجدی و ہابی مذہب کے پیروکار ہیں تو ڈاکٹر صاحب اسی و ہابی مذہب کا پرچار فرما رہے ہیں اور اس پر چار میں بھی نہایت تلبیس اور دھوکہ بازی سے کام لیتے اور خلط بحث کر رہے ہیں۔

مثال کے طور پر وہ لکھتے ہیں۔
محبت ہو تو صرف اللہ سے، خوف ہو تو صرف اسی سے توکل ہو تو صرف اسی پر اُمید و ہم ہو تو اسی صرف اسی سے اس میں کسی غیر کو شریک نہ ہونے دیا جائے یعنی عبادات کی ساری قسمیں خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی بلا شرکت غیر سے صرف اللہ کے لیے ہی مختص کر لی جائیں خواہ وہ کوئی مقرب فرشتہ ہو یا نبی مرسل الحج یہی وہ توحید ہے۔

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۷)

محبت ہو تو اللہ سے

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ محبت ہو تو ضرور اللہ سے کیا ڈاکٹر صاحب اس پر کوئی آیت قرآن یا کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ محبت ہو تو صرف اللہ سے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز سے محبت نہ ہو یہی تو حید ہے اور یہ کہ محبت کو نابہ عبادت کا ہی ایک قسم ہے جو اللہ کے سوا کسی اور سے محبت کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا لا حول ولا قوۃ الا باللہ سبح فرماتے ہیں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ الوہابیۃ قوم لا یعقلون کہ وہابیہ بے عقل قوم ہیں۔

اگر ڈاکٹر صاحب کی یہ بات صحیح مان لی جائے ان کے خود ساختہ شرک کے فتویٰ کی تو کوئی نبی ولی اور کوئی مسلمان محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ایمان سے محبت

خود قرآن گواہ ہے کہ مومن کو ایمان سے محبت ہے اور ایمان خدا نہیں ہے غیر خدا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ إِلَيْكُمْ
الْإِيمَانُ - (الحجرات ۷)
اللہ نے تم میں ایمان کی محبت ڈال دی۔

نوڈاکٹر صاحب کے خیال میں یہ بھی شرک ہوا۔ (معاذ اللہ)

چچا سے محبت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا ابوطالب سے محبت تھی آپ

چاہتے تھے کہ وہ ایمان لے آئے اسے بہ اصرار ایمان لانے کا فرماتے رہے لیکن وہ نہ مانے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ

أَنْتَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ
وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسے ہدایت نہیں دے سکتے جس سے آپ محبت کرتے ہیں لیکن اللہ جسے

(القصص)

چاہے ہدایت دے۔

یعنی کسی کے دل میں ہدایت ڈال دینا اللہ کا کام ہے جسے تخلیق ہدایت کہنا چاہیے آپ تخلیق ہدایت نہیں کر سکتے۔ قرآن گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا سے محبت تھی تو ڈاکٹر صاحب کے بقول یہ بھی شرک ہوا کہ وہ لکھ چکے ہیں کہ محبت ہو تو صرف اللہ سے ہو۔

مال سے محبت

قرآن گواہ ہے کہ ایک مومن کو مال سے بھی محبت ہے۔

ارشاد خداوندی ہے کہ
لَنْ يَتَنَاهَوُا بِأَمْوَالِهِمْ أَنْ يَنْفِقُوا
مِمَّا تَحِبُّونَ
تم تنگی کو ہرگز نہیں پاسکو گے یہاں تک کہ خرچ کرو اس مال سے جس سے تم محبت کرتے ہو۔
(آل عمران ۹۲)

یہاں تو مال کو بھی مومن کی محبوب چیز قرار دیا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر صاحب یہ بھی شرک ہوا۔

اس طرح کی بے شمار آیات و احادیث پیش کی جاسکتی ہیں کہ کسی مسلمان کا دین و دنیا کی کسی بھی چیز سے محبت کرنا ہرگز شرک نہیں ہے

اسے شرک ٹھہرانا ڈاکٹر صاحب کی دہا بیانہ جاہلانہ سوتج ہے۔

کون سی محبت شرک ہے

ہاں اس جناب ڈاکٹر صاحب کو کہنا یہ چاہیے تھا کہ کسی سے اللہ کی طرح محبت کرنا شرک ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ
 وَمَنْ النَّاسِ مَنِ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

کچھ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔

(البقرہ ۱۶۵)

یہ ہے وہ بات جو کہنا چاہیے تھی جو جناب ڈاکٹر صاحب کی عقل و سمجھ میں ہی نہیں آئی اور جناب بیکر کے فقیر بن کر شیخ سلیمان نجدی کی بے نیکی اور بے بنیاد بات کو اندھوں کی طرح پکڑ لیا اور دوسرے مسلمانوں کو جھٹکانے کے لیے اپنی من گھڑت تحقیق کا حصہ بنا کر کتاب میں لکھ مارا۔
 قارئین یقین کیجئے ڈاکٹر موصوف کی ان جاہلانہ باتوں کا جواب لکھنے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر یہ خیال کر کے کہ یہ شخص ٹی وی کے ذریعے بڑی شہرت حاصل کیے ہوئے ہے اور نیچے سے اوپر تک بے شمار پڑھنے لکھنے کہلانے والے اسے ایک مفکر سمجھ کر اس کی باتوں کو اہمیت دیں گے اور جھٹک جائیں گے، اس کا جواب لکھنا ضروری سمجھا۔ اسی طرح مطلقاً خوف و امید وغیرہ سب باتیں غیر اللہ سے ہرگز ہرگز شرک نہیں ہیں ہاں کسی سے ایسے دُنا جیسے اللہ سے دُنا چاہیے یا کسی سے ایسے اُمید

رکھنا جیسے اللہ سے رکھنا چاہیے ضرور شرک ہے مگر خوف و اُمید یا محبت یہ کیفیات باطنیہ ہیں جن کا تعلق انسان کے باطن کے ساتھ ہے کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ فلاں، فلاں سے ایسے دُنا ہے جیسے اللہ سے یا فلاں سے ایسے محبت کرنا ہے جیسے اللہ یا ایسی اُمید رکھنا ہے جیسی اللہ سے لہذا وہ شرک ہے، نہایت غلط بات ہے جب تک کہ کوئی خود اس کا اقرار نہ کرے یا اللہ رب العالمین جو انسان کے باطن سے باخبر ہے وہ نہ فرمائے جیسا کہ اس نے مشرکین کے بارے میں فرمایا محض اپنے وہم و گمان سے کسی کو شرک ٹھہرانا اور محض اپنے قیاس و گمان کی بناء پر اس پر شرک کا فتویٰ لگانا انتہائی ظلم و زیادتی ہوگی خصوصاً ان مسلمانوں پر جو اللہ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور خاتمیت پر یقین رکھتے ہیں مگر بزرگان دین سے عقیدت رکھتے اور ان کا احترام کرتے اور ان کی ذوات قدسیہ سے توسل کرتے ہیں اور یہی جہور اُمت کا مسلک چلا آ رہا ہے۔

مسئلہ وسیلہ

ڈاکٹر صاحب اس اپنی کتاب میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ کسی کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ و ذریعہ سمجھنا بھی عین شرک ہے کیونکہ مشرکین عرب بتوں کو بھی وسیلہ سمجھنے کی وجہ سے مشرک ہوئے۔

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۷)

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ”قبروں پر قبضے بنانا اور یہ سمجھنا کہ مزارات پر جا کر دعا مانگی جائے تو وہ قبول و مستجاب ہوتی ہے شیطانی خیالات ہیں جو شیطان نے لوگوں کے دلوں میں ڈالے ہیں۔ (وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۸۸/۲۸۹)

پھر لکھتے ہیں کہ

”انبیاء و اولیاء صلیا اور اہل قبور کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا واسطہ یا وسیلہ قرار دینا بالکل یہی حال مشرکین مکہ کا تھا“

جواب

جناب ڈاکٹر صاحب نے غور نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور
دابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاہدا اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس
فی سبیلۃ لعلکم تفلحون کی راہ میں جہاد کرو کہ میں تم
(المائدہ ۳۵) کامیاب ہو۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تین باتوں کا حکم دیا ہے ایک
اللہ سے ڈرنے کا دوسرا وسیلہ ڈھونڈنے کا اور تیسرا اس کی راہ میں جہاد
کرنے کا۔

اللہ سے ڈرنا

پہلا حکم ہے اللہ سے ڈرنا۔ تو اس کی صورت کیا ہوگی ظاہر ہے کہ تقویٰ
اللہ سے ڈرنے کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کام کرنے
کو فرمائے ہیں وہ کریں اور جن کاموں سے روکا ہے ان سے بچیں۔ چنانچہ
امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ تقویٰ کا معنی لکھتے ہیں۔ امتثال الاوامر
واجتناب النواہی ”ملاحظہ ہو تفسیر جلالین ص ۲ تحت آیت کریمہ یدی للنتقیین
یعنی اللہ سے ڈرنے کی صورت اس کے احکام کی بجا آوری ہے۔ اور اس

کی منع کی ہوئی چیزوں سے پرہیز ہے اس میں شریعت کے سب کام آگئے
نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہ ایسے نیکی کے کام کرنا اور جھوٹ، چوری و زنا
وغیرہ ایسے بُرے کاموں سے بچنا۔

وسیلہ ڈھونڈنا

اس کے بعد فرمایا کہ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور ظاہر ہے کہ مذکورہ
تفسیر کی روشنی میں اس سے مراد عبادات تو جنہوں میں سکتیں کیونکہ وہ سب
”اتقوا اللہ“ کے تحت آگئیں، لہذا اس سے مراد شخصیات ہی ہو سکتی
ہیں یعنی اللہ کے مقبول و محبوب بندوں کا وسیلہ پھر جو تمہیں ہم تک
پہنچائیں یعنی ہم تک پہنچنے کا راستہ بنائیں تمہاری تربیت اور رہنمائی کریں۔

جاہدو فی سبیلہ

اور اس کی راہ میں جہاد کرو یعنی ان کی رہنمائی میں چلو جو وہ کہیں وہی کرو،
اپنی ذاتی سوچ اور ذاتی فکر پر چلنے کی بجائے انہی کا کہنا مانو کیونکہ تمہاری فکر
و تمہاری سوچ کی بنیاد ان جیسا علم یا ان جیسی تحقیق نہیں۔ پھر تم کامیاب ہو جاؤ
گے

شخصیات کا وسیلہ

ربا یہ سوال کہ یہاں شخصیات یعنی بزرگان دین مراد نہیں بلکہ نیک اعمال
مراد ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ نیک عمل اس صورت میں مراد ہو سکتے ہیں کہ
جب ہم ”دابتغوا الیہ الوسیلہ“ کی واؤ عاطفہ کو مغایرت کے لیے نہیں
بلکہ اسے واؤ تفسیر یہ قرار دیں اور اس حقیقت سے اہل علم بے تجربہ ہوں

گے کہ واؤ میں اصل تفسیر نہیں تفاسیر ہے یعنی واؤ کا اصلی اور حقیقی ضابطہ یہ ہے کہ اس کا ماقبل اور مابعد دونوں ایک دوسرے کے غیر یعنی ایک دوسرے سے مختلف ہوں ایک نہ ہوں لہذا اس صورت میں بھی لازم آتا ہے کہ ”اتقوا اللہ“ سے نیک اعمال مراد ہوں اور ”الوسيلة“ سے نیک شخصیات۔

ایمان و اعراض

نیز یہ بات بھی اہل علم جانتے ہیں کہ اعمال اعراض ہیں جو قائم بالذات نہیں قائم بالغیر ہیں یعنی نیک اعمال نیکیوں میں پائے جاتے ہیں ان کا اپنا کوئی ذاتی وجود نہیں ہے جبکہ نیک لوگ اللہ کے مقبول و محبوب بندے ہیں ایمان میں جو بالذات قائم ہیں یعنی ان کا اپنا ایک ذاتی وجود ہے تو خالقین سے سوال ہے کہ جب اعراض جو قائم بالغیر ہیں وسیلہ ہو سکتے ہیں تو ایمان جو قائم بالذات ہے وہ وسیلہ کیوں نہیں ہو سکتے۔ اعراض سے تو سل جائز اور ایمان سے ناجائز ٹھہرنا ناقابل فہم بات ہے براہ کرم اس گتھی کو سلجھا کر تو دکھا دیں۔

مفسرین و مفکرین کی رائے

یہی وجہ ہے کہ بعض مفسرین و مفکرین نے یہاں وسیلہ سے بزرگان دین لیا ہے۔

علامہ ابام اسمعیل حقی

چنانچہ علامہ ابام اسمعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ روح البیان میں اس آیت کے

تحت لکھتے ہیں کہ

دہی علماء الحقیقة و مشائخ
الطریقة (ج ۲ ص ۲۸۵)
یہ وسیلہ علماء حقیقت اور مشائخ
طریقت ہیں۔

حافظ شیرازی

حضرت حافظ شیرازی جنہیں اہل علم و معرفت لسان الغیب کا لقب دیتے ہیں اپنے دیوان حافظ میں فرماتے ہیں۔

قطع این مرحلہ بے ہم رہی خضر مکن
ظلمات بت ترس از خطر گمراہی

یعنی خدا تعالیٰ تک رسائی کا راستہ پیر و مرشد کا وسیلہ پکڑے بغیر
طے نہ کرنا کیونکہ اس میں بہت سے اندھیرے اور گمراہی کے خطرے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کے والد محترم

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تصنیف
القول الجلیل میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی کے
بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے ایک ہمعصر عالم نے ان سے بیعت مرشد
کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت پیش کی۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ
الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(المائدہ ۳۵)

شاہ صاحب نے فرمایا کہ (ترجمہ فارسی سے اردو)

”یہ ممکن نہیں کہ وسیلے سے ایمان مراد لیا جائے کیونکہ یہ خطاب اہل ایمان سے ہے۔ چنانچہ ”یا ایہا الذین آمنوا“ اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح بھی مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ تقویٰ میں داخل ہے کیونکہ تقویٰ امتثالِ اوامر اور اجتنابِ نواہی سے عبارت ہے کیونکہ قاعدہ عطف کا مناسبت بین المعطوف والمعطوف علیہ کا مقتضی ہے اور اسی طرح جہاد بھی مراد نہیں ہو سکتا بدلیل مذکور یعنی تقویٰ میں داخل ہے پس متعین ہو گیا کہ وسیلے سے مراد ارادت اور بیعت مرشد کی ہے پھر اس کے بعد مجاہدہ ہے ذکر اور فکر میں تا فلاں حاصل ہو کہ عبارت ہے وصول ذات پاک سے“ واللہ اعلم۔
(القول الجلیل ص ۲)

جناب ڈاکٹر صاحب جو اللہ اور بندوں کے درمیان وسیلہ بزرگانِ دین کو شریک قرار دے رہے اب شاہ ولی اللہ اور ان کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمہما اللہ کے بارے میں کیا فرمائیں گے جو فرما رہے ہیں کہ وسیلہ پھر نا قرآن کی آیت مذکورہ سے نہایت ہے اور یہ بیعت مرشد ہے گویا مشائخ کرام اور علماء عظام اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان وسیلہ ہوئے لہذا نہایت ہو کہ جناب ڈاکٹر صاحب کے خیالات راہ حق سے مختلف اور گمراہ کن ہیں۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

اسی طرح حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ”ضیاء القلوب“

میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۵)

شاہ اسماعیل دہلوی

جناب کے مسلم بزرگ جن پر علماء دیوبند اور علماء المحدثین کو بہت ہی اعتماد ہے اور جن کو آپ کے بزرگوں نے حجت اور ان کی کتابوں کے مطالعہ کو ذریعہ نجات قرار دیا ہے اپنی کتاب صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں (اردو ترجمہ ملاحظہ ہو)

”بے شک مرشد اللہ تعالیٰ کے رستے کا وسیلہ ہے“
اللہ عزوجل نے فرمایا ہے ”یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا لیہ الوسیلۃ وجاهدوا فی سبیلہم لعلکم تفلحون“
”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف پہنچنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈو اور اس کے رستے میں جہاد کرو کہ شاید نجات پاؤ۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نجات کے واسطے چار چیزیں ایمان اور تقویٰ اور وسیلہ کا طلب کرنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا مقرر فرمائی ہیں اہل سلوک اس آیت کو سلوک کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں اور وسیلہ مرشد کو جانتے ہیں پس حقیقی نجات کے لیے مجاہدہ سے پہلے مرشد کا ڈھونڈنا ضروری ہے اور سنت اللہ بھی اسی طرز پر جاری ہے اسی واسطے راہبر کے سوار سنہ یا لینا نہایت نادر کامیاب ہے الخ“
(صراطِ مستقیم ص ۸۸-۸۹)

فَالْمَدَبَرَاتِ امراً

سورہ نازعات کی آیت کریمہ فالْمَدَبَرَاتِ امراً قسم ہے ان فرشتوں کی جو تمام

۱۱۔ عنایتہ القاضی وکفایتہ الراضی شرح تفسیر البیضاوی ۸ جلد میں ہے اور بھی بہت سی تصانیف ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

(ہدایۃ العارفين ج ۵ ص ۱۶/۱۷)

علامہ موصوف تفسیر بیضاوی کی آیت مذکورہ کی اسی تفسیر کی شرح کرتے ہوئے حجتہ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ ۵۰۵ھ و امام نضر الدین رازی علیہ الرحمۃ ۶۶۰ھ سے اس معنی کی تائید میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَلَمَّا أَتَيْنَا أَهْلَ الْأُمَمِ إِذَا تَجَيَّرُوا فِي الْأُمَمِ
فَأَسْتَعِينُوا مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ
إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ بِحَدِيثٍ كَمَا تَوَهَّمُوا
وَلَمَّا أَتَيْنَا النَّاسَ عَلَى زِيَارَةِ
مَنْ شَهِدَ السَّلَفِ وَالتَّوَسَّلَ بِهِمْ
إِلَى اللَّهِ تَعَالَى وَإِنْ أَنْكَرَ بَعْضُ
الْمَلَاحِدَةِ فِي عَصْرِ نَادَا الْمُشْتَكِي
إِلَيْهِ هُوَ اللَّهُ تَعَالَى
(عنایتہ القاضی وکفایتہ الراضی ج ۸ ص ۳۱۳)

یعنی اسی لیے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں حیران و پریشان ہو تو مزارات و اولیاء سے مدد مانگو مگر یہ حدیث نہیں جیسا کہ بعض کو ہم ہوا اور اسی لیے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانہ کے کچھ بے دین لوگ اس کے منکر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں ان کے فساد کی قریب ہے۔

استخراج مسائل

امام فاضل خفاجی علیہ الرحمۃ کی عبارت بالا مذکورہ سے درج ذیل مسائل معلوم ہوئے۔

- ۱۔ ایک یہ کہ وسیلہ برحق ہے کیونکہ یہ قرآن کی متعدد آیتوں سے ثابت ہے۔
- ۲۔ دوم یہ کہ انبیاء اور اولیاء دونوں ہی وسیلہ ہیں کیونکہ قرآن میں وسیلہ کے لیے یہی وولی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔
- ۳۔ تیسرا یہ کہ وسیلہ دنیا میں موجود اللہ کے مقبول بندے بھی ہیں اور جو دنیا سے پردہ فرما گئے وہ بھی کیونکہ قرآن کی آیتوں میں جہاں وسیلہ کا ذکر ہے وہاں اس بات کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔
- ۴۔ چوتھا یہ کہ اصحاب قبور اولیاء اللہ کے وسیلہ سے پریشانیاں اور حیرانیاں دور ہوتی ہیں جیسا کہ دنیا میں موجود اللہ کے مقبول بندوں کے وسیلہ سے۔
- ۵۔ پانچواں یہ کہ شروع سے اُمت کا اس پر اجماع و اتفاق چلا آ رہا ہے کہ دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے (اصحاب قبور) اولیاء کا توسل جائز ہے اور جن حضرات نے دلائل حقہ سے دیدہ دانستہ صرف نظر کر کے اولیاء (اصحاب قبور) کے توسل سے انکار کیا انہوں نے الحاد و بے دینی اختیار کی ہاں جنہیں مغالطہ لگا اور دیدہ دانستہ انکار نہیں کیا جیسے شیخ الاسلام امام حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بعد از وصال توسل کے قائل نہ تھے اگر یہ نسبت ان کی طرف صحیح ہو جبکہ میرے خیال میں وہ بعد میں قائل ہو گئے تھے، تو انکار کی صورت میں کہیں گے کہ ان سے خطا ہوئی۔

خطا امام ابن تیمیہ

جیسے امام ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ وغیرہ کو اس قدر درجالت و عظمت علمیہ کے باوجود اس مسئلہ میں کہ کیا انبیاء و اولیاء کے وصال و انتقال کے بعد بھی ان کے

وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے یا نہ جبکہ ان کی زندگیوں میں ان کے وسیلہ ہونے کا کوئی منکر نہیں ہے البتہ اختلاف اس میں ہوا کہ کیا ان کے وصال کے بعد ان سے توسل ان کا وسیلہ پھرنا جائز ہے یا نہ اس میں جمہور امت مسلمہ کا یہی مسلک ہے کہ جائز ہے مگر بعض کہتے ہیں ناجائز ہے یہ مسئلہ اعتقادی نہیں بلکہ فقہی و فرعی ہے اس لیے اس کا کفر و اسلام سے کوئی تعلق نہیں البتہ صواب و خطا ہے جیسے دوسرے فقہی و فرعی مسائل کا معاملہ ہے۔ ان میں سے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ بھی ہیں تو اس مسئلہ توسل اور شدہ حال کے مسئلہ کی تحقیق میں ان کو مغالطہ لگا۔ شدہ حال کا مطلب ہے مزارات کی زیارت کے لیے سفر کرنا یہ بھی جمہور امت مسلمہ کے نزدیک جائز ہے جبکہ بعض کے نزدیک جائز نہیں ان میں سے ایک حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ بھی ہیں جو حدیث "لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ" کی وجہ سے اس سے منع کرتے ہیں جبکہ منع کرنا صحیح نہیں یہ ان کی خطا ہے اور اہل علم سے خطا ہو سکتی ہے ان سے بھی خطا ہو گئی۔ اگرچہ امام جلیل عالم نبیل ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ اور ان جیسے بعض اکابر نے ان کے بارے میں سخت الفاظ مثلاً ضال و مضل کے لکھے ہیں یہ ان کی حق کی حمایت میں حمیت حقہ تھی اللہ انہیں بہترین جزا دے تاہم ان کے مقابلہ میں بے شمار اکابرین نے انکو شیخ الاسلام بھی ٹھہرایا امام ذہبی و امام ابن کثیر رحمہما اللہ تعالیٰ ان کی بے حد تعریف فرماتے ہیں اور حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف لطیف مرآۃ شرح مشکوٰۃ کی کتاب اللباس کے اندر علامہ کی بحث کرتے ہوئے انہیں اور ان کے تلمیذ رشید امام حافظ ابن قیم جو زیہ علیہ الرحمۃ کو اس امت کے اولیاء میں سے قرار دیا ہے تیز علامہ شامی فتاویٰ شامیہ میں ان کے نام کے ساتھ شیخ الاسلام کا لقب لکھتے ہیں اور امام علامہ بنہانی

فرماتے ہیں "فاتہ شیعہ الاسلام بلا ریب" کہ بلاشبہ وہ شیخ الاسلام ہیں۔
(شواہد الحق ص ۱۴۵)

پھر فرماتے ہیں کہ مسئلہ توسل وغیر برائے زیارت قبور اور بعض دیگر مسائل میں ان سے خطا ہو گئی یہ مسائل فرعی فقہی ہیں ان میں کسی نے کسی کو بے دین یا ملحد کہہ دیا تو بطور نہد یہ و مبالغہ کہنا نہ یہ کہ وہ واقعی ویسے تھے کیونکہ فقہا کرام کی عبادات میں ایک دوسرے کے خلاف ایسے متشددانہ الفاظ پائے جاتے ہیں جنہیں ان کی گرم مزاجی یا اظہار حقیقت میں متشددانہ انداز پر ہی محمول کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے آمین

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

”وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا“
(الاحزاب ۵)

اور جس میں تم سے خطا ہو گئی اس میں تم پر کوئی حرج نہیں لیکن تمہارے دلوں نے جو جان بوجھ کر کیا اس کی گرفت ہو گئی اور اللہ (توبہ کرنے والوں کے لیے غفور و رحیم ہے۔

علامہ یوسف بنہانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب شواہد الحق میں لکھتے ہیں کہ مجھے ۲۷ رمضان ۱۳۱۹ھ کو ایک ہی مجلس میں امام تاج الدین سبکی اور امام حافظ ابن تیمیہ رحمہما اللہ دونوں کی اکٹھے زیارت ہو گئی امام سبکی علیہ الرحمۃ بیٹھے تھے بھاری جسم اور گندمی رنگ تھا ان پر ہیبت اور وفار چھایا ہوا تھا اور امام ابن تیمیہ کھڑے تھے گندمی رنگ تھا دہلا پتلا چہرہ اور کمزور چہرہ تھا لیکن ان پر بھی علم کی ہیبت چھائی ہوئی تھی اور وہ امام سبکی کی نسبت میرے زیادہ قریب تھے اور میں نے امام ابن تیمیہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور پوچھا کہ آپ کی

عمر کتنی ہے فرمایا چھ سو سال پھر میں بیدار ہو گیا تو میں نے ان کی تاریخ وفات دیکھی تو ۲۵۸ھ مہفتی اور امام تاج الدین سبکی کی ۷۵۸ھ مہفتی پھر فرماتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ امام کبیر اور علم کا پہاڑ ہیں اور اُمت محمدیہ کے ان افراد ائمہ میں سے ہیں جن پر اُمت کو دوسری اُمتوں کے مقابلہ میں فخر ہے لیکن اس کے باوجود غطا و لغزش سے معصوم نہیں بلاشبہ ان سے حقوڑے سے مسائل میں خطا ہوئی ان میں سے یہ دو مسئلے بھی ہیں مسئلہ توسل اور مسئلہ زیارت قبور انہوں نے ان مسائل میں جمہور سلف و حلف کی مخالفت کی۔

کچھ لکھتے ہیں کہ اگرچہ انہوں نے ان حقوڑے سے مسائل میں خطا کی تاہم یہ شمار مسائل میں حق کو پایا اور ان کے ذریعے دین میں کی مدد اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کی خدمت فرمائی اس کے علاوہ ان کی طرف منسوب بعض مسائل کی صحت نسبت سے بعض جلیل القدر علماء نے انکار بھی فرمایا ہے بہر حال اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِنُ النَّبَاتِ کہ نیکیاں براٹیوں کو لے جاتی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نیکیوں کی برکت سے ان کی براٹیوں کو مٹاتا اور معاف فرماتا ہے۔ علامہ نبہانی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت میرا حشر ان دونوں اماموں (امام تاج الدین سبکی و امام ابن تیمیہ رحمہما اللہ تعالیٰ) کے ساتھ فرمائے ان ایمان والوں کے ذمے ہے میں جنہیں ایک دوسرے سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت ہے جن کے حق میں فرماتا ہے۔

وَنَرَعْنَا مَا فِي صُكُوْرِهِمْ
مَنْ عَلٰى اٰخُوَانَا عَلٰى سُرْمٍ مِّنْغَابِلَيْنِ
ہم نے ان کے سینے میں جو کچھ کیئے
تھے سب کچھ بیچ لیے آپس میں بھائی
ہیں جنت کے (نخوتوں پر ردبرو بیٹھے ہیں۔
(الحج ۴۷)

یعنی ایمان والوں کے دلوں میں دنیا کی زندگی میں جو باہمی کیئے اور ناراضگیاں پیدا ہوئیں اور وہ دنیا میں ختم نہ ہو سکیں کہ ان میں سے ہر ایک دلیل شرعی کی بنا پر اپنے آپ کو حق پر چھڑاتا رہا تو اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرنے سے پہلے ان کے سینوں کو کینوں اور ناراضگیوں سے پاک و صاف کر دے گا اور جنت میں داخل ہوتے وقت ان کے دل ایک دوسرے کے بھائی چارے کے جذبات و محبت سے لبریز ہوں گے اور وہ ایک دوسرے سے راضی اور خوش خوش جنت کے تختوں پر آئے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اُمید ہے کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر انہیں میں سے ہیں یعنی ہمارے سینوں سے عناد و عداوت اور بغض و حسد نکال دیا گیا ہے ہم آپس میں محبت رکھنے والے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے پہلے ہی یہاں دنیا میں ایک دوسرے سے ناراضگیاں رخصت انہی کے لیے ختم کر کے اپنے سینے پاک و صاف کر لیے ہیں۔

(شواہد الحق ص ۲۷۲/۲۷۳)

عرض یہ کہ مسئلہ توسل حق ہے قرآن کریم اور اس کی تفاسیر دائمہ کی تعلیمات کی روشنی میں اس کا حق ہونا ردِ روشن کی طرح واضح ہے

احادیث توسل

اس کے علاوہ احادیث سے بھی اس کا ثبوت موجود ہے۔

عمل حضرت آدم

حضرت آدم علیہ السلام نے "رَبَّنَا ظَلَمْنَا" کی دعا کرتے ہوئے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

امام حافظ ابو عبد اللہ الحاکم النیشاپوری علیہ الرحمۃ ہشتادھو المستدرک علی الصحیحین میں اپنی سند کے ساتھ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَمَّا اعْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ
قَالَ يَا رَبِّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لِمَا
غَفَرْتَ لِي فَقَالَ اللَّهُ يَا آدَمُ
وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا أَوْلَمَ
أَخْلَقْتَهُ قَالَ يَا رَبِّ لِأَنَّا
لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ
فِي مِنْ رُوحِكَ رَأَيْتُ رَأْسِي
قَرَأَيْتُ عَلَى ثَوَائِمِ الْعَرْشِ
مَكْتُوبًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَيَّ
إِسْمَكَ إِلَّا أَحَبَّ ائْتَلَقْتَ إِلَيْكَ
فَقَالَ اللَّهُ صَدَقْتَ يَا آدَمُ
أَنَّهُ لَا حَبَّ ائْتَلَقَ إِلَيَّ أَدْعِي
بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ
وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتَنِي

جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی تو انہوں نے عرض کی اے میرے پروردگار حضرت محمد کے حق کے وسیلہ سے مجھے بخش دے اللہ نے فرمایا اے آدم تو نے محمد کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے اسے دنیا میں پیدا نہیں کیا ہ عرض کی اے میرے پروردگار کیونکہ جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح میں سے پھونکا تو میں نے اپنے سر اوپر اٹھایا تو میں نے عرش کے پایوں پر کھما دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں نے جان لیا کہ بے شک تو اپنے نام کے ساتھ اسی کے نام کو ملائے گا جو تجھے ساری مخلوق میں زیادہ محبوب ہو اللہ نے فرمایا۔

کہ اے آدم تو نے سچ کہا بے شک میری مخلوق میں سب سے بڑھ کر محبوب ہیں تم ان کے وسیلہ سے دعا کرو میں نے تمہیں بخش دیا اگر وہ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔

امام حاکم اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں "هذا حديث صحيح الاسناد" کہ یہ حدیث صحیح سند رکھتی ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵)

مزے کی بات

اور یہاں مزے کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کو شیخ الاسلام امام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وغفرلہ خطایاہ ولنا، نے بھی اپنی کتاب مجموعہ فتاویٰ میں اس حدیث کو نقل کیا۔ ملاحظہ ہو جلد دوم ص ۱۵۱ (۱۵۱)

بلکہ انہوں نے شیخ الاسلام امام حافظ عبد الرحمن بن الجوزی علیہ الرحمۃ کی کتاب الوفا باحوال المصطفیٰ کے حوالہ سے وہ حدیث بھی نقل کی ہے جس میں ہے کہ حضرت آدم و حضرت حوا دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گرامی کا واسطہ دے کر اپنی بخشش کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا۔ بلکہ امام حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ تو مجموعہ فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ سے مروی ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی جو اللہ نے اپنے ائمہ کرام میں نیک بندوں سے شتعلق لیا ہے قسم دے کر اور ان کی ذات کا وسیلہ پیش

کر کے اللہ سے دعا کرنا جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو مجموعہ فتاویٰ ج ۱ ص ۱۴) اس سے ثابت ہوا کہ شیخ الاسلام مسئلہ توسل میں جواز کی طرف بھی میدان رکھتے ہیں اور ممکن ہے کہ توسل سے انکار کی نسبت ان کی درست نہ ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ برحق ہیں کہ اللہ کے محبوب بندے درجہ بدرجہ یعنی اپنی اپنی شان کے مطابق وسیلہ ہیں اور سب مخلوق میں سب سے بڑا وسیلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ لہذا وسیلہ کا انکار قرآن و سنت کا ہی انکار ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں قدم رنخہ فرمانے سے پہلے وسیلہ تھے اور دنیا میں جلوہ گر ہونے کے بعد بھی وسیلہ تو دنیا سے پر وہ فرمانے کے بعد کیونکر وسیلہ نہ ہوں گے۔

اس سلسلے میں دوسری حدیث ملاحظہ ہو۔

امام ابن ماجہ علیہ الرحمۃ نے اپنی سنن میں اور امام ابو عبد اللہ حاکم نے مستدرک میں سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک نابینا شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ علیہ وسلم میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے عاقبت دے یعنی میری آنکھیں ٹھیک کر دے آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں دعا کو مؤخر کروں یعنی تم صبر کرو اور صبر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم چاہو تو میں دعا کروں۔ اس نے عرض کی کہ حضور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔ آپ نے اسے ہدایت فرمائی کہ وہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز نفل ادا کرے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی یہ دعا کرے کہ۔

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ
إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ
إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي
فِي حَاجَتِي هَذِهِ تَنْقِضِ اللَّهُمَّ
فَشَقَّتْهُ فَنِي“

سنن ابن ماجہ شریف صلوٰۃ الحاجہ
دستدرک شریف ج ۱ ص ۳۱۱

اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے
رحمت والے نبی حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف
متوجہ ہوتا ہوں اے محمد بے شک
میں نے توجہ آپ کے وسیلہ سے
اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت
میں تاکہ پوری کی جائے پس اے اللہ
میرے حق میں ان کی دعا قبول فرما۔

امام ابن ماجہ اس حدیث کو سند کے ساتھ ہدایت کر کے فرماتے ہیں۔
”قال ابو اسحق هذا حديث صحيح“ اور امام حاکم فرماتے ہیں ہذا حدیث
صحیح علی شرط الشيخین، کہ یہ امام بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح حدیث ہے۔
ڈاکٹر صاحب غور فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو دعا کرتے
ہوئے ایسا وسیلہ پکڑنے کی صحابی کو خود تعلیم و تلقین فرمائی وسیلہ پکڑنے کا اس
سے بڑا اور ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی و نسائی نے بھی
اپنی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے اسے
اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا اس میں حدیث یوں ہے

”يا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ تَنْقِضِهَا لِي“

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوتا ہوں تیرے وسیلہ سے اپنے رب
کی طرف اپنی اس حاجت میں پس آپ میری یہ حاجت پوری فرمادیں۔
یہاں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاجت مانگی جا رہی ہے جو برابر
معنی ہے کہ آپ کے واسطے اور وسیلہ سے میری حاجت یہ پوری ہو جائے

یہ ہفتی میں ہے کہ وہ شخص دعا کر کے کھڑا ہوا تو اس کی بینائی بحال ہو چکی تھی اور وہ آنکھوں آنکھوں دیکھ رہا تھا۔

(دلائل النبوة للإمام البیہقی ج ۶ ص ۱۶۶)

ولادت سے پہلے وسیلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ سے پہلے بھی آپ کے وسیلہ سے اہل کتاب کفار پر فتح کی دعائیں مانگتے اور فتح پاتے تھے چنانچہ سورہ بقرہ میں ہے۔

”وكانوا من قبل يستفتون على الذين كفروا فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به

(سورہ بقرہ آیت ۸۹)

اس کی تفسیر میں امام ابن جریر طبری سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت موجود ہے۔

(ملاحظہ ہو تفسیر طبری ج ۱ ص ۳۲۶/۳۲۷)

وصال شریف کے بعد وسیلہ

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال شریف کے بعد بھی وسیلہ ہیں چنانچہ امام بیہقی علیہ الرحمۃ دلائل میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی صحابی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت امام بن سہل بن حنیف جو جلیل القدر تابعی ہیں بیان فرماتے ہیں کہ۔

”ایک شخص کسی مقصد کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا کہ نہایت صاحب ان کا عہد خلافت تھا تو حضرت عثمان اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے تو وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور اپنی پریشانی اور حضرت عثمان غنی کی بے توجہی کا ذکر کیا تو حضرت عثمان بن حنیف نے ان سے فرمایا کہ جاؤ وضو خانہ میں وضو کرو پھر مسجد میں دو رکعت نفل پڑھو پھر یوں دعا کرو ”اللہمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتُوجِّهُ إِلَيْكَ بِبَيْتِكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتُوجِّهُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي“ یہاں اپنی حاجت و مشکل کا ذکر کریں پھر اس نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد امیر المومنین حضرت عثمان غنی کی خدمت اقدس میں لے گیا آپ نے اسے اپنے ساتھ چھوٹے پر بٹھایا پھر پوچھا کہ دیکھو میرے لائق کیا کام ہے اس کا کام کر دیا تو وہ شخص وہاں واپس آکر حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے امیر المومنین میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے مگر آپ نے میری سفارش کر دی۔

حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا کہ نہیں میں نے کوئی سفارش نہیں کی لیکن میں نے مشکل کے حل کی یہ دعا جو تمہیں بتائی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی جو آپ نے ایک نابینے انسان کو بتائی تھی اور اس نے یہ دعا کی تو اس کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں امام بیہقی نے اسے دو سندوں سے روایت کیا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (دلائل النبوة ج ۶ ص ۱۶۸/۱۶۹)

اور ملاحظہ ہو (الجم الصغیر طبرانی ص ۱۰۴/۱۰۵)

لاعلاج امراض سے شفا

امام بنہائی نے سعادت الدارین میں اور امام خفاجی نسیم الریاض میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان بن حنیف اور ان کی اولاد لوگوں کو پریشانیوں اور لاعلاج بیماریوں سے نجات و شفا کے حصول کے لیے اسی عمل یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعا پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

قبر انور سے توسل

۱۔ امام دامی اپنی سنن میں سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ اہل مدینہ کو شدید قحط کا سامنا تھا تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ

”اَنْظُرُوْا اِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْعَلُوْا مِنْهُ كَوْىً اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى لَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ“
”قَالَ فَعَلُوْا فَنُظِرُوا مَطَرًا حَتّٰى بَنَتْ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْاُبُلُ حَتّٰى تَفْتَقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسَبَّحْتَ عَامَ الْفَتْحِ“

(سنن الدارمی ج ۱ ص ۱۴۳)

تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کی چھت سے سوراخ کر دو تاکہ آپ کی قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو انہوں نے ایسا کیا تو خوب بارش ہوئی حتیٰ کہ زمین پر اس قدر سبزہ اُگا کہ جانور اسے کھا کر موتے ہو گئے اور چربی سے ان کے چمڑے پھٹنے لگے۔ اس لیے اس سال کا نام عام الفتح رکھا گیا۔

۲۔ دوسری حدیث جسے امام ابن ابی شیبہ استاذ امام بخاری نے اپنی تصنیف میں سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ناظم حواک تھے وہ روایت فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں لوگوں میں قحط پھیلا تو

نجاہ ساجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ استسق لا متک فامھم تذھلکوا الخ
ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمائیں وہ ہلاک ہو رہی ہے۔

(المصنف لابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۰-۳۲۱)

تو اسے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حکم ہوا کہ عمر کے پاس جاؤ اور اسے میری طرف سے سلام کہو اور خوشخبری سناؤ کہ عنقریب بارش ہوگی اور ان سے کہیں کہ ”عَلَيْكَ الْكَيْسُ عَلَيْكَ الْكَيْسُ“ تم پر لازم ہے ہوشیاری و خبرداری وہ شخص حضرت عمر کے پاس آیا اور خواب بتایا تو حضرت عمر روپڑے اور فرمایا ”یا رب لا آلو الا ما عجزت منه“

(المصنف ج ۱ ص ۳۲۰)

اے میرے پروردگار میں کوتاہی نہیں کرتا یا آئندہ نہ کروں گا مگر جہاں میں بے بس ہو جاؤں۔

امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری ج ۲ ص ۳۹ پر لکھتے ہیں کہ وہ شخص جس نے خواب دیکھا تھا حضرت بلال بن الحارث المزنی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوئے اور آپ سے دعا کی درخواست کی امام ابن حجر فرماتے اسے امام ابن ابی شیبہ نے مصنف

اللہ کے پلے

کسی جاہل شاعر کا یہ کلام لکھتے ہیں سہ

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ لینا ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے

پھر کسی اور شاعر کا کلام لکھتے ہیں سہ

پکڑے خدا اور چھڑائے محمد۔ جو پکڑے محمد چھڑا کوئی نہیں سکتا

جناب نے کوئی حوالہ نہیں دیا کہ یہ کلام کس صحیح العقیدہ عالم و فاضل کا
ہے۔ جناب یہ تو جانتے ہیں کہ ان پڑھوں یا جاہلوں کی بات نہ عقیدہ کہلانی

ہے اور نہ مسلک۔ اس دور میں جناب کے حریف ہیں تو صرف وہ صحیح العقیدہ
مسلمان ہیں جنہیں آپ لوگ بریلوی کہتے ہیں اور بریلوی درحقیقت کوئی مسلک

نہیں ہے اس نسبت کا تعلق امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے
ہے کاش آپ ان کا کلام پیش کر کے اس پر قرآن و سنت اور علماء اُمت

کے حوالہ سے تنقید کرتے تو ہم آپ کی ہمت سمجھتے مگر جاہلوں یا ان پڑھوں
یا مسلک و عقیدہ کے معاملہ میں غیر معتبر لوگوں کا غیر معتبر کلام پیش کر کے

پوری اُمت کو مشرک یا کافر ٹھہرانا کہاں کی عقل بندی ہے، الحمد للہ علماء
اہلسنت میں کوئی اس کا قائل نہیں ہے جو آپ فرما رہے ہیں کہ۔

”سب کچھ اختیارات اب محمد رسول اللہ کے ہاتھ میں آ گئے
اللہ تعالیٰ چاہے یا نہ چاہے محمد رسول اللہ چاہیں گے تو بخشوا

لیں گے اور اگر محمد رسول اللہ کسی کو پکڑنا چاہیں تو اسے کوئی
بھی نہیں چھڑا سکتا اللہ تعالیٰ ابھی وہاں پہلے بس ہو گئے۔“

میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(فتح الباری کتاب الاستقار ج ۲ ص ۳۹۶)

اب جناب ڈاکٹر صاحب کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں وہ اہل سنت
پر برکت ہوتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”چنانچہ وہ انبیاء صلحاء اور اہل قبور کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا
واسطہ یا وسیلہ قرار دیتے ہیں یا نکل بھی حال مشرکین مکہ
کا تھا۔“

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۸۹)

ناظرین انصاف فرمائیں اوپر کی حدیثوں سے واضح ہو رہا ہے کہ صحابہ
و تابعین مشکلات میں قسری کرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنے محض، ڈاکٹر صاحب کی رو سے تو معاذ اللہ صحابہ و تابعین
بھی مشرک ٹھہرے۔

جناب ڈاکٹر صاحب آج اپنے زور بیان اور زور قلم اور زور دولت و
سرماہ کی بناء پر جو سادہ لوح مسلمانوں سے جناب کو پہنچتا ہے اور جو چاہیں
فرمائیں اور جو چاہیں لکھیں اور قرآن و سنت کے حقائق سے روگرداں ہو کر
قرآن کی من مانی ترجمانی فرمائیں صحیح العقیدہ مسلمانوں کے ایمانوں کا قتل عام
فرمائیں اور ان پر مشرک ہونے کا الزام لگائیں آخر خدا تعالیٰ کے ہاں تو
حاضری ہوگی اور جواب طلبی بھی سہ

رنگ جب محشر میں لائی گی تو اڑ جائے گا رنگ
یوں نہ کہیں سرخی خون قتیلاں کچھ نہیں

علماء اہلسنت بلکہ خود امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ اور ان کے علاوہ دیگر علماء اہلسنت کے نزدیک ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر و مرتد ہے اہلسنت مسلمانوں کا اعتقاد صرف توسل کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ بزرگ ایماں و صلحا وسیلہ ہیں ان کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کرم فرماتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں۔

وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیب اللہ

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ

”ایمانداری کی بات یہ ہے کہ وہ شریکین جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ فرمائی ان کا عقیدہ اس دور کے سادہ لوح مسلمانوں سے اس اعتبار سے بہت بہتر ہے کہ وہ کم از کم اضطرابی مجبوری اور مصیبت کے عالم میں تو صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اور غیروں کو چھوڑ دیتے تھے لیکن اس دور کے بے سمجھ لوگ مشکل کیا اور آسان کیا راحت کیا اور غم کیا ہر حال میں غیروں کو پکارتے ہیں اور مستقل وظیفہ بنایا ہوا ہے ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیب اللہ اور ”المدد یا غوث الاعظم“ اس قسم کی خرافات ہیں جو اولیاء اللہ اور موحدین کے نام سے مشہور ہو گئی ہیں مجھے یقین ہے کہ یہی وظیفہ اگر اس دور کے موحدا اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کیا جاتا تو وہ جوتوں سے خبر لیتے۔“

ڈاکٹر صاحب کا انداز گفتگو بھی ماشاء اللہ کس قدر سنجیدہ ہے۔ ہم عرض کریں

گئے کہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ضرور جوتوں سے خبر لیتے مگر کس کی منکرین کی جو یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیب اللہ کو شرک قرار دیتے ہیں ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ یہ اس دور کے بے سمجھ لوگوں کا وظیفہ ہے بالکل غلط اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔

صلوۃ غوثیہ

خود سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عقیدت مندوں کو اپنے توسل سے دعا مانگنے کی تلقین فرمائی ہے یہ کوئی آج کل یا اس دور کی بات نہیں ہے۔

امام شطنوفی

امام ابوالحسن نورالدین علی بن یوسف بن جریر بنی شطنوفی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب بہجتہ الاسرار میں سند کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ امام نورالدین علی بن یوسف کے بارے میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ حسن الحاضرہ میں فرماتے ہیں کہ یہ ملک مصر کے شیخ القادر تھے آپ کی ۶۲۴ھ کو قاہرہ میں ولادت اور ۷۲۳ھ ماہ ذی الحجہ میں وصال ہوا۔

امام شطنوفی اپنی سند کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالقاسم عمر بزاز فرماتے ہیں کہ میں نے سید شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ سنا آپ فرماتے ہیں کہ

مَنْ اسْتَعَاثَ بِنِي كُرْبَةِ
كُشِفَتْ عَنْهُ وَكُنْ نَادِي بَاسْمِي
نِي شِدَّةٍ فَرَجَتْ عَنْهُ وَكُنْ
جس نے مصیبت میں فحجہ سے مدد
مانگی میں اس کی مصیبت دور کر دوں
گا اور جس نے مصیبت میں مجھے

تَوَسَّلْ بِي إِلَى اللَّهِ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ
 فِي حَاجَتِهِ فَضِيلَتِ لَهُ
 وَمَنْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَقْرَأُ فِي كُلِّ
 رَكْعَةٍ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ سُورَةَ
 الْاِخْلَاصِ اِحْدَى عَشْرَةَ
 مَرَّةً تَعْمُ بِصَلَاةٍ عَلَى رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 بَعْدَ السَّلَامِ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ
 وَيَذْكُرُ فِي تَعْمُ بِخَطْوَةٍ إِلَى جِهَةِ
 الْعِلَاقِ اِحْدَى عَشْرَةَ خُطْوَةً وَ
 يَذْكُرُ حَاجَةً فَإِنَّهَا تَقْضَى
 بِإِذْنِ اللَّهِ۔

(بہجۃ الاسرار ص ۱۷۱ طبع مصر)
 کیوں جناب ڈاکٹر صاحب! کچھ کچھ شریف میں بات آئی ہے یہ کتاب
 آٹھویں صدی کے اوائل کی لکھی گئی ہے اور صدیاں گزر گئیں آج تک اسے
 علماء و فقہاء و محدثین پڑھتے چلے آ رہے ہیں کیا آپ ثبوت پیش کر سکتے
 ہیں کہ کسی نے بھی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اس ہدایت و تلقین کو
 شرک قرار دیا ہو، اس کتاب میں کچھ حکایات و واقعات بھی ہیں جن کا تعلق سیدنا
 غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات سے ہے ہو سکتا ہے کہ کوئی واقعہ واقعہ کی
 حیثیت سے سند کے اعتبار سے قابل جرح و تنقید ہو اور اس پر سند کے لحاظ
 سے کسی کو اعتراض ہو مگر یہ بات تو مسلم ہے کہ کرامات اولیاء حق ہیں اور خاص کر

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مندرجہ بالا فرمان اسی نذا "شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ
 کی بنیاد ہے۔ یہ کتاب ہمیشہ منظر عقیدت دیکھی اور پڑھی جاتی رہی ہے حضرت
 شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اس کی تلخیص فرمائی مولانا عبدالحق کھوکھی
 علیہ الرحمۃ نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں اس کی تائید فرمائی۔

امام خیر الدین الرملی کا فتویٰ

صاحب فتاویٰ خیر یہ امام خیر الدین بن احمد علی بن زین الدین ابن
 عبد الوہاب الایوبی اعلمی النفاذی الرملی جن کی ولادت ۹۹۳ھ کو مدینہ منورہ (مکہ)
 میں اور ان کی وفات سنائیس رمضان المبارک ۸۱۰ھ کو ہوئی آپ کے
 بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ آپ فقہ حنفی کے عظیم الشان فقیہ تھے قرآن کے
 مفسر اور احادیث کے محدث تھے لغت و نحو و صرف و بیان و عروض کے
 علوم کے ماہر و امام مانے جاتے تھے بہت سی کتابوں کے بھی مصنف ہیں
 ان میں سے خاص خاص یہ مشہور ترین ہیں۔

۱۔ مظہر الحقائق الخفیہ من البحر الرائق فی فروع الفقہ الحنفی

۲۔ دیوان شعر

۳۔ مطلب الادب وغایۃ الارب

۴۔ وحاشیۃ علی الاشباہ والنظائر

۵۔ الفتاویٰ الخیر یہ نفع البیرہ

(معجم المؤلفین ج ۴ ص ۱۳۲)

اسی فتاویٰ شریف میں آپ فرماتے ہیں۔

داما قولہم "یا شیخ عبد القادر" اور لوگوں کے "یا شیخ عبد القادر

شَیْبَا لِّلّٰہِ یا شَیْخُ فہو نداء
واذا اَضِیْفَ اِیْہِ شَیْبَا لِّلّٰہِ
فہو طَلَبُ شَیْءٍ اَکْرَمَ لِّلّٰہِ نَعْمَا
الموجِبُ لِحَرَمَتِہِ الخ
(الفتاویٰ الخیرہ ج ۲ ص ۲۸۴)
شَیْبَا لِّلّٰہِ کہنے میں کوئی ناجائز ہونے
کی وجہ شرعی نہیں کیونکہ ”یا شَیْخُ“ نداء
(پکار) ہے اور جب اس کے ساتھ
”شَیْبَا لِّلّٰہِ“ ملا دیا جائے تو اس میں
اللہ کی تعظیم کے لیے ایک چیز کی
طلب ہے۔

یہی ہے! یہ دسویں اور گیارہویں صدی کے ایک فقیہ کا فتویٰ ہے کہ لوگ جو
سیدنا غوث اعظم کو مدد کے لیے پکارتے ہیں اور شیخ عبدالقادر جیلانی شَیْبَا لِّلّٰہِ
کہتے ہیں اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ شرعی نہیں ہے لہذا اس سے منع کرنا
درست نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں اس ندا کا پہلے ہی سلسلہ
چلا آ رہا تھا اور علماء و فقہاء کے علم میں تھا مگر کسی نے بھی اسے شرک تو کیا ناجائز
یہی نہ کہا، ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ اس دور کے لوگ یہ کہتے ہیں غلط ثابت ہوا۔

شیخ علماء دیوبند کا فتویٰ

اب آخر میں علماء دیوبند کے شیخ و مرشد جناب علامہ رشید احمد
گنگوہی صاحب کا فتویٰ بھی عرض کرتا ہوں اس سے سوال کیا گیا کہ ”یا شَیْخُ
عبدالقادر جیلانی شَیْبَا لِّلّٰہِ“ کا درجائز ہے۔

جواب میں فرماتے ہیں کہ

”جو اس عقیدہ سے پڑھتا ہے کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا
ہے اور باذنہ تعالیٰ شیخ حاجت براری کر دیتے یہ بھی مشرک
نہ ہو گا مومن کی نسبت بذنن ہونا بھی معصیت ہے اور جلدی

سے کسی کو کافر و مشرک بنا دینا بھی غیر مناسب ہے۔ الخ
(فتاویٰ رشیدیہ طبع دہلی ج ۱ ص ۴)

امام اہلسنت کا عقیدہ

امام اہلسنت محبوب المؤمنین محدث و شیخ الاسلام والمسلمین شیخ
شیخنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ م ۱۳۴۲ھ حدائق بخشش
میں فرماتے ہیں۔

یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتہی
اولیاء کو حکم نصرت کیجئے

ڈاکٹر مفتی غلام سہروردی قادری

مشیر و فاقی شرعی عدالت پاکستان۔ بانی و مہتمم و انساذ الحدیث والتفسیر
جامعہ رضویہ ٹرسٹ سنٹرل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور۔

فہرست مراجع

- ۱ - قرآن کریم
- ۲ - نہایت السؤل فی شرح منہاج الاصول ناصر الدین البیضاوی م ۹۱ھ
- ۳ - شرح عقائد نسفی مسعود بن عمر تفتازانی م ۹۱ھ کوئٹہ ۱۳۹۷ھ
- ۴ - کشف الظنون حاجی خلیفہ کاتب چلبی بن عبداللہ آفندی ۶۸ھ بغداد
- ۵ - محیط المحيط محمد الانطکی
- ۶ - المنجد
- ۷ - اقرب المواد وسعید الخوری
- ۸ - فرہنگ عمید حسن عمید تہران
- ۹ - لغات کشوری
- ۱۰ - فیروز اللغات
- ۱۱ - الشہاب الثاقب طبع دیوبند حسین احمد مدنی سہ لاہور
- ۱۲ - حاشیہ عبدالحکیم علی شرح المواقف علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی
- ۱۳ - نبراس عبد العزیز بہاروی م ۱۲۳۹ھ شاہ عبدالحق اکبری
- بندیال ۱۹۴۷
۱۳۹۷ھ
- ۱۴ - ضوء المعالی علامہ علی بن سلطان القاری م ۱۲ھ
- ۱۵ - شرح المقاصد مسعود بن عمر تفتازانی م ۹۱ھ معارف تہانیہ ۱۴ھ

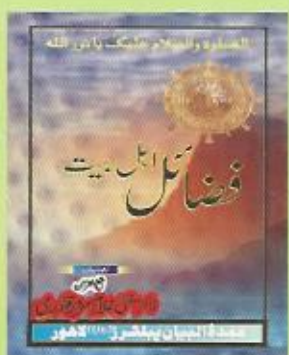
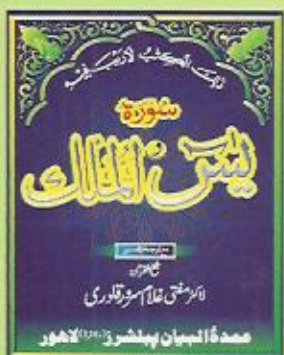
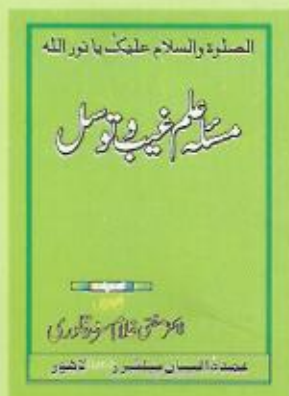
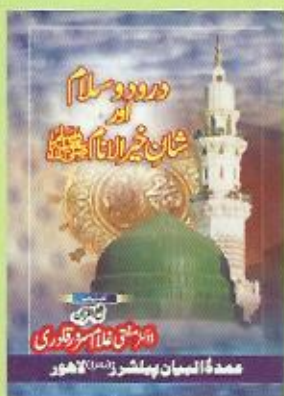
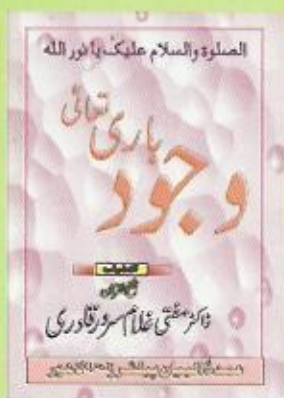
- ۱۶ - تحفۃ الاعالی مطبوعہ مصر لبعض المحققین
- ۱۷ - تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی م ۶۰۶ھ طبع تہران
- ۱۸ - شرح عقائد مسعود بن عمر تفتازانی م ۹۱ھ بندیال ۱۳۹۷ھ
- ۱۹ - المسامرہ شرح مسایرہ محمد بن محمد المقدسی م ۹۰۵ھ مصر
- ۲۰ - فتاویٰ شامی علامہ محمد امین ابن عابد بن الشامی سہ طبع ۱۳۸۶ھ
- ۲۱ - حاشیہ الصادق شیخ احمد صادی مالکی م ۱۲۴۱ھ طبع مکہ
- ۲۲ - مقرر التوحید طبع جدہ
- ۲۳ - شرح فقہ اکبر ملا علی قاری م ۱۰۱۲ھ مصطفیٰ البابی ۱۳۷۵ھ
- ۲۴ - فتاویٰ حدیثیہ امام ابن حجر کل ۹۷۴ھ لبنان
- ۲۵ - کتاب المفردات البواقسم الحسین بن محمد الراغب م ۵۰۲ھ بیروت
- ۲۶ - تفسیر البیضاوی قاضی ناصر الدین البوسید عبد اللہ بن عمر م ۹۱ھ طبع بیروت
- ۲۷ - شیخ زادہ محمد بن مصطفیٰ مصلح الدین م ۹۵۰ھ طبرستان
- ۲۸ - تفسیر روح المعانی البید محمد آلوسی م ۱۲۷۰ھ مصر
- ۲۹ - فقہ اکبر امام اعظم ابو حنیفہ م ۱۵۰ھ مطفی البابی مصر
- ۳۰ - بحجۃ الاسرار شیخ نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف م ۱۱۳ھ
- ۳۱ - کنز العمال علامہ علاؤ الدین بن حسام الدین الہندی م ۹۷۵ھ حلب
- ۳۲ - بہار شریعت مولانا امجد علی م ۱۳۶۷ھ مکتبہ اسلامیہ لاہور
- ۳۳ - المتفق الملتفد الامام احمد رضا البریلوی م ۱۳۴۷ھ
- ۳۴ - الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ الامام احمد رضا م ۱۳۴۷ھ
- ۳۵ - غنائت القاضی وکفایتہ الراضی علی تفسیر البیضاوی امام شہاب الدین الخفاجی
- ۳۶ - جامع البیان امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری م ۳۱۰ھ

- ۳۷- البدایہ والنہایہ امام ابن کثیر ۷۷۴ھ
 ۳۸- شرح مواقف المحقق السید شریف الجرجانی ۸۱۶ھ
 ۳۹- تفسیر منطهری قاضی شفاء اللہ بانی پتی ۱۲۲۵ھ
 ۴۰- تفسیر بحر المحیط امام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف البجیان اندلسی ۷۵۲ھ
 ۴۱- تفسیر جلالین امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ
 ۴۲- تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حق بنودی ۱۳۷۷ھ
 ۴۳- الاتقان امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ
 ۴۴- تفسیر ابن کثیر امام ابو الفداء اسماعیل بن کثیر ۷۷۴ھ
 ۴۵- نسیم الرباض امام علامہ شہاب الدین خفاجی ۱۰۶۹ھ لاہور ۱۲۱۲ھ
 ۴۶- مواہب اللہ احمد بن ابی بکر قسطلانی ۹۲۳ھ بیروت ۱۴۱۲ھ
 ۴۷- الاساس فی التفسیر سعید حوی
 ۴۸- تفسیر عزیزی فارسی ۱۲۴۷ھ شفاء عبد العزیز مطبوعہ دہلی
 ۴۹- تفسیر اکرم الرحمن عبد الرحمن بن السعدی ۱۳۷۶ھ بیروت
 ۵۰- التفسیر المفید وکتور وھبۃ الرجبلی بیروت
 ۵۱- لباب التاویل علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی ۷۲۵ھ
 ۵۲- عمدۃ القاری امام بدر الدین عینی ۸۵۵ھ بیروت
 ۵۳- تفسیر ابو السعود امام ابو السعود محمد بن محمد التماری ۹۵۱ھ
 ۵۴- فتح الباری امام ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ مصر ۱۲۷۴ھ
 ۵۵- ارشادات الساری شرح صحیح البخاری ابو العباس شہاب الدین احمد بن القسطلانی ۹۲۳ھ القاہرہ
 ۵۶- مرقات علی بن سلطان القاری ۱۰۷۱ھ مکہ

- ۵۷- تفسیر ابن جریر ابو جعفر طبری ۳۱۰ھ
 ۵۸- تفسیر درمنثور سیوطی ۹۱۱ھ
 ۵۹- دلائل النبوة بیہقی احمد بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ
 ۶۰- الاصابۃ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ بیروت ۱۳۲۸ھ
 ۶۱- مشکوٰۃ ابو عبد اللہ محمد ولی الدین تبریزی ۷۴۷ھ
 ۶۲- صحیح بخاری شریف امام محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶ھ
 ۶۳- معالم التنزیل امام محمد الحسین بن مسعود الفراء البغدادی ۵۱۶ھ
 ۶۴- الدرر المصنوع امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن یوسف السیمنی الجلی ۷۵۶ھ
 ۶۵- حدائق بخشش امام احمد رضا خان ۱۳۴۰ھ
 ۶۶- مسلم النبوت محقق علامہ محبہ اللہ بہاری ۱۰۰۰ھ کراچی
 ۶۷- امرار التنزیل علامہ قاضی بیضاوی ۷۹۱ھ
 ۶۸- تفسیر بنیشا پورنی نظام الدین بنیشا پوری ۷۲۸ھ
 ۶۹- اسنی المطالب الشیخ محمد بن السید درویش الشیخ بالجوہر البیرونی ۱۲۷۶ھ مصر ۱۳۷۶ھ
 ۷۰- سنن ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ ۲۴۳ھ کراچی
 ۷۱- الناسخ والمنسوخ امام ابو المنصور عبد القاہر بن ظاہر بن محمد البغدادی ۲۴۰ھ اردن
 ۷۲- ناسخ القرآن امام ابن جوزی ۷۹۷ھ ابو الفرج عبد الرحمن ابن جوزی ۵۹۷ھ ریاض
 ۷۳- مدارک التنزیل علامہ عبد اللہ بن احمد بن محمود حافظ الدین ابو البرکات النسی ۷۴۲ھ ہدایتہ العارفین اسماعیل باشا البغدادی مطبوعہ بغداد

- ۷۵۔ شواہد الحق یوسف بن اسماعیل
 نبھانی ۱۳۵۵ھ مصطفیٰ الہابی مصر
- ۷۶۔ مستدرک شریف امام حافظ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری ۵۷۰ھ بیروت
- ۷۷۔ القول الجمیل شاہ ولی اللہ مطبوعہ دیوبند
- ۷۸۔ صراط مستقیم اسماعیل دہلوی
- ۷۹۔ ضیاء القلوب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مطبوعہ دیوبند
- ۸۰۔ دیوان حافظ شیرازی طبع لاہور
- ۸۱۔ مجموعہ فتاویٰ لابن تیمیہ امام ابن تیمیہ ۷۲۸ھ
- ۸۲۔ الفتاویٰ الخیریہ علامہ خیر الدین
- ۸۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ امام حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ البعلی ۲۳۵ھ
 ۲۳۵ھ طبع کراچی
- ۸۴۔ سنن دارمی امام حافظ بن عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی السمرقندی
 ۲۵۵ھ طبع کراچی
- ۸۵۔ المعجم الصغیر سلیمان احمد الطبرانی ۳۶۰ھ عمان
- ۸۶۔ فتاویٰ عبد الحئی مولانا عبد الحئی لکھنوی ۳۰۴ھ لاہور
- ۸۷۔ فتاویٰ رشیدیہ رشید احمد گنگوہی
- ۸۸۔ دلائل النبوة ابو نعیم احمد بن عبد اللہ ۴۴۵ھ طبع حیدرآباد دکن ۱۳۹۶ھ

شیخ الاسلام ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری کی دیگر تصانیف



Distribute by SAW Publisher 0300-4826678

0321-4059491

